۳۶ نبیوں کے واقعات

قصص الانبیاء

حصہ دوم

تعارف

اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے سر سے تاج اتار دیا اور فرمایا کہ تم نے اپنے یوسف کے ساتھ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا ہے۔ وہ بری جہالت کا کرشمہ تھا۔ پہلی دو دفعہ کی ملاقات میں بھی بعض بھائی محسوس کر چکے تھے۔ اب جب انھوں نے تاج اترنے کے بعد پیشانی پر نشانیاں دیکھیں تو یقین کر گئے کہ آپ ہی یوسفؑ ہیں۔

مروی ہے کہ اظہار سے قبل آپ نے ایک پیالہ منگوایا اور اپنے ہاتھ پر رکھ کر انگلی سے ٹھونکا۔ اس سے آواز آنے لگی۔ آپ نے بھائیوں سے فرمایا کہ یہ جام کچھ کہہ رہا ہے کہ یوسف نامی تمہارا ایک سوتیلا بھائی تھا تم اسے والد کے سامنے سے لے گئے اور کنویں میں پھینک دیا۔ پھر آپ نے انگلی ماری اور کان لگا کر فرمایا کہ یہ کہہ رہا ہے کہ تم اس کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر باپ کے سامنے گئے اور کہا کہ تیرے لڑکے کو بھیڑیئے نے کھالیا ہے۔ اب تو برادرانِ یوسفؑ حیران ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہائے بُرا ہوا۔ اس جام نے تو سچی سچی باتیں بادشاہ کو بتا دیں۔ جب یہ اگلے واقعات سامنے آگئے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی حیران ہو گئے اور جب یوسف علیہ السلام کو مالک سوداگر کے پاس فروخت کیا تھا تو اس وقت بھائیوں نے بیع نامہ عبرانی زبان میں مالک کو دیا تھا۔ وہ خط حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس ظ رکھا تھا۔ وہ خط نکال کر دیا کہ یہ خط عبرانی زبان میں ہے اس کو ذرا پڑھو۔ جب بھائیوں نے اس خط کو دیکھا تو حیران ہو گئے کہ یہ خط عزیزِ مصر کے پاس کیسے آگیا۔ پھر زیادہ پریشانی اور شرمندگی ہوئی۔

اور ساتھ ہی حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے والدین اور اہل وعیال کی پریشانی سے عاجزانہ اور دردمندانہ درخواست اور نیازمندانہ طلب اور مجبور کن حالات بیان کیں تو حضرت یوسف علیہ السلام کا دل بھی آیا۔ ضبط نہ ہو سکا کہ اپنے آپ کو چھپائیں۔ آخر فرمانے لگے کہ کیوں جی تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا جب تم جاہل تھے۔ اب حیران پریشان شاہی دربار میں کھڑے ہیں۔ عزیز مصر سے باتیں ہو رہی ہیں۔ کیونکہ حضرت یوسفؑ کا طرز و انداز کچھ دوسری طرح نظر آ رہا ہے اور کچھ سمجھ گئے کہ کہیں یہ یوسف ہی نہ ہوں۔ اس لئے کہنے لگے کہ کیا آپ واقعی یوسف ہی ہیں؟

جواب میں فرمایا میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اب بھائیوں کے پاس بغیر ندامت اور شرمساری کے اور کچھ نہ رہا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تمام بدسلوکی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ کنویں میں پھینکنا اور جو جو ظلم وستم کئے تھے سب یاد آئے۔ پھر اپنا شک دور کرنے کے لئے پوچھا کہ کہیں آپ یوسفؑ تو نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَالُوٓا ءَاِنَّکَ لَاَنۡتَ یُوۡسُفُ ؕ

کہنے لگے کیا واقعی آپ یوسفؑ ہیں؟

قَالَ اَنَا یُوۡسُفُ وَ ھٰذَآ اَخِیۡ قَدۡ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡنَا اِنَّہٗ مَنۡ یَّتَّقِ وَیَصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ط

یوسفؑ نے کہا ہاں میں یوسف ہوں۔اور یہ بنیامین میرا بھائی ہے ۔بلاشبہ اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔یقینا جو خدا سے ڈرتا اور تکالیف پر صبر کرتا ہے تو اللہ ایسے نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

اب تو نہایت شرمندہ ہوئے اور اپنے گناہ پر تہہ دل سے نادم ہوئے ۔اور آپ کی فضیلت اور بزرگی کا اقرار کیا کہ واقعی صورت اور سیرت دونوں کے اعتبار سے آپ ہم پر فوقیت رکھتے ہیں اور مال ومتاع اور نبوّت کے اعتبار سے بھی آپ کا مقام ہم سے بہت بلند ہے۔

دائرۃ المعارف میں ہے کہ تعارف کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام اور بھائی گلے لگ لگ کر روئے اور بھائیوں نے شرمندگی سے سر نیچا کر لیا اور اپنی خطا کا اقرار کیا۔حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو معاف کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس مکالمہ کو اس طرح پیش کیا ہے۔

قَالُوۡا تَاللّٰہِ لَقَدۡ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیۡنَا وَاِنۡ کُنَّا لَخٰطِئِیۡنَ ط

بھائیوں نے کہا خدا کی قسم اس میں شک نہیں کہ اللہ نے تجھ کو ہر اعتبار سے ہم پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور بے شک ہم ہی خطاوار ہیں۔

حضرت یوسفؑ کی طرف سے جواب

حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ آج کے بعد یہ خطا کبھی یاد نہ کروں گا نہ کوئی ڈانٹ ڈپٹ کرنا چاہتا ہوں، نہ الزام لگاتا ہوں، نہ تم پر خفگی کا اظہار کرتا ہوں اور اللہ سے بھی تمہاری معافی کی دعا کرتا ہوں۔

قَالَ لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ج يَغْفِرُاللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ط

سورہ یوسف

یوسفؑ نے کہا کہ آج تم پر کوئی سرزش نہیں ۔خدا تمہیں معاف کرے وہ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور بھائیوں کو جو مسّرت اس وقت حاصل ہوئی ہوگی اس کا کیا ٹھکانا ہے۔اب حضرت یوسفؑ نے گھر کے حالات معلوم کئے۔ بھائیوں نے کہا کہ اباجی آپ کے فراق میں رو روکر نابینا ہو گئے۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ میری یہ قمیص لے جاؤ اور ابّا جان کے منہ پر ڈال دینا۔اس سے انشاء اللہ ان کی بینائی لوٹ آئے گی۔ پھر تمام تھر والوں کو لے کر یہاں آجانا۔

اِذْهَبُوْ بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْراً ج وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ط

یہ میرا کرتہ لے جاؤ اور اس کو میرے والد کے چہرے پر ڈال دو وہ بینا ہو جائے گا اور اپنے سب گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔

قاصد کی روانگی اور یوسف کی خوشبو

اِدھر یہ قافلہ مصر سے چلا اُدھر اللہ نے حضرت یوسفؑ کی خوشبو غمزدہ والد کو پہنچادی تو حضرت یعقوبؑ اس وقت موجودہ اولاد کو فرمانے لگے کہ مجھے تو یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے لیکن تم اعتبار کرو گے۔اس وقت حضرت یوسفؑ کی گمشدگی کی مدّت کو اسی سال گزر چکے تھے۔جب آپ کو خوشبو آئی اس وقت قافلہ اسی فرسخ آپ سے دور تھا ۔تو گھر والوں نے کہا کہ آپ اب تک پرانی بھول میں ہیں۔یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ بشیر آپہنچا۔

فَلَمَّا اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْراً ج قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ط

سورہ یوسف

پھر جب خوشخبری دینے والا آ پہنچا ۔یوسف کا کرتا یعقوب کے منہ پر ڈالا تو وہ اسی وقت بینا ہو گئے اور اپنے بیٹوں سے کہنے لگے کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ جو باتیں خدا کی طرف سے میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے۔

کہتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ کے بڑے صاجزادے یہودا کرتا لائے تھے اور جھوٹے خون والا کرتا بھی یہی لائے تھے اس لئے کہ انھوں نے سوچا کہ برائی کے بدلے بھلائی ہوجائے۔ابا کو ناراض بھی میں نے کیا راضی بھی میں کروں گا۔ چنانچہ جیسے ہی کُرتا والد برزگوار کی آنکھوں پر ڈالا گیا بینائی لوٹ گئی تو اپنے بچوں سے کہنے لگے کہ میں ہمیشہ تم سے کہا کرتا تھا کہ خدا کی طرف سے کچھ باتیں میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت کا اظہار ہوا کہ جب حضرت یوسفؑ کنعان کے کنویں میں تھے اُس وقت تو والد صاحب کو خوشبو نہ آئی اور مصر سے کرتا چلا اِدھر ابا جان نے اعلان کر دیا کہ مجھے یوسفؑ کی خوشبو آرہی ہے۔شیخ سعدی شیرازیؒ نے یہ واقعہ اس طرح نقل کیا ہے کہ:

اشعار بزِبان فارسی

یکے پر سد ازان گم کردہ فرزند
کسی نے پوچھا اس سے جس نے اپنا بیٹا گم گم کر دیا تھا
کہ اے روشن گہر پیرِ خردمند
کہ سے روشن موتی اور بوڑھے دانا
زمصرش بوئے پیراہن شمیدی
مصر سے اس کے کرتے کی خوشبو سونگن لی
چرادر چاہِ کنعانش ندیدی
کنعان کے کنویں میں کیوں نہ دیکھتا تھا
بگفت احوالِ مابرق جہان است
بولے کہ ہمارا حال بجلی کی طرح ہے
دمے پیدا ودیگر دم نہان است
بھی پیدا ہوتی ہے کبھی چھپ جاتی ہے
گہے برطارمِ اعلیٰ نشینم
کبھی بلند مکانات پر بیٹھتا ہوں

گہے بر پشت پائے خود نہ بینم
کبھی اپنے پاؤں کے اوپر بھی نہیں دیکھ سکتا
اگر درویش بریک حال ماند
اگر درویش ایک حالت پر رہے
سرِ دست از دو عالم برفشاند
دونوں جہان سے فوراً اڑ جائے

اب بیٹے خطا کا اقرار کر کے سخت نادم ہوئے اور سجدہ میں گر پڑے اور ابا جی سے استغفار طلب کرنے لگے تو ابا جان نے جواب دیا کہ مجھے اس سے انکار نہیں اور مجھے اپنے رب سے امید ہے کہ وہ تمہاری خطائیں اور مجھے اپنے رب سے امید ہے کہ وہ تمہاری خطائیں معاف فرمادے گا کیونکہ وہ بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

قَالُوْ ایاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیْنَ ؁ — بیٹوں نے کہا کہ اے ابا جان! ہمارے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے۔ بے شک ہی خطاوار تھے۔

والد نے جواب دیا۔

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ ج اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ؁ — والد نے جواب دیا کہ میں عنقریب اپنے رب سے بخشش کی دعا کروں گا۔ یقیناوہ بڑا بخشنے والانہایت مہربان ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد اور سب چھوٹے بڑے ستر آدمی تھے سب کے لئے سواریاں حضرت یوسف علیہ السلام نے بھیجی تھیں سب سوار ہو کر مصر روانہ ہو گئے۔ (دائرہ المعارف)

حضرت یوسف علیہ السلام نے کنعان سے مصر تک ہر منزل پر ضیافت کا انتظام کیا ہوا تھا۔ جب مصر کے قریب پہنچے تو یہودا نے ایک تیز رفتار کو روانہ کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو والد بزرگوار کی آمد کی خبر پہنچائے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ملک ریان کو خبر پہنچائی۔ ملک اس سعادت مندی کے واسطے بمعہ حضرت یوسف علیہ السلام کے استقبال کے واسطے روانہ ہوا۔ بادشاہ کے حکم سے علمائے دولت وامرائے مملکت سب استقبال کے واسطے شہر سے باہر آئے۔ حضرت یوسفؑ کمالِ حشمت سے استقبال کی واسطے آگے پہنچے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی نظر جب شاہی سواری پر پڑی تو یہودا سے دریافت کیا کہ یہ شاید ملکِ ریّان نمودار ہوا ہے۔ یہودا نے کہا کہ یہ آپ کا فرزند ارجمند سعادت مند حضرت یوسفؑ عزیز مصر ہے۔ حضرت یعقوبؑ گھوڑے سے اترے اور یہودا کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر روانہ ہوئے۔ اُدھر سے حضرت یوسفؑ کی نظر جب یہودا پر پڑی اور والد بزرگوار پُرجلال نظر آئے تو فوراً گھوڑے سے اُترے اور بادشاہ پر سبقت کر کے اپنے بزرگوار والد کو پہنچ آئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسفؑ کو اپنے سینے سے لگایا اور ایسے روئے کہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو ملک ریّان ابن ولید نے قدم بوسی کی اور تمام ارکانِ دولت نے استقبال کیا پھر تخت پر بٹھایا اور تعظیمی سجدہ کیا جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ روضۃ الاصفیائ)

تفسیر حقانی میں ہے کہ برادرانِ یوسف علیہ السلام کو بادشاہ ریان نے عمدہ قطعۂ زمین مکانات کے واسطے دیا جس کو عمیس کہتے ہیں۔

تمام افراد کا مصر میں داخلہ

اب حضرت یوسف علیہ السلام کے فرمان کے مطابق تمام افراد مصر میں داخل ہو گئے۔ ان کا جس شان سے استقبال کیا گیا وہ آج سے قبل زمین و آسمان کی نگاہوں نے نہیں دیکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ جب کنعانی قافلہ مصر کے قریب آیا تو حضرت یوسفؑ استقبال کیلئے آگے چلے گئے اور شاہی حکم کے مطابق شہر کے تمام امراءؑ وزراء اور ارکانِ دولت بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اور خود شاہِ مصر بھی استقبال کے لئے مصر سے باہر آیا ہوا تھا۔ حضرت یعقوبؑ کی آمد کے بعد ان کی برکت سے قحط سالی ختم ہو گئی۔ ایسے ہی اہل ﷺ کی قحط سالی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ختم ہو گئی۔ دخولِ مصر کا واقعہ قرآن میں اس طرح وارد ہے۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰى
اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ
عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ج
وَقَالَ يٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ
مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ج
وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ
السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ
الْبَ □ دْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ
الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ج
اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ج اِنَّهٗ
هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ط

پھر جب یہ سب یوسفؑ کے پاس پہنچے تو یوسفؑ نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اور استقبال وملاقات کے بعد کہا کہ آپ سب شہر میں چلئے انشاء اللہ آپ ہر طرح امن وامان سے رہیں گے اور اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا تو اس وقت سب کے سب یوسفؑ کے سامنے سجدہ میں گرے تو یوسفؑ نے کہا کہ اے ابا جان! یہ میرے اس خواب کی تعبیر ہے جو میں نے پہلے دیکھا تھا میرے رب نے اس کو سچا کر دکھایا اور اس نے میرے ساتھ اس وقت بڑا احسان کیا جب مجھ کو قید خانہ سے نکالا۔ پھر آپ سب کو میرے پاس لے آیا۔ بعد اس کے کہ شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جھگڑا ڈالا دیا تھا بلاشبہ میرا رب جو چاہتا ہے ،اس کو عمدہ تدبیر سے کرتا ہے بیشک وہ ہی جاننے والا حکمت والا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے والد صاحب کے سامنے نہ بھائیوں کی شکایت کی نہ اپنی تکلیف اور مصیبت بیان کی۔ بلکہ اپنے اوپر گزرنے والے واقعات کو جس خوبی سے چند الفاظ سے بیان کئے وہی قرآن نے نقل کر دیئے ۔

اگر چہ بعض مفسیرین کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ پہلے فوت ہو چکی تھیں اور مصر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ آپ کی خالہ تھیں۔لیکن قرآن مجید کے الفاظ کے مطابق آپ کی والدہ زندہ تھیں۔ آپ

نے اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔اس وقت والدین اور گیارہ بھائی آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ ابّا جان یہ میرے خواب کی تعبیر ہے۔اس شریعت میں یہ جائز تھا کہ بڑوں کو سلام کرتے وقت سجدہ بھی کیا کرتے تھے۔

لیکن ملّت محمّدیہ میں اللہ تعالیٰ نے سوائے اپنی ذات کے کسی اور کے لئے سجدہ کو مطلقاً حرام کر دیا ہے ۔حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذ ملکِ شام کو گئے اور وہاں دیکھا کہ شامی لوگ اپنے بڑوں کو سجدہ کرتے ہیں تو سوچا کہ حضور تو سجدہ کے سب سے زیادہ حقدار ہیں تو آپ ؓ نے حضور کو سجدہ کیا۔

اس واقعی کو ایک شاعر اس طرح ذکر فرماتے ہیں۔

ڑڑڑڑز

اشعار

آئے سفر سے ایک صحابی باوفا
سجدہ کیا رسول علیہ السلام کو
لیکن نہ تھی پسندیہ تعظیم کی ادا
اللہ کے پیمبر عالی مقام کو

پوچھی جوان سے وجہ تو بولے کہ بار ہا
دیکھا ہے رومیوں میں خواص وعوام کو
کرتے ہیں سجدہ وہ بکمالِ فروتنی
مذہب کے ہادیان وسران ِ عظام کو

میرا بھی دل ہوا کہ نبی کے حضور میں
لاؤں بجا خصوص سے اس رسم عام کو
فرمایا طریق ِ نیا یش یہ عاجزی
مشروع ہے اگر تو خدا ئے انام کو

گر غیر حِق کے واسطے یہ شیوۂِ نیاز
ہوتا روا شریعت ِحقہ میں عام کو
کرتا میں عورتوں کو ہدایت کہ سجدہ ریز
ہوں اپنے شوہروں کے حضور احترام کو

حضرت یوسفؑ کو جب کنویں میں ڈالا گیا تو آپ کی عمر اُس وقت سترہ برس تھی۔جدائی میں اسی سال گزرے پھر والدین کی ملاقات کے بعد ۲۳ برس زندہ رہے اور ۱۲۰ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

تفسیر حقانی میں ہے کہ بنی اسرائیل کنعان سے ستر ۷۰ کی تعداد میں آئے تھے اور جب نکلے تو ایک لاکھ ستر ہزار تھے۔ایک روایت میں ہے کہ جب مصر آئے تو ۸۶ ۱افراد تھے اور جب نکلے چھ لاکھ تھے۔(ابن کثیر ج ۳۔صفہ ۱۶)

بادشاہ ریّان نے برادرانِ یوسفؑ کو تمام مصر میں سب سے بہترین جگہ دی جس کو عمیس کہتے تھے۔ اب سب برادران اور یوسف علیہ السلام خوشی سے زندگی بسر کرنے لگے۔

ندامت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سارا خاندان مصر میں جمع ہو گیا تو برادرانِ یوسفؑ نے ایک دن آپس میں مشورہ کیا کہ ہم نے ابا جی کو جتنا ستایا ہے وہ ظاہر ہے اور بھائی یوسف علیہ السلام پر جو ظلم توڑے ہیں وہ بھی ظاہر ہیں۔ اب اگر دونوں بزرگ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہماری خطاؤں سے درگزر کریں لیکن کچھ خیال بھی ہے کہ خدا کے ہاں ہماری کیسی حالت ہوگی۔ آخر یہ بات ٹھہری کہ آؤ ابا جی کے پاس چلیں اور ان سے التجا کریں۔ چنانچہ سب مل کر آپ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بھی اپنے والدِ ماجد کے پاس بیٹھے تھے۔ آتے ہی انھوں نے بیک زبان کہا کہ حضور ہم آج آپ کے پاس ایک ایسے اہم کام کے واسطے آئے ہیں کہ اس سے اہم کام کے واسطے کبھی بھی اس سے پہلے نہیں آئے۔ اے ابا جی اور اے بھائی صاحب! ہم اس وقت ایسی مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہمارے دل اس قدر کپکپا رہے ہیں کہ آج سے پہلے ہماری ایسی حالت کبھی بھی نہیں ہوئی۔ الغرض کچھ اس طرح نرمی و لجاحت کی کہ دونوں بزرگوں کا دل بھر آیا۔ ظاہر ہے کہ انبیاء کے دلوں میں تمام مخلوق سے زیادہ رحم اور نرمی ہوتی ہے۔ دریافت کیا کہ آخر تم کیا کہتے ہو؟ اور ایسی تم پر کیا مصیبت درپیش ہے؟ سب نے کہا کہ آپ کو خوب معلوم ہے کہ آپ کو ہم نے کس قدر ستایا ہے اور بھائی صاحب پر کیسے کیسے ظلم اور ستم ڈھائے ہیں۔ دونوں نے کہا ہاں معلوم ہیں۔ پھر عرض کیا کہ یہ درست ہے کہ آپ دونوں نے ہمارے قصور معاف کر دیئے ہیں۔ دونوں نے کہا کہ بالکل درست ہے ہم دل سے معاف کر چکے ہیں۔ تب انھوں نے عرض کیا کہ آپ کا معاف کرنا بھی بے سود ہے جب تک کہ پروردگارِ عالم جلّ جلالہ۔ معاف نہ کرے۔ پوچھا پھر ہم سے کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب فرمائیں۔ ہاں تک کہ بذریعہ وحی آپ کو معلوم ہو جائے کہ خداوند تعالیٰ نے ہمیں بخش دیا ہے۔ پھر البتہ ہماری آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آ سکتا ہے ورنہ ہم تو دونوں جہان میں برباد ہوئے۔ اسی وقت آپ کھڑے ہو گئے قبلے کی طرف متوجہ ہوئے حضرت یعقوبؑ کے پیچھے حضرت یوسفؑ کھڑے ہوئے اور بڑی ہی خشوع و خضوع سے جنابِ باری تعالیٰ میں گڑگڑا کر دعائیں شروع کیں حضرت یعقوب علیہ السلام دعا کرتے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام آمین کہتے ہیں کہ بیس سال تک یہ دعا قبول نہ ہوئی تھی۔ آخر بیس سال تک بھائیوں کا خون خوفِ خداوندی سے خشک ہو گیا۔ تب وحی آئی اور قبولیت دعا اور بخشش فرزندان کی بشارت سنائی گئی۔ بلکہ یہ بھی

فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ، کا وعدہ ہے کہ تیرے بعد نبوت بھی انھیں ملے گی۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات

سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ نے اپنی موت کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیّت کی تھی کہ مجھے ابراہیم علیہ السلام اور اسحق علیہ السلام کے پاس دفن کرنا۔ چنانچہ بعد انتقال آپؑ نے وصیّت پوری کی۔ وہاں پر اپنے باپ دادا کے پاس دفنائے گئے۔
عَلَیْھِمُ الصّٰلوٰۃُ وَالسَّلَامُ۔ (تفسیر ابنِ کثیر)

جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں گئے تھے اس وقت ان کی عمر ایک سوتیس ۱۳۰ برس تھی پھر ایک سوسینتالیس برس کی عمر میں بقول اہل کتاب مصر میں انتقال ہوا وفات سے پہلے اپنے بیٹوں کو بلا کر خدا پرستی اور ملّت ابراہیمی پر ثابت قدمی کی وصیّت کی اور بیٹوں کے واسطے برکت کی دعا کی۔ پھر بستر پر پاؤں کھینچ لئے اور جان بحق ہو گئے۔ ملک ریّان کے معزز اہل کاروں اور حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے سب خاندان والے ایک انبوہ کثیر کنعان میں حضرت کو لائے اور ان کو اپنے قبرستان میں دفنایا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام اور تمام اولاد غمگین رہتی سب بھائی اور خاص کر یوسف علیہ السلام کے دل میں آخرت کی فکر رہتی۔ دنیا کی دل سے محبت اٹھ گئی ہر وقت آخرت کو یاد کرتے اور گذشتہ بزرگوں کو یاد کرتے اور ان سے ملنے کی فکر میں رہتے۔ شب و روز یہی فکر رہتی۔ پروردگار عالم جل جلالہ، نے اپنے فضل و کرم سے پھر سب کو ملا بھی دیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت مل گئی اور بادشاہت بھی مل چکی اور دکھ بھی مٹ گئے۔ ماں باپ اور بھائیوں سے بھی ملاقات ہوگئی پھر اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرتے ہیں۔

رَبِّ قَدْ اٰتَیْتَنِیْ مِنَ الْمُلْکِ وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ج فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَاوَالْاٰخِرَةِ ج تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِاالصّٰلِحِیْنَ ط

اے میرے رب! تو نے مجھ کو ایک بڑا حصّہ دیا اور خوابوں کی تعبیر کا علم بھی عطا فرمایا۔اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے تو ہی دنیا وآخرت میں میرا کارساز ہے۔تو مجھ کو سلام کی حالت میں وفات دے اور مجھ کو مرنے کے بعد نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔

الٰہی جیسے دینوی نعمتیں پوری کی ہیں اُخری نعمتیں بھی پوری فرما۔جب بھی موت آئے تو اسلام اور تیری فرمانبرداری پر آئے۔اور میں نیک لوگوں میں اور نبیوں اور رسولوں میں ملا دیا جاؤں۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جب آپ کے تمام کام پورے ہوگئے اور آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں ملک ومال،عزت وآبرو،خاندان،برادری اور بادشاہت سے کچھ مل گیا تو پھر آپ کو صالحین کی جماعت میں پہنچنے کا شوق پیدا ہوا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نبی نے بغیر حضرت یوسف علیہ السلام کے پہلے موت نہیں طلب کی اور یہی سب سے پہلے اس دعا کے مانگنے والے تھے۔ہوسکتا ہے کہ ان کے دین میں موت کی دعا جائز ہو۔ہمارے ہاں تو سخت ممنوع ہے۔مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی بھی کسی سختی اور ضرر سے گھبرا کر موت کی آرزو نہ کرے۔غرض یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا سے مقصد یہ تھا کہ جب بھی موت آئے تو اسلام پر آئے اور نیکوں میں مل جاؤں۔یہ نہیں کہ اُسی وقت آپ نے موت مانگی ہو۔جیسا کہ یہ دعا ہماری ہوتی ہے کہ پروردگار عالم ہم کو اسلام پر موت دے۔اس کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے کہ جب بھی مریں اسلام پر مریں اور نیک کاروں میں ملا دیئے جائیں۔اور اگر یہ ہی مراد ہو کہ واقعی آپ نے اُسی وقت موت مانگی ہو ممکن ہے کہ موت مانگنی اس وقت کی شریعت میں جائز ہو۔اس شریعت میں موت مانگنی جائز نہیں۔

بخاری اور مسلم شریف کی حدیث ہے کہ تم میں سے کوئی بھی کسی سختی کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔اگر وہ نیک ہے تو اُس کی زندگی اس کی نیکیاں بڑھائے گی اور وہ اگر وہ بُرا ہے توفیق ہو جائے بلکہ یوں کہے کہ اے اللہ! جب تک میرے لئے حیات بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ۔ہاں دینی فتنوں کے وقت موت کی تمنا جائز ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر جب فتنوں کی زیادتی ہوئی اور دین کا سنبھالنا مشکل ہو گیا اور امیر خراسان کے ساتھ بڑے بڑے معرکے پیش آئے تو انھوں نے موت مانگی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم علیہ السلام۔

یوسف علیہ السلام کا خواب

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سوبیس برس ہوئی تو آپ نے اپنے بیٹوں افراہیم اور منشا کے بیٹے بھی دیکھے۔ بقول بعض اہلِ سیر ایک رات خواب دیکھا کہ ایک نہایت پُرفضا جگہ ہے۔ عالم قدس میں وہاں چند کرسیاں رکھی ہیں۔ایک پر حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹھے ہیں اور ایک پر حضرت اسحٰق علیہ السلام اور ایک پر حضرت یعقوب علیہ السلام اور ایک کُرسی خالی ہے۔گویا کہ ان کا انتظار ہے۔اور حضرت یعقوب علیہ السلام رو کر حضرت یوسفؑ سے لپٹ گئے اور فرمایا کہ اے فرزند! کب تک اپنی راہ دکھائے گا۔ہم تیرے مشتاق بیٹھے ہیں۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی آنکھ کُھلی تو آپ کی روح پر عالمِ قدس میں اپنے بزرگوں سے ملنے کی ایک سخت بیقراری تھی۔جس طرح پرندہ قفس میں۔آخر وفات کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کے وصیّت کے مطابق آپ کو خوشبو میں بسا کر سنگِ مرمر کے صندوق میں دفنایا۔بعض کے بزدیک دریا میں رکھا۔سو ۱۰۰ سال کے بعد دوسرا فرعون جبّار رہوا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت کا۔پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس صندوق کو نکال کر فلسطین میں آپ کے اجداد کے پاس دفنایا۔

(تفسیر حقانی)

حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر مبارک ابن کثیر اور معارف القرآن میں ہے کہ ایک سو ۱۲۰ بیس سال تھی۔اور قصص القرآن اور حقانی ایک سو دس سال بتاتے ہیں۔ بی بی زلیخا سے دو فرزند افراہیم اور منشا اور ایک لڑکی جس کا نام رحمت بنت یوسفؑ ہے اُن کا نکاح حضرت ایوب علیہ السلام سے ہوا تھا جس نے بیماری میں ان کی خدمت کی تھی۔اور افراہیم کی اولاد میں یوشع بن نون پیدا ہوئے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفیق تھے۔(مظہری)

ابن اسحاق نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکل جائیں تو بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ حضرت یوسف السلام کو مصر میں نہ چھوڑیں بلکہ ملکِ شام میں لے جا کر اپنے آبا و اجداد کے پاس دفن کریں۔اسی حکم کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تفتیش کر کے معلوم کیا کہ دریائے نیل میں سنگ مر

مر کے تابوت میں ہیں پھر آپ ان کو فلسطین میں لے گئے اور حضرت اسحق اور حضرت یعقوبؑ کے برابر دفن کر دیا۔حضرت یوسفؑ کے بعد قوم عمالقہ مصر پر مسلط ہو گئے۔بنی اسرائیل مصر میں غیر ملکی تصور کئے جاتے اور ان کو قسم قسم کے عذاب اور ایذائیں دی جاتی تھیں۔یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ، نے ان کو اس عذاب سے نکالا۔(قصص القرآن و معارف القرآن)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط

اشعار

صبر کر تجھ پہ جو کچھ آئے بلا ہر گھڑی راضی رہا کر بررضا
ابتدا سے ہر زمانے میں سدا دوستان حق کو غم ہوتا رہا
عقل اس چوں و چرا میں خوار ہے
آدم ابراہیم اور یعقوب سب یونس وایوب ،یوسف پر لقب
جب مصیبت سے ہوتے تھے کی اعانت اس خدانے ان کی سب
مضطرب
لطف اس کا کم نہیں بسیار ہے

جب ہوئے یعقوب غم و رنج کے صید بھائیوں نے کیا جب یوسف پہ کید
روتے روتے ہوگئیں آنکھیں سفید اور یوسف کو کیا زندان میں قید
تہمت ورسوائی کا بازار ہے

باپ یوسف کو ابھی بھولا نہ تھا ابن یامین کا اک اور صدمہ ہوا
ہو گئے مضطر کہا واحسرتا صبر دے مولا یہ سخت آئی بلا
اب زمانہ درپئے آزار ہے

قوتِ مغز عبادت ہے دعا سب گناہوں کی شفاعت ہے دعا
بخشی قرضوں سے راحت ہے دعا دافع ہر دردوآفت ہے دعا
مانگ حق سے جو تجھ درکار ہے

حال بیماری کا تھا ان پر عیاں جب ملے یوسف تو غم و رنج کہاں

مصر میں آئے وہ اسدم شادماں   اور چھوڑ سب نے وہ شہر کنعان

یہ حدیث و آیت اخبار ہے

ڑڑڑڑز

حضرت ایوب علیہ السلام

آپ کا ذکر قرآن میں چار مقامات پر پایا ہے۔

۱۔ پارہ ۶	سورہ نساء	رکوع ۲۳
۲۔ پارہ ۷	سورہ انعام	رکوع ۱۰
۳۔ پارہ ۲۳	سورہ ص	رکوع ۴
۴۔ پارہ ۱۷	سورہ انبیاء	رکوع ۶

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی حضرت یوسفؑ کی بیٹی یا پوتی تھیں اوران کا نام رحمت تھا۔

معارف القرآن میں ہے کہ ان کا نام لیّا بنت منشا بن یوسف علیہ السلام ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ کے سات بیٹے اور سات بیٹیاں تھیں۔ ایک ہزار اونٹ، ایک ہزار بکریاں، پانچ سو غلام اور پانچ سو اہل وعیال تھے۔ آپ اس وقت کے مال داروں میں شمار ہوتے تھے اور ہر وقت خدا کی یاد میں مشغول رہتے اور شکر گزاری کرتے۔ شیطان آپ کی عبادت اور خدا کی شکرگزاری کو دیکھ کر حسد کر آگ میں جلتا اور آپ کو اپنے پھندے میں پھانسنے کی کوشش کرتا۔ کبریائی سے ندا آئی کہ اے لعین ایوب میرا بندہ صالح اور شاکر ہے۔ اس پر تیرا اغوا کچھ اثر نہیں کر سکے گا۔ شیطان نے کہا خدایا تو نے اس کو ثروت اور فراغت اور قدرت عطا کی ہے اور اس کی آنکھیں اولاد کے دیدار سے روشن ہیں پھر تیرا شکر نہ بجالائے۔ اگر تو اس سے نعمتیں لے لے تو یہ ہرگز بھی تجھے یاد نہ کرے گا، اور تیری بندگی سے بیزار ہوجائے گا۔ فرمایا اے ابلیس! تیرا گمان میرے بندے کے بارے میں غلط ہے۔ شیطان نے کہا کہ پروردگار عالم! اگر تو مجھے اس کی اولاد اور مال پر تسلط بخشے تو معلوم ہوگا کہ کس طرح بندگی کرتا ہے۔ پروردگار عالم ج نے فرمایا کہ چل میں نے تجھے اس کی اولاد اور مال پر تسلط دیدیا ہے۔ ابلیس لعین خوش ہوگیا اور اپنی ذرّیت اور تابعداروں کو جمع کر کے حضرت ایوّب کے مال مویشی دریا میں غرق کردیئے۔ شیطان خود گوالے کی صورت میں آیا اور مویشی ڈوب جانے کی خبردی۔ حضرت ایوبؑ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ جس نے اپنے فضل سے دیا تھا اور عدل سے لے لیا۔ پھر شیطان نے مایوس ہوکر اپنی ذرّیت سے کہا کہ حضرت ایوبؑ کے ذراعت اور خرمن کو آگ لگادو۔ جب وہ سب جل کر راکھ ہوگئے تو شیطان نے آکر کہا کہ آپ نمازوں میں لگے ہوئے ہیں اور اُدھر سب کھیت اور باغات جل کر فنا ہوگئے ہیں ۔ حضرت ایوب علیہ السلام وہی جواب دے کر عبادت میں مشغول ہو گئے بلکہ کمال دلجمعی سے فارغ ہوکر عبادت کرنے لگے۔ شیطان لعین مخزون اور مضطرب ہوکر واپس ہوا اور اسی طرح اس نے سب گھر بار کا سامان تباہ و برباد کرادیا اور وہ ملعون

ہر تباہی کی خبر حضرت ایوبؑ کو دیتا گیا۔ لیکن حضرت ایوّب علیہ السلام کی سب اولاد ایک مکان میں تعلیم میں مشغول تھی پھر شیطان نے اس مکان کو ان پر گرا دیا اور فرزندانِ سعادت منداس مکان کے نیچے دب کر مر گئے ۔ یہ خبر بھی شیطان نے حضرت ایوب کو دیدی۔ پھر بھی حضرت ایوبؑ صابر وشاکر ہو کر عبادت میں مشغول رہے اور توکل کی رسی تھامے رکھی۔ ذرا بھی آپ کے مزاج میں تغیر نہ آیا۔ پھر خدا کا امتحان آپ کے بدن پر آ گیا۔ شیطان نے کہا کہ یا خدا اب مجھے ان کے بدن پر اختیار دے پھر معلوم ہو گا کہ یہ کس طرح عبادت کرتا ہے۔ پروردگار عالم نے فرمایا کہ بغیر زبان اور دل اور کانوں کے میں نے تجھے تسلط دیدیا، یہ بھی تو کر کے دیکھ لے۔ چنانچہ شیطان بصورت ساحر مرد کے ہو کر آیا اور آپ کے ناک میں پھونک دیا، اس کی حرارت سے پورے بدن مبارک میں خارش شروع ہو گئی جس سے گوشت پوست پھٹنے لگا اور تمام بدن کیڑے پڑ گئے اور لوگوں نے آپ کو شہر سے باہر ایک جھونپڑی میں ڈال دیا۔ ہر کوئی آپ سے بیزار ہو گیا سوائے بی بی رحمت کے، اس نے کمر بستہ ہو کر آپ کی خدمت کی۔ جب سب مال دولت ختم ہو گیا تو بی بی نیک بخت نے مزدوری شروع کی، نصف مزدوری خدا کے نام حضرت ایوبؑ کی تندرستی کیلئے صدقہ دے دیتی اور نصف پر خود اپنا وقت بھی گزارتی اور ایوبؑ کی بھی کھلاتی۔ جب بھی مزدوری کے واسطے جاتی تو راستے میں شیطان کھڑا ہوتا اور کہتا رہتا کہ تو جوان اور صاحبِ جمال ہے۔ کس واسطے مزدوری کرتی ہے اور اپنی جوانی کو تو ایسے آدمی کی خدمت میں برباد کرتی ہے۔ مصر میں ایک دولت مند سردار ہے۔ اس بیمار کو چھوڑ دے میں تجھ کو اس سردار کے نکاح میں دے دوں گا اور تیرا درجہ اوج عزّت کو پہنچاؤں گا۔ وہ بی بی پاک اعتقاد والی اس کی کسی بات کی طرف بھی التفات نہ کرتی۔ بلکہ واپسی پر وہ سارا حال حضرت ایوبؑ کو سنا دیتی۔ تو حضرت ایوب علیہ السلام فرماتے کہ وہ ابلیس لعین ہے تو اس کی باتوں پر فریضتہ نہ ہو۔ (روضۃ الصفیائ)

شیطان طبیب

ایک دن ابلیس لعین طبیب کی شکل میں بی بی کے سامنے حاضر ہوا اور بی بی سے کہا کہ اس بیماری کا علاج گوشت خوک اور شراب ہے۔ اس کے بغیر کوئی علاج نہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ایک دن بی بی نے اپنے تھوڑے سے سر کے بال کاٹ کر دیئے تھے لیکن تفسیر حقانی میں ہے کہ شیطان طبیب بن کر آیا اور بی بی سے کہا کہ اس کا علاج میں کرتا ہوں لیکن شفا مجھ سے سمجھو۔ جب بیماری لمبی ہو گئی تو حضرت ایوبؑ نے خدا کی جناب میں فریاد شروع کر دی۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَ ذْكُرْ عَبْدَ نَاۤ اَیُّوْبَ ۘ اِذْنَادٰی	یاد کر ہمارے بندے ایوبؑ کا ذکر جب کہ
رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ	اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے شیطان
بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ؕ	نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔

حضرت ایوبؑ کو جب شیطان کی طرف سے خبریں پہنچیں تو اس وقت انھوں نے خدا سے فریاد کی۔ اس سے پہلے ان کو اتنی

شدّت کی بیماری دراز گزری تھی فریاد تک نہ کی تھی۔

تفصیل

مال برباد ہو گیا۔ اولاد مر گئیں۔ جسم مبارک مریض ہو گیا۔ یہاں تک کہ سوئی کے ناکے برابر سارے جسم مبارک میں ایسی جگہ نہ تھی جہاں بیماری نہ ہو۔ صرف دل اور زبان سلامت تھے۔ پھر فقیری اور مفلسی کا یہ حال تھا کہ وقت کا کھانا پاس نہ تھا۔ اور اسی حال میں کوئی ایسا نہ تھا کہ خبر گیری کرتا۔ سوائے ایک نیک بخت بی بی صاحبہ کے جن کے دل میں خوفِ خدا تھا اور اپنے شوہر کا پیٹ پالتیں اور صدقہ بھی دیتی رہتیں۔ حالانکہ پہلے ان سے زیادہ مالدار دوسرا کوئی نہ تھا۔ اولاد بھی تابعدار اور دنیا کی ہر راحت موجود تھی۔ اب ہر چیز چھن گئی۔ شہر سے باہر کوڑا کرکٹ کی جگہ لا بٹھایا۔ اسی حالت میں کئی سال گزر گئے۔ اپنوں اور غیروں نے منہ پھیر لیا۔ حتیٰ کہ خیریت پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔ صرف آپ کی وہی نیک بیوی صاحبہ تھیں جو ہر وقت دن رات خدمت کے لئے کمر بستہ رہتی تھیں۔ بالآخر دورِ آزمائش ختم ہونے کا وقت آ گیا۔ پھر اُس برگزیدہ بندے نے رب العالمین کی بارگاہِ کرم میں تضرّع وزاری کی۔ کپکپاتے ہوئے ہونٹوں سے حضورِ قلب کے ساتھ دعا کی کہ اے میرے پالنہار خدا مجھے دکھ نے تڑپا دیا ہے اور تُو ارحم الراحمین ہے۔ اُسی وقت رحیم وکریم خدا نے اُن کی دعا کو قبول فرمایا اور حکم ہوا کہ زمین پر اپنا پاؤں مارو۔ پاؤں لگتے ہی وہاں ایک چشمہ اُبلنے لگا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ج هٰذَا — اپنا پاؤں مارو۔ یہ نہانے کا ٹھنڈا اور پینے کا

مُغْتَسَلٌ ۢبَارِدٌ وَّشَرَابٌ ط — پانی ہے۔

پاؤں مارتے ہی چشمہ جاری ہو گیا۔ حکم ہوا کہ اس کا پانی پی لو۔ پاؤں جب مارے تو دو چشمے جاری ہوئے۔ ایک نہانے کے واسطے دوسرا پینے کے واسطے۔ نہانے سے بدن کے اوپر کی بیماری چلی گئی اور پینے سے اندرونی بیماری سب کی سب جاتی رہی۔ ظاہری اور باطنی عافیت اور کامل تندرستی حاصل ہو گئی۔

بیماری کی مدت

ابن جریر اور ابنِ حاتم میں ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اٹھارہ سال تک اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہ السلام دکھ درد میں مبتلا رہے اور اپنے اور غیروں نے چھوڑ دیا تھا۔ ہاں آپ کے دو مخلص دوست صبح وشام خیریت ومزاج پُرسی کے لئے آ جایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک نے دوسرے سے کہا میرا خیال ہے کہ ایوبؑ نے خدا کی کوئی بڑی نافرمانی کی ہے کہ اٹھارہ سال سے اس بلا میں مبتلا ہیں اور خدا ان پر رحم نہیں کرتا۔ پھر اس دوسرے نے شام کو حضرت ایوبؑ سے وہ بات کہہ دی آپ کو اس بات سے بھی سخت رنج ہوا اور کہنے لگے میں نہیں جانتا کہ وہ ایسا کیوں کہتے ہیں۔ خدا خوب جانتا ہے۔ میری تو یہ حالت تھی کہ جب دو آدمی آپس میں جھگڑتے۔ میں دیکھتا دونوں خدا کو درمیان میں لاتے تو مجھ سے یہ نہ دیکھا جاتا کہ خدا تعالیٰ کے عزیز نام کی اس طرح یاد کی جاتی ہے۔ کیونکہ دو میں سے ایک ضرور مجرم ہوگا۔ اور وہ دونوں اللہ تعالیٰ کا نام لے رہے ہیں تو میں اپنے پاس سے دے دلا کر ان کے جھگڑے کو ختم کر دیتا تھا۔ کہ خدا کے نام کی بے ادبی نہ ہو۔ اور اس وقت آپ کی حالت یہ تھی کہ چل پھر نہ سکتے تھے بلکہ پیشاب پاخانے کے بعد آپکی صاحبہ اٹھاتی تھیں۔ ایک دن آپ کی بیوی صاحبہ نہ تھیں تو آپ کو بڑی تکلیف ہوئی تو آپؑ نے خداوند کریم جل جلالہ، کے دربار میں اپنی صحت کے واسطے دعا کر دی۔

(تفسیر ابن کثیر)

ارشاد ربانی ہے۔

وَاَیُّوْبَ اِذْنَادٰی رَبَّہٗ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ط

اور ایوبؑ نے جب پکارا اپنے پروردگار کو بے شک مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے حالانکہ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

پروردگار عالم جل جلالہ، نے آپؑ کی فریاد کو منظور فرما دیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ فَکَشَفْنَا مَا بِہٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَیْنٰہُ اَھْلَہٗ وَمِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِکْرٰی لِلْعٰبِدِیْنَ ط

پس قبول کیا اسکی فریاد کو اور دور کر دی ہم نے وہ تکلیف جس میں وہ مبتلا تھا اور دیا ہم نے اس کو اہل اور اپنی رحمت سے اتنا ہی اور دیدیا اس لئے کہ عابدوں کے لئے یادگار ہے۔

ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ان کی مری ہوئی اولاد اور کنبے کو زندہ کر دیا اور سات بیٹے اور سات سمجھا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام چالیس سال تک زندہ ہے۔ اس میں آپ نے اپنی چار پشتوں کو دیکھا۔

وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام رومی تھے۔انوس کے بیٹے عیص اسحٰق کے پوتے تھے۔اور بیوی ان کی رحمت نام تھا۔اور معالم تنزیل میں ہے کہ ایوب علیہ السلام تیسری پشت میں عیص ابنِ اسحٰق علیہ السلام سے جا ملے۔ (تفسیر حقانی)

حضرت ایوبؑ نے دراز بیماری میں صبر کیا اور پروردگار عالم سے صحت کے واسطے التجا کی تو پروردگارِ عالم جل جلالہٗ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا۔تندرستی عطا فرمائی پھر مری ہوئی اولاد اور کنبہ اور جانور وغیرہ سب کچھ دوبارہ عطا فرمایا۔

جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ	اور ہم نے اسے اس کا پورا کنبہ عطا فرمایا
رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى	بلکہ اتنا ہی اور بھی اسی کے ساتھ اپنی خاص
الْاَلْبَابِ ط	رحمت سے دیا۔اور عقلمندوں کے لئے نصیحت ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے پروردگارِ عالم جل جلالہٗ سے التجا کی کہ الٰہی تو ارحم الرّاحمین ہے میری حالت پر رحم فرما۔بی بی صاحبہ جب آئی تو ان سے پہلے جبرئیل علیہ السلام جامہ پہنا کر حضرت ایوبؑ کو چلے گئے تھے۔بی بی صاحبہ نے آ کر دیکھا کہ مریض شوہر تو نہیں اور کوئی تندرست نورانی چہرے والا آدمی بیٹھا ہے۔پہنچان نہ سکیں اور دریافت کرنے لگیں کہ اے اللہ کے بندے! یہاں اللہ کے ایک نبی جو درد دُکھ میں مبتلا تھے آپ نے ان کو دیکھا ہے یا نہیں۔واللہ جب وہ تندرست تھے تو تم جیسے تھے۔آپ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں۔اس وقت بڑی خوشی سے بی بی صاحبہ نے فرمایا یہ کیسے ہوا؟ فرمایا خدا کا فضل آ گیا اور سارا واقعہ بیان فرمایا۔راوی کہتا ہے کہ آپ کی دو کوٹھیاں تھیں۔ایک گیہوں کے لئے اور ایک جَو کے لئے۔پروردگار عالم جل جلالہٗ نے دو ابر بھیجے ایک سے سونا برسا اور ایک سے اناج وہ دونوں کوٹھیاں ایک اناج سے اور دوسری سونے سے بھر گئیں۔

(ابن جریر)

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام نہا رہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹڈیاں برسنے لگیں۔آپ نے جلدی جلدی ان کو کپڑے میں سمیٹنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی کہ اے ایّوب کیا میں نے تمہیں غنی اور بے پرواہ نہیں کر دیا۔آپ نے جواب دیا ہاں خدایا بیشک تو نے مجھے بہت کچھ دے رکھا ہے۔میں اس سے غنی اور بے نیاز ہوں لیکن تیری رحمت سے بے نیاز نہیں ہوں۔بلکہ اس کا تو پورا محتاج ہوں۔پس پروردگار عالم جلّ جلالہٗ نے اپنے صابر پیغمبر کو نیک بدلے اور بہتر جزائیں عطا فرمائیں۔اولاد بھی دی اور اس کی مثل اور بھی دی۔

حضرت حسن اور قتادہؒ سے تو منقول ہے کہ مردہ اولاد بھی خدا نے دوبارہ زندہ کردی اور اتنی مزید اولاد عطا فرمائی۔ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوان کے صبر اور استقلال اور رجوع الی اللہ اور تواضع اور انکساری کے بدلے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے ان کو عطا فرمایا اور عقلمندوں کے لئے نصیحت وعبرت ہے۔ وہ جان لیتے ہیں کہ صبر کا بدلہ اور انجام کشادگی ہے اور رحمت اور راحت ہے۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کی حالت میں ان کی بیوی صاحبہ اپنے بالوں کی لٹ بیچ کر ان کے لئے کھانا لائی تھی تو اس بات سے حضرت ایوبؑ ناراض ہو گئے اور قسم کھائی کہ اگر میں تندرست ہو گیا تو پھر میں تجھے سو کوڑے ماروں گا۔ اور بعض روایات میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ شیطان نے کہا تھا کہ اس کا علاج میں کرتا ہوں لیکن شفا میرے سے سمجھے اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ شیطان نے گوشت خنزیر وغیرہ ناجائز چیز بتائی جیسا کہ اوپر گزر گیا ہے۔ قسم کھائی تھی۔ بہر حال اب قسم کو پورا کرنے کا ارادہ کیا لیکن ایسی نیک صفت خاتون ایسی سزا کے لائق نہ تھی جو سزا حضرت ایوب علیہ السلام نے طے کر رکھی تھی۔ اس لئے رب العالمین اور ارحم الرّاحمین نے اُن پر رحم فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَخُذۡ بِيَدِكَ ضِغۡثًا فَاضۡرِبۡ بِّهٖ وَلَا تَحۡنَثۡ ؕ اِنَّا وَجَدۡنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعۡمَ الۡعَبۡدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ؕ

اور اپنے ہاتھ میں تیلیوں کی ایک جھاڑو لے کر مار دے اور قسم کا خلاف نہ کر۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اُسے بڑا صابر بندہ پایا۔ وہ بڑا نیک بندہ تھا اور بڑی ہی رغبت رکھنے والا۔

کیونکہ ایسی صابر وشاکر بی بی پر سزا بھی نہ ہوگی۔ یہ ہی دستورِ خداوندی ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو جو اس سے ڈرتے ہوں برائیوں اور بدیوں سے ط رکھتا ہے۔ ایوب علیہ السلام تو بڑے صابر وشاکر پائے گئے اور خداوند فرماتا ہے کہ آپؑ کے دل میں ہماری سچی محبت تھی اور وہ ہماری طرف جُھکتا رہا اور ہمیں سے لَو لگائے رہا۔ جو اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ سے ڈرتا ہے تو پروردگارِ عالم ارحم الراحمین اس کے لئے چھٹکارے کی صورت نکال دیتا ہے۔ (تفسیر ابنِ کثیر)

مسئلہ

معارف القرآن میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ وَخُذۡ بِيَدِكَ ضِغۡثًا کے تحت چند مسائل غور طلب ہیں۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی کو سو ۱۰۰ قمچیاں مارنے کی قسم کھالے اور بعد میں

سو ۱۰۰ قمچیاں الگ الگ مارنے کی بجائے تمام قمچیوں کا گٹھا بنا کر ایک ہی مرتبہ مار دے تو اس سے قسم پوری ہو جاتی ہے اسی لئے حضرت ایوب علیہ السلام کو ایسا کرنے کا حکم ہوا۔

یہی حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔

لیکن ابن ہمام لکھتے ہیں کہ اس کے لئے دو شرطیں ضروری ہیں۔

(۱) اس کے بدن پر ہر قمچی طولاً یا عرضاً ضرور لگ جائے۔

(۲) اس سے کچھ نہ کچھ تکلیف ضرور ہو۔

اگر اتنے ہلکے سے قمچیاں بدن کو لگائی گئیں کہ بالکل تکلیف نہ ہو تو قسم پوری نہ ہوگی۔ (فتح القدیر ۴/ ۷ ۱۳)

حیلوں کی شرعی حیثیت

اس آیت سے دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ نامناسب یا مکروہ بات سے بچنے کے لئے اگر کوئی شرعی حیلہ اختیار کر لیا جائے تو وہ جائز ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت ایوبؑ کے واقعہ میں قسم کا اصلی تقاضا یہ ہے کہ آپ کی زوجہ مطہرہ بے گناہ تھیں اور انھوں نے آپ کی بے مثال خدمت کی تھی اس لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے خود ایک حیلہ کی تلقین فرمائی۔ اور یہ تصریح کر دی کہ اس طرح ان کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس قسم کے حیلے اس وقت جائز ہوتے ہیں جبکہ انھیں شرعی مقاصد کے ابطال کا ذریعہ نہ بنایا جائے۔ اگر حیلہ کا مقصد یہ ہو کہ کسی حقدار کا حق باطل کیا جائے یا کسی صریح حرام فعل کو کسی طریقے سے اپنے لئے حلال کر لیا جائے تو ایسا حیلہ بالکل ناجائز ہے۔ مثلاً زکوٰۃ سے بچنے کے لئے بعض لوگ یہ حیلہ کرتے ہیں کہ سال کے ختم ہونے سے ذرا پہلے اپنا مال بیوی کی ملکیت میں دے دیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد بیوی نے شوہر کی ملکیت میں دے دیا اور جب اگلا سال ختم ہونے کے قریب ہوا تو شوہر نے بیوی کو ہبہ کر دیا اور اس طرح کسی پر زکوۃ واجب نہیں ہوئی۔ ایسا کرنا چونکہ مقاصد شرعیہ کو باطل کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اس لئے حرام ہے اور شاید اس کا وبال ترکِ زکوۃ کا وبال سے بھی زیادہ بڑا ہو۔

نامناسب کام پر قسم کھانا

(۳) اگر کوئی شخص کسی نامناسب غلط یا ناجائز فعل پر قسم کھالے تو ہو قسم منعقد ہو جاتی ہے۔ اور اس کے توڑنے پر کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس صورت میں کفارہ نہ آتا تو حضرت ایوبؑ کو حیلہ نہ تلقین فرمایا جاتا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کسی نامناسب کام پر اگر قسم کھالی جائے تو شرعی حکم یہ ہے کہ اسے توڑ کر کفارہ ادا کر

دیا جائے۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص ایک قسم کھا لے۔ پھر بعد میں اس کی رائے ہو کہ اس قسم کے خلاف عمل کرنا زیادہ بہتر ہے تو اسے چاہئے کہ وہی کام کرے جو بہتر ہو، اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرے۔ (معارف القرآن ۵۲۳/ج ۷)

حضرت ایوبؑ چالیس ۴۰ سال زندہ رہے۔ اور آپ نے اپنی اولاد چار پشتوں تک دیکھی۔ (قصص القرآن)

پھر خدا کے حکم سے روم چلے گئے اور وہاں اسلام کی دعوت دیتے رہے اور وہیں آپؑ نے وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم ط

اشعار

مومنوں کو قید خانہ ہے جہاں قیدیوں کو چین وراحت ہے کہاں
فاسقوں کو ہے یہ ہمت بیگماں زیست پھر کرلیں وہ اس میں خوبیاں
دم جو نکلا داخل فی النار ہے

ہے بہت ایوب کا مشہور حال گر پڑی تھی سب بدن کی گلکے کھال
ہو گئیں آنکھیں تباہ اولاد ومال آپ تھے ایسی بلا میں چند سال
مستحق ِ رحم وہ بیمار ہے

سب ہیں محتاج اور خدا ہے بے نیاز ہر مصیبت میں وہی ہے کارساز
مانگ اس سے مانگنے سے رہ نہ باز نرد بان ِ بام وصلش کردراز
فضل اس کا ہر طرح درکار ہے

جب ہوئے ایوب غم میں مبتلا نیش نے کیڑوں کے بے طاقت کیا
تب پکارے اس کو یارب دے شفا آن میں ان کو کیا چنگا بھلا
ایسی تکلیفوں میں اللہ یار ہے

قوتِ مغز عبادت ہے دعا سب گناہوں کی شفاعت ہے دعا
رافع ہر دردوآفت ہے دعا بخشی قرضوں سے راحت ہے دعا
مانگ حق سے جو تجھے درکار ہے

ڑڑڑڑز

حضرت شعیب علیہ السلام

قرآن مجید میں آپ کا ذکر مندرجہ ذیل مقامات پر ہے۔

۱۔ پارہ ۸	سورہ اعراف	رکوع ۱۱
۲۔ پارہ ۱۰	سورہ توبہ	رکوع ۹
۳۔ پارہ ۱۲	سورہ ہود	رکوع ۸
۴۔ پارہ ۱۷	سورہ الحج	رکوع ۶
۵۔ پارہ ۱۹	سورہ شعراء	رکوع ۱۰
۶۔ پارہ ۲۰	سورہ عنکبوت	رکوع ۴

مدین

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے۔ اوران کی نسل کو اہل مدین کہا گیا ہے۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کی تیسری بیوی قنطور کی اولاد ہے۔ یہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ حضرت اسماعیلؑ کے قریب ہی حجاز میں آباد ہو گئے تھے۔ یہ خاندان آگے چل کر ایک بہت بڑا قبیلہ بن گیا تھا۔ اسی قبیلہ کو اصحاب ایکہ بھی کہ جاتا ہے۔ یہ قبیلہ حجاز میں شام کے متصل تھا۔ عرب کے جغرافیہ میں جو شاہراہ حجاز کے تاجروں کو شام، فلسطین، عین اور مصر تک لے جاتی تھی۔ وہ بحیرہ قلزم کے مشرقی کنارے سے ہو کر گزرتی تھی، یہ سردی وگرمی دونوں موسموں میں قریشی قافلوں کے لئے بڑی تجارتی سڑک تھی۔

قرآن مجید میں اسی سڑک کو اِمَامٍ مُبِیْنٍ (الحجر) کہا گیا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔

نسب نامہ

تفسیر حقانی نے آپ کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔ شعیبؑ بن صفیون بن عیفا، بن ثابت، بن مدین، بن ابراہیمؑ۔

اصحاب ایکہ

یعنی جھنڈ والے، عربی میں لفظ ایکہ ان سرسبز وشاداب جھاڑیوں کو کہتے ہیں۔ جو ہرے بھرے درختوں کی

کثرت کی وجہ سے جنگلوں میں ہوتی ہیں۔ مدین کی آبادی بحر قلزم کے مشرقی کنارے اور عرب کے شمال مغرب میں اس جگہ آباد تھی۔ جس شام کے متصل حجاز کا آخری حصّہ کہا جاتا ہے۔ نہروں اور آبشاروں کی کثرت نے اس علاقے کو اس قدر سرسبز وشاداب بنا دیا تھا۔ اور وہاں میوے دار درختون اور پھولوں کے اس قدر باغات تھے کہ اگر کوئی آدمی باہر سے دیکھتے تو ایک جھنڈ نظر آتا تھا تو اس مناسب سے اہل مدین کو اصحابہ ایکہ بھی کہا گیا۔ اور بعض کے بزدیک یہ قبیلہ دو حصوں میں بٹ گیا تھا، شہر کے رہنے والے اہل مدین کہلاتے تھے اور دیہات کے رہنے والے اصحاب ایکہ کہلاتے تھے۔

قوم مدین کی گمراہی

قوم عاد وثمود کی طرح قوم مدین بھی بت پرستی میں مبتلا تھی۔ اور اس جرم کے ساتھ ساتھ خرید وفروخت اور ناپ تول میں بھی یہ لوگ گڑ بڑ کرتے تھے۔ معاملات میں کھوٹ اور ڈاکہ زنی اور مال کی فراوانی نے ان کو اس قدر مغرور اور متکبر بنا دیا تھا کہ وہ ان تمام کاموں کو اپنی ذات میراث اور خاندانی ہنر سمجھ بیٹھے تھے۔

اس قوم کی ہدایت کے لئے اللہ نے خطیب الانبیاء حضرت شعیب علیہ السلام کو منتخب فرمایا۔ آپؑ نے ان لوگون کو شرک سے بیزاری اور خدا کی توحید کا درس دیا، اور رشد وہدایت کی تعلیم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا، اور ناپ تول کو پورا رکھنے کی ہدایت دی۔

جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ط قَالَ یٰقَوْ مِ اعْبُدُ واللّٰہَ مَالَکُمْ مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ط وَلاَ تَنْقُصُو الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ اِنِّیْ اَرَاکُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ۔

اور اہل مدین کی طرف ہم نے ان کو بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔اس نے کہا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو۔جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور تم پیمانہ بھرنے اور تولنے میں کمی نہ کیا کرو،میں تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور میں تم کو ایسے عذاب کے دن سے ڈراتا ہوں جو ہر قسم کے عذاب کا جامع ہوگا۔

حضرت شعیبؑ نے لوگوں کو ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کی،مگر اس بدبخت قوم پر کوئی اثر نہ ہوا اور اپنے گزشتہ بھائیوں کی طرح انھوں نے بھی اللہ کے نبی پر اعتراض کرنے شروع کر دیئے کہ کیا آپ کو آپ کی نماز یہ کہتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیں اور اپنے مال میں اپنی مرضی سے تصرف نہ کریں۔ان کی بات قرآن مجید نے اس طرح نقل کی ہے۔

قَالُوْ ایَاشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ اَنْ نَتْرُکَ مَایَعْبُدُ اٰبَاءُ نَا اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْ اَمْوَالِنَا مَانَشٰٓؤُاِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ۔

کہنے لگے کہ اے شعیب کیا تیری نماز نے تجھ کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم ان معبودوں کی عبادت ترک کر دیں جن کی عبادت ہمارے باپ کرتے آئے ہیں،اور کیا ہم

حضرت شعیب علیہ السلام پر چند کمزور آدمی ایمان لائے اور مال دار افراد اور قوم کے بدمعاشوں کا یہ طریق کار تھا

کہ جو لوگ شعیبؑ کی خدمت میں دین سمجھنے اور قبول کرنے کی غرج سے آتے، ان کو راستہ میں رول کر ڈراتے دھمکاتے اور مسلمانوں کے روبرو جاہلانہ شکوک وشبہات پیش کرتے، اور دین حق میں ٹیڑھی ٹیڑھی باتیں نکالنے کی کوشش کرتے۔ آپ نے ان کو بھی روکا، لیکن بد باطن لوگ بجائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی بات سنتے اور اپنے لئے اللہ کے نبی کو ایک رحمت سمجھتے اور شعیبؑ پر ایمان لاتے۔ الٹا وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ شعیبؑ بھی ہماری ملت میں شامل تھا اور ہم سے الگ ہو گیا ہے اور ساتھ ساتھ انھوں نے ان لوگوں کی واپسی کا بھی مطالبہ کیا جو واقعی گگر کو چھوڑ کر مسلمان ہو چکے تھے۔ اور شعیبؑ کو دھمکی دی کہ یا تو ہمارے دین میں شامل ہو جاؤ ورنہ ہماری بستی سے نکل جاؤ۔ اور شعیب سے کہنے لگے کہ اگر تیرا اتنا بڑا قبیلہ نہ ہوتا تو ہم دیکھتے کہ تو کس طرح ہمیں اس دین کے ہٹاتا ہے۔ ہم تجھے سنگسار کر دیتے۔ حضرت شعیبؑ نے ان کو جواب دیا کیا میرا قبیلہ اللہ سے بھی تم کو زیادہ عزیز ہے؟ اور خدا کو تم نے بھلا کر پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ یقینا جو تم عمل کرتے ہو وہ سب میرے رب کے احاطۂ علم میں ہے۔ حضرت شعیبؑ نے گذشتہ تباہ شدہ قوموں کا حوالہ دیتے ہوئے ان کو فرمایا کہ ان لوگوں نے بھی اللہ کے انبیاء کی مخالفت کی تھی اور اپنی ضد پر ڈٹے رہے تھے۔ اللہ نے ان سے انتقام لیا اور ان تمام کو کیفرِ کردار تک پہنچایا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری مخالفت کی وجہ سے تم کو بھی کوئی ناگہانی آفت آگھیرے۔ اس لئے اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ اور نبی کی مخالفت سے اللہ کا عذاب نہ خریدو۔ قولہ تعالیٰ۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ۔	اور اے میری قوم تم کو میری مخالفت کہیں ایسے کاموں پر آمادہ نہ کر دے کہ تم پر اس طرح کے مصائب نازل ہوں جیسے نوح کی قوم یا ہود کی قوم یا صٰلح کی قوم پر نازل ہو چکے تھے اور لوط کی قوم کا زمانہ تم سے دور بھی نہیں۔

لیکن ان لوگوں نے نہ تو بت پرستی چھوڑی اور نہ ناپ تول درست کیا۔ الٹا اپنے محسن کے دشمن ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ یا تو ہمارے دین میں واپس آجا یا اس بستی سے نکل جا۔ حضرت شعیبؑ نے دیکھا کہ اب ان سے کوئی امید نہیں۔ اور ان کو میں ہر طرح سے سمجھا چکا۔ تو آخری فیصلہ سنا دیا کہ اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو اور میں اپنی حالت پر عمل کر رہا ہوں، تھوڑے دنوں میں معلوم ہو جائے گا کہ کس پر رسوا کن عذاب آتا ہے اور کون جھوٹا ہے اور کون سچا ہے۔ ادھر اللہ تعالیٰ سے دعا کر دی۔

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ۔	اے ہمارے رب ہماری قوم کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے اور تو ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے شعیبؑ کی دعا قبول فرمائی اوران گمراہوں پر اپنا عذاب نازل کر کے ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔ان لوگوں پر تین طرح کے عذاب آئے تھے۔(۱)صیحہ (چیخ)(۲)رجفہ (زلزلہ)(۳)عذاب یوم الظلۃ (سایہ بان والے دن کا عذاب)۔

ان پر عذاب کی یہ صورت تھی کہ اوّل ان کی بستی میں سخت گرمی پڑی جس سے سب لوگ بلبلا اُٹھے۔پھر ان کے قریب جنگل میں ایک گہرا بادل آیا جس سے اس جنگل میں سایہ ہوگیا۔یہ دیکھ کر تمام بستی والے اس سایہ کے نیچے جمع ہو گئے۔اس طرح یہ خدائی مجرم بغیر کسی وارنٹ کے اور سپاہی کے خود ہی اپنی ہلاکت کی جگہ پہنچ گئے۔جب سب کے سب جمع ہو گئے تو اس بادل سے آگ برسنے لگی اور زمین میں زلزلہ آیا جس سے یہ سارے کے سارے ہلاک ہو گئے۔ان پر پہلے بادل سے آگ برسی پھر سخت چنگھاڑ کی آواز آئی۔پھر زلزلہ آیا۔

(معارف القرآن)

قرآن مجید نے اس کا ذکر ان الفاظ سے کیا ہے۔

فاخذتهم الرجفة فاصبحوا فی دارهم جاثمین۔(اعراف)	ان کو زلزلہ نے آ پکڑا ،پھر وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل اوندھے پڑے رہ گئے۔
کان لم یغنوا فیھا۔ (هود اعراف)	گویا وہ کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے۔
الا بعدا لمدین کما بعدت ثمود۔ (هود)	خوب سن لو مدین بھی رحمت سے اسی طرح دور کئے گئے جس طرح ثمود رحمت سے دور کئے گئے تھے۔

تفسیر حقانی ہے کہ آخر اس قوم کا وقت بھی قریب آ گیا تھا خدا تعالیٰ نے ان پر ایک دھواں سا اٹھایا جس کی گرمی دلوں کو کباب کرتی تھی۔یہ دھواں جس کو ظلہ سے تعبیر کیا ہے۔وہاں کی زمین اور پہاڑوں کا دھواں تھا جو بوقت

زلزلہ پیدا ہوتا تھا۔ ادھر خدا نے زلزلہ بھیجا جس نے تھوڑی دیر میں ان کو ہلاک کر دیا۔ پھر تو وہ اپنے مصیبت کے وقت مہیب آواز بھی پیدا ہوئی اور اوپر سے دھوویں کا ابر آتشین اور نیچے سے زلزلہ عظیم، اور اس پر ہیبت ناک آواز بری موت کا سامان تھا جس کے تصور سے دل لرز جاتا تھا۔ ایسی حالت میں انسان کی عادت ہے کہ وہ اپنا منہ چھپاتا پھرتا ہے اور زمین کو پکڑتا ہے۔ اس قوم نے بھی ایسا ہی کیا ہوگا جو اندھے کے اوندے پڑے ہوئے جان نکل گئی۔ حضرت شعیبؑ اور ان کے متبعین اس بلا سے محفوظ رہے۔ پھر شعیبؑ نے اس قوم کو اوندھا پڑا ہوا اور ان کے گھروں کو اجاڑ اور لاوارث دیکھا۔ گویا ان کے گھروں میں کوئی بسا ہی نہ تھا۔ بڑی حسرت کے ساتھ تاسف اور رنج کر کے ان مردوں سے یہ خطاب کیا۔

يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰی عَلٰی قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ۔

اے میری قوم! میں نے تم کو اپنے رب کے پیغام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی تھی۔ پھر جنھوں نے قبول حق سے انکار کیا ان پر افسوس کیونکر کروں۔

وفات اور قبر

حضرت شعیب علیہ السلام قوم کی ہلاکت کے بعد حضرموت کے مشہور شیون کے مغربی جانب ایک مقام ہے جس کو شبام کہتے ہیں وہاں تشریف لے گئے اور وہیں آپ کا انتقال ہوا۔

شبام کی طرف اگر کوئی شخص وادیٔ ابن علی کی راہ ہوتا ہوا شمال کی جانب چلے تو وادی کے بعد وہ جگہ ہے جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی قبر مبارک ہے۔ وہاں آبادی بالکل نہیں صرف زیارت کے لئے لوگ وہاں آتے جاتے ہیں۔ (قصص القرآن)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم ط

اشعار

منہ نہ تو ہرگز نصیحت سے پھرا دین کی باتیں سناتا رہ سدا
گالیاں دے کوئی یا مانے برا جان یہ نصیحت ہے ارث انبیاء
نوح اور یونس کا ورثہ یار ہے

اہل مدین سے ہوئے عاجز شعیب سوطرح کے آپ پر دھرتے تھے عیب
اور نبوت میں کیا تھا شک وریب ایک صدائے غیب جو آئی زغیب
ان کا ویران آج تک گھر بار ہے

ایک بھی کافر نہ آیا پھر نظر مر گئے فانی ہوئے سب گھر کے گھر
بلکہ سارے گرِ پڑے دیوار و در کوئی واں بستا نہیں ابتک بشر
بچ گئے مومن خدا غفار ہے

سختیاں کفار نے حضرت پہ کیں آپنے جزء صبر دم مارا نہیں
کی نصیحت سب طرح انکے تیئں تا کہ سیدھی راہ پہ آویں یہ لعین
ہم کو بھی سنت وہی درکار ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام

آپ کا ذکر قرآن مجید میں مندرجہ ذیل مقامات پر آیا ہے۔

۱۔ پارہ ۱	سورہ البقرہ	رکوع ۶ تا ۹
۲۔ پارہ ۱	سورہ البقرہ	رکوع ۱۱۔ ۱۲
۳۔ پارہ ۲	سورہ البقرہ	رکوع ۳۱
۴۔ پارہ ۳	سورہ آل عمران	رکوع ۹
۵۔ پارہ ۶	سورہ نساء	رکوع ۲۳
۶۔ پارہ ۶	سورہ مائدہ	رکوع ۴
۷۔ پارہ ۷	سورہ انعام	رکوع ۱۰۔ ۱۱
۸۔ پارہ ۸	سورہ انعام	رکوع ۱۹
۹۔ پارہ ۹	سورہ اعراف	رکوع ۱۳ تا ۲۰
۱۰۔ پارہ ۱۱	سورہ یونس	رکوع ۸۔ ۹
۱۱۔ پارہ ۱۲	سورہ ہود	رکوع ۲۔ ۹
۱۲۔ پارہ ۱۳	سورہ ابراہیم	رکوع ۱
۱۳۔ پارہ ۱۵	سورہ الاسرا	رکوع ۱۔ ۱۲
۱۴۔ پارہ ۱۵	سورہ کہف	رکوع ۹
۱۵۔ پارہ ۱۶	سورہ مریم	رکوع ۴
۱۶۔ پارہ ۱۶	سورہ طٰہٰ	رکوع ۱ تا ۶
۱۷۔ پارہ ۱۷	سورہ انبیاء	رکوع ۴
۱۸۔ پارہ ۱۷	سورہ الحج	رکوع ۶

۱۹۔ پارہ۱۸	سورہ مؤمنون	رکوع ۳
۲۰۔ پارہ۱۹	سورہ فرقان	رکوع ۴
۲۱۔ پارہ۱۹	سورہ شعراء	رکوع ۲ تا ۴
۲۲۔ پارہ۱۹	سورہ نمل	رکوع ۱
۲۳۔ پارہ۲۰	سورہ قصص	رکوع ۱ تا ۵
۲۴۔ پارہ۲۰	سورہ قصص	رکوع ۸
۲۵۔ پارہ۲۰	سورہ عنکبوت	رکوع ۴
۲۶۔ پارہ۲۱	سورہ سجدہ	رکوع ۳
۲۷۔ پارہ۲۲	سورہ احزاب	رکوع ۹
۲۸۔ پارہ۲۳	سورہ الصّٰفّٰت	رکوع ۴
۲۹۔ پارہ ۲۴	سورہ مومن	رکوع ۳ تا ۶
۳۰۔ پارہ ۲۴	سورہ حٰم سجدہ	رکوع ۶
۳۱۔ پارہ ۲۵	سورہ شوریٰ	رکوع ۲
۳۲۔ پارہ ۲۵	سورہ زخرف	رکوع ۵
۳۳۔ پارہ۲۵	سورہ دخان	رکوع ۱۔ ۲
۳۴۔ پارہ۲۷	سورہ زاریات	رکوع ۲
۳۵۔ پارہ۲۷	سورہ قمر	رکوع ۲
۳۶۔ پارہ۲۸	سورہ الصّف	رکوع ۱
۳۷۔ پارہ ۳۰	سورہ النازعات	رکوع ۱
۳۸۔ پارہ ۳۰	سورہ الاعلیٰ	رکوع

نسب نامہ

حضرت موسیٰ ابن عمران قامت بن لاوی بن حضرت یعقوبؑ بن حضرت اسحق بن حضرت ابراہیمؑ آپ کی

والدہ ماجدہ کا نام تفسیر کشف الرحمن نے یارخا یا ایارخت بنایا ہے۔اور روح المعانی میں یوخاند یا لحیانہ بنت یعمد بن لاوی ہے۔اور بعض لوگوں نے لوقا بھی بتایا ہے۔معلوم ہوا کہ ان پانچ ناموں میں ایک ہوگا ا۔ یارخا ۲۔ ایارخت ۳۔ یوخاند ۴۔ لحیانہ ۵۔ لوقا۔

بنی اسرائیل

حضرت یعقوب علیہ السلام کا دوسرا نام اسرائیلی تھا آپ کے بارہ بیٹے تھے۔ان کی اولاد کو بنی اسرائیلی کہا جاتا ہے۔ پہلے تو یہ لوگوں کنعان میں آباد تھے پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ کے بعد مصر میں جا بسے۔اس طرح بنی اسرائیلی مصر میں پھلے پھولے اور لاکھوں کی تعداد تک پہنچ گئے۔حضرت یوسف علیہ السلام کے دور کا بادشاہِ مصر ریّان بن ولید جو آپ کے ہاتھوں مسلمان ہوا تھا جب اس کا انتقال ہوا تو مصر کا نظم ونسق یوسف علیہ السلام کے ہاتھ آ گیا۔آپ کی وفات کے بعد ایک بادشاہ قابو نامی والیٔ مصر ہوا۔کفر وضلالت کی جو رسومات حضرت یوسفؑ کے دور میں ختم ہوگئی تھیں اس نے ان کو از سر نو زندہ کیا۔جبکہ اولاد یعقوبؑ نے اس طریقہ کو قطعاً قبول نہ کیا تو اس نے ان کو غیر ملکی تصور کر کے غلام بنا لیا اور انتہائی سخت کام لینے لگا۔جب اس کا انتقال ہوا تو اس کا بھائی ولید بن مصعب والیٔ مصر ہوا۔مصر کے بادشاہ کو فرعون کہتے ہیں یہ اگلے فرعون سے بھی زیادہ ظالم تھا۔اُس نے کہا اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی میں تمہارا بڑا رب ہوں،رب ہونے کا دعویٰ کیا۔

تفسیر عزیزی میں مذکورہ ہے کہ اس نے یہ احکام جاری کئے کہ ادنیٰ سے اعلیٰ تک تمام رعایا مجھے سجدہ کرے۔چنانچہ ہامان نے سب سے پہلے سجدہ کیا۔پھر اور وزیروں اور سرداروں نے سجدہ کیا۔اور جو لوگ دور دراز میں رہتے تھے۔ان کے لئے اپنے سونے کے مجسمے بنوائے ان کے نیچے ہاتھی کے دانت،آبنوس اور چاندی کے تخت رکھے۔اور ان کے آس پاس سنہری درخت جڑوائے اور ان کی پتیاں زمرد کی تیار کرائیں،اور چاندی سے پرندے تیار کرا کے ان کی چونچ میں جواہر دے کر درختوں کی ہر شاخ پر اس طرح بٹھا دیئے تھے۔اور ہر جانور میں ایسی ترکیب رکھی تھی کہ جس وقت بھی خادم اس تخت کو حرکت دیتے تو ان کے پیٹ میں سے یہ آواز نکلتی کہ اے مصر کے لوگو! فرعون تمہارا خدا ہے اس کو سجدہ کرو۔اس آواز کو سن کر ہر قصبے اور گاؤں والے اس مورتی کے آگے سجدہ ریز ہوتے۔لیکن بنی اسرائیلی اس سے باز رہے۔فرعون نے ان کے سرداروں کو بلا کر تنبیہ کی اور ان کو کہا کہ تم نہ مجھے سجدہ کرتے ہو اور نہ میری تصویروں کو۔معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنی زندگی سے بیزار ہو۔لیکن یہ کسی دھمکی سے مرعوب نہ ہوئے۔اور بنی

اسرائیلی کے سرداروں نے کہا کہ فرعون کا عذاب ہلکا ہے اور عذاب خداوندی ابدی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ فرعون کے عذاب پر صبر کرو، اور اس کو سجدہ نہ کرو۔ یہ بات تمام بنی اسرائیل نے منظور کر لی اور فرعون کو بھی باور کر دیا ہم ہرگز بھی تجھ کو یا تیری تصویر کو سجدہ نہیں کر سکتے۔ فرعون نے تانبے کی بڑی بڑی دیگیں منگوائیں اور ان میں زیتون کا تیل اور گندھک ڈلوا کر گرم کیا۔ پھر بنی اسرائیل کو سجدہ کا حکم دیا۔ انکار کرنے والے کو تیل سے کھولتی ہوئی دیگوں میں پھینکوا تا گیا۔ یہاں تک کہ ایک انبوہ کثیر اس نے اس طرح جلا ڈالا۔ تو ہامان نے فرعون سے سفارش کی کہ اے بادشاہ ابھی ان کو مہلت دے تاکہ یہ سوچ سمجھ کر بادشاہ کا حکم قبول کر لیں۔ تو فرعون نے ان کو جلانا موقوف کر دیا۔ لیکن ان پر بیگاریں مقرر کر دیں۔ کچھ عرصہ یوں ہی گزرا۔

فرعون کا خواب

یہاں تک کہ فرعون نے تین رات مسلسل دہشت ناک خواب دیکھے کہ ایک آگ تمام مصر میں قبطیوں کی املاک جلاتی ہوئی چلی آتی ہے۔ اور جب بنی اسرائیل کے محلہ سے گزرتی ہے تو کسی کو بھی نہیں جلاتی، اور بنی اسرائیل کے محلہ سے ایک اژدھا نکلا اور فرعون کے اوپر دوڑ کر اس کو تخت پر سے اوندھا ڈال دیا۔ صبح کو فرعون نے نجومیوں کو اکٹھا کیا اور خواب کی تعبیر پوچھی تو انھوں نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کے زوال کا سبب ہوگا۔ چنانچہ فرعون نے کوتوال کو بلا کر اعلان کرا دیا کہ ایک ہزار پیادہ بنی اسرائیل کے محلہ میں مقرر کریں اور ایک ہزار دائیوں بھی ان کے ہمراہ کر دیں تاکہ بنی اسرائیل کے جس گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہو اس کو قتل کر ڈالیں اور لڑکیوں کو چھوڑ دیں۔ دو سال تک بنی اسرائیل پر اسی طرح ظلم ہوتا رہا۔

دائرۃ المعارف میں ہے کہ بارہ ہزار ۱۲۰۰ لڑکے قتل کئے گئے اور نوے ہزار حمل گرائے گئے۔ شعر

صدر	ہزار	طفل	سربریدہ	شُدہ
تاکلیم	اللہ	صاحب	دیدہ	شُدہ

اور تیسرے سال حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

فرعون نے جس کو روکنے کے لئے بنی اسرائیل میں ہزاروں بچے قتل کروائے، آخر وہ آ گیا اور فرعون اس کا کچھ بھی نہ کر سکا۔ ادھر نجومیوں نے اطلاع کر دی کہ وہ بچہ پیدا ہو چکا ہے لہذا خبردار رہنا۔

دائرۃ المعارف میں ہے کہ نجومیوں نے فرعون سے کہا کہ آج کی رات وہ بچہ ماں کے پیٹ میں جائے گا

فرعون سے اس رات حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے سب مرد آج اسکندریہ شہر میں چلے جائیں ۔ چنانچہ سب بنی اسرائیل اسکندریہ چلے گئے اور موسیٰ ؑ کے والد فرعون کے خاسکی تھے وہ اس کے محل کا پہرہ دے رہے تھے کسی سبب سے حضرت موسیٰ ؑ کی والدہ وہاں چلی گئی حضرت عمران نے ان کو طلب کیا تو حضرت موسیٰ ؑ والدہ کے شکم اطہر میں چلے گئے اس سے پہلے وزیروں نے فرعون سے عرض کی کہ بنی اسرائیل کے بڑے اپنی موت سے مر گئے اور بچوں کو تم نے ختم کر دیا تو پھر ہماری خدمت کون کرے گا۔ پھر فرعون نے حکم دیا کہ ایک سال کیلئے بچے چھوڑ دیئے جائیں اور ایک سال کا قتل کئے جائیں۔ معانی کے سال حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جس سال قتل کرتے تھے۔ اس میں حضرت موسیٰ ؑ پیدا ہوئے۔ تو فرعون نے کوتوال پر سختی کی، اور اس نے پیادوں پر سختی کی، تو پیادوں نے کہا کہ ہم نے ایک گھر میں صرف دائی کی بات پر اعتبار کیا ہے اور زیادہ تحقیق نہیں کی، تو کوتوال کے حکم پر عمران کے گھر میں گھس آئے، اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بڑی بہن کی گود میں تھے جس کا نام مریم تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ پیادے بغیر کسی اطلاع کے گھر میں گھس آئے ہیں تو فوراً بھائی کو تنور میں ڈال دیا جو اس وقت بھڑک رہا تھا اس خیال سے کہ اس کی جان تو ویسے بھی جائے گی مگر باقی گھر والے [illegible]ظ رہیں گے۔ جب پیادوں نے خوب تسلی کر لی کہ گھر میں کوئی لڑکا موجود نہیں اور تنور کو نہ دیکھا اور واپس چلے گئے اِدھر آپ کی والدہ فرطِ غم میں بے ہوش ہوگئی تھیں۔ ہوش آنے پر بیٹی سے بچے کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے اس کو جلتے تنور میں ڈال دیا تھا تو ان کے غم میں مزید اضافہ ہوگیا ۔ یکا یک تنور سے آواز آئی کہ اے اماں جان غم نہ کھا، اللہ نے جس طرح ابراہیمؑ پر آگ کو سرد کر دیا تھا، مجھ پر بھی سرد کر دیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے آپ کو تنور سے باہر نکالا۔ اس وقت آپ کی عمر چالیس ۴۰ دن کی تھی۔ اب آپ کی والدہ نے اپنے گھر میں مشورہ کیا کہ آخر یہ بچہ ہی ہے آواز نکالے گا، اور فرعون کے پیادے گھر گھر تلاشی لے رہے ہیں اس کو آواز سن لیں گے تو اس کو بھی اور ہم کو قتل کر دیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں چھوڑ دیں ، کسی گاؤں میں چلا جائے گا یہ زندہ بھی رہے گا اور ہم بھی فرعون کے خوف سے نجات پائیں گے۔ (تفسیر عزیزی)

موسیٰ ؑ کی والدہ کو الہام

اور ادھر اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کو یہ بات القاء کر دی

جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى اَنْ اَرْضِعِيْهِ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ط قصص	اور ہم نے والدہ موسیٰ کو الہام کیا کہ تو موسیٰ کو دودھ پلا۔ جب اس کی نسبت کوئی خطرہ محسوس کرے تو اس کو دریا میں ڈال دینا اور پریشان نہ ہونا نہ اندیشہ کرنا یقینا ہم اس کو تیری طرف واپس لوٹا دیں گے اور اس کو پیغمبروں میں سے کر دیں گے۔

تفسیر عزیزی میں ہے کہ سانوم نامی ایک بڑھئی سے والدۂ موسیٰ نے کہا کہ ہم کو ایک صندوق اس قدر (بچے کی لمبائی دیکھ کر) طول وعرض میں چاہئے، اور تختوں کو اس طرح ملانا کہ پانی اندر نہ جائے۔ بڑھئی کے پہنچنے پر والدۂ موسیٰ نے بتا دیا کہ ہمارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے ہم چاہتے ہیں کہ دریائے نیل میں چھوڑ دیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ فرعون کو اس کی اطلاع ہو جائے اور اس کے ساتھ ہمیں بھی نہ مار ڈالے۔ بڑھئی نے وعدہ بھی کر لیا کہ میں کسی سے بھی نہ کہوں گا اور یہ کام پوشیدہ کروں گا۔ جب یہ اپنے گھر گیا تو سنا کہ فرعون کا منادی آواز لگا رہا ہے کہ جو شخص ہمیں اس لڑکے کا پتہ بتائے جوان دنوں بنی اسرائیل میں پیدا ہوا ہے تو اس کو اتنا انعام دیا جائے گا۔ چنانچہ اس نے چاہا کہ میں راز فاش کر دوں۔ اس ارادے سے ابھی دروازے سے قدم باہر رکھا ہی تھا کہ اندھا ہو گیا اور اس کے دونوں پاؤں ٹخنوں تک زمین میں دھنس گئے اور ایک اسے آواز آئی کہ تو نے کہا تو تجھ کو فی الفور غرق کر دیں گے۔ اس نے توبہ کی تو اللہ نے اس کو نجات دی اور اس کی آنکھیں بھی ٹھیک ہو گئیں۔

لیکن علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر معالم التنزیل میں ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بڑھئی کئی بار اندھا ہوا توبہ کے بعد پھر ٹھیک ہو جاتا تھا پھر وہی ارادہ کرتا رہا آخر ناچار ہو کر سچی توبہ کی۔ پھر اس نے راتوں رات صندوق تیار کر کے والدۂ موسیٰ کی خدمت میں پہنچایا۔ موسیٰ کی والدہ نے اس کو مزدوری دینا چاہی تو کہنے لگا کہ اس خوش نصیب بچے کا ایک مرتبہ دیدار کرا دو یہی میری اجرت ہے۔ جب اس نے موسیٰ ؑ کو دیکھا تو اپنی آنکھیں ان کے قدموں پر ملیں اور رخصت ہوا۔ سب سے پہلے جو شخص آپ پر ایمان لایا وہ یہی بڑھئی تھا۔

ابن کثیر ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کو اس صندوق میں رکھ دیا۔ دودھ پلا کر اس صندوق میں سلا دیتیں۔ جہاں کہیں ایسا ڈراؤنا موقع آیا صندوق کو دریا میں بہا دیتیں اور ایک ڈوری سے اسے باندھ رکھا تھا خوف ٹل جانے

کے بعد اسے کھینچ لیتیں۔ ایک مرتبہ ایک شخص گھر میں آنے لگا جس سے بہت دہشت ہونے لگی، دوڑ کر اٹھیں اور بچے کو صندوق میں لٹا کر دریا میں ڈال دیا۔ جلدی اور گھبراہٹ میں ڈوری باندھنا بھول گئیں۔ صندوق پانی کی موجوں کے ساتھ زور سے بہنے لگا۔

تفسیر عزیزی میں ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کی بہن سے فرمایا کہ تو اس صندوق کے پیچھے جا اور دیکھتی رہ کہ کہاں جاتا ہے اگر شہر کے کنارے سے علیحدہ گیا تو ہماری خاطر جمع ہوگی۔ اور اگر شہر کے افراد میں سے کسی نے اٹھا لیا تو یقین ہے کہ وہ بادشاہ کے پاس جائیگا۔ چنانچہ آپ کی ہمشیرہ صندوق کو دیکھتی ہوئی انجان بن کر دریا کے کنارے کنارے چل رہی تھی۔ وہ صندوق دریا کے درمیان میں سے نکل کر اس نہر میں چلا گیا تھا جسے فرعون کھدوا کر نیل سے اپنے باغ میں لے گیا تھا۔ اس کا نام عین الشمّس رکھا تھا۔ صندوق پانی میں بہتا ہوا فرعون کے باغ میں جا پہنچا۔ اس وقت فرعون باغ کی سیر کر رہا تھا اور اس کے ہمراہ اس کی اہلیہ اور لڑکی کے علاوہ محل کے اور افراد بھی تھے۔ جب سب نے دیکھا کہ ایک صندوق نہر میں آرہا ہے لوگ دوڑے اسے اٹھا کر فرعون کے پاس لے گئے۔ حضرت موسیٰؑ کی بہن نے جب یہ دیکھا تو گھر جا کر والدہ کو اطلاع دیدی۔ والدہ یہ سُن کر غم سے نڈھال ہوگئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ ہم اسے تیری طرف لوٹا دیں گے۔ اس کو ہم رسول بنائیں گے تو خاطر جمع رکھ۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ فرعون کی بیٹی کے بدن پر سفید داغ تھے۔ نجومیوں نے کہا تھا دریا میں ایک صندوق ملے گا جس میں ایک بچہ ہوگا اس کا لعاب لگانے سے یہ داغ ختم ہو جائیں گے۔ جب یہ صندوق ملا تو فرعون کی لڑکی نے حضرت موسیٰؑ کے لعاب اپنے داغوں پر لگائے تو ہو ٹھیک ہوگئی۔

ادھر جب فرعون نے دیکھا کہ ایک لڑکا چند دنوں سے پیدا شدہ صندوق میں رکھا ہے۔ ہامان کو بلایا اور کہا کہ یہ وہی لڑکا ہے نجومی جس سے مجھے ڈارتے تھے۔ میرے اقبال کو دیکھ کر خود بخود کس طرح یہ ہمارے پاس آ گیا۔ اب اسے مار ڈالو۔ لیکن جب اس کی بیوی نے دیکھا تو کہنے لگی کہ اس کو ہرگز قتل نہ کرو۔

جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَقَالَتِ امْرَ ءَ ةُ فِرْعَوْنَ قُرَّةُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَکَ ط لَاتَقْتُلُوْہُ عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا اَوْ نَتَّخِذَہٗ وَلَدًاط وَھُمْ لَایَشْعُرُوْنَ ط

اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اس کو قتل نہ کرو۔عجب نہیں کہ ہم کو کچھ فائدہ پہنچائے۔یا اس کو ہم بیٹا ہی بنالیں۔اور ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ وہ حقیقت حال سے بے خبر تھے۔

فرعون نے فیصلہ بدل لیا اور بیوی کی بات مان لی۔اور بی بی آسیہؑ نے حضرت موسیٰؑ کو اپنا بیٹا بنالیا۔اور دائیوں کو حکم دیا کہ اس کو دودھ پلاؤ۔لیکن جو دائی بھی آتی آپ اس کا دودھ نہ پیتے۔اُدھر موسیٰؑ کی بہن حالات معلوم کرنے بار بار فرعون کے دربار میں آتی تھی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم پر غیر عورتوں کا دودھ حرام کر دیا تھا اس لئے آپ کسی عورت کا دودھ پینے کیلئے تیار نہ تھے۔الغرض جب آپ کی ہمشیرہ کو یہ معلوم ہوا تو کہنے لگی کہ میں ایک دائی بتلاتی ہوں شاید اس کا دودھ یہ پی لے۔

جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَحَرَّمْنَا عَلَیْہِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ ھَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی اَھْلِ بَیْتٍ یَّکْفُلُوْنَہٗ لَکُمْ وَھُمْ لَہٗ نَاصِحُوْنَ ط

سورہ قصص

اور ہم نے پہلے ہی سے دائیوں کا دودھ موسیٰؑ پر بند کر دیا تھا اس پر اس کا بہن بولی کیا میں تمہیں ایک ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں جو تمہارے لئے اس کی پرورش کردے اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔

چنانچہ یہ کہہ کر آپ کی بہن والدہ کو بلالائیں۔والدہ نے جب گود میں لیا تو آپ ان کا دودھ پینے لگے۔فرعون نے آپ کی والدہ کیلئے ایک اشرفی روزینہ مقرر کردی اور کہا کہ اس لڑکے کو یہی دائی دودھ پلاتی رہے۔(عزیزی)

اللہ نے اس طرح آپ کی والدہ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا کیا کہ اب اسے دریا میں ڈال دے پھر ہم تجھے واپس دے دیں گے۔اس طرح بچہ آپ کے حوالے کر دیا گیا۔اور بی بی آسیہ نے یہ بھی فرمادیا کہ ہر ہفتہ میں لاکر دکھا

دیا کرنا۔ خدا نے بچہ ملا دیا اور مفت میں مزدوری بھی مقرر کرا دی۔ اب ماں کا یہ معمول تھا کہ ہر ہفتے بچے کو فرعون کے دربار میں لے جاتی اور پھر واپس گھر لے آتی۔ دو برس تک والدہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ جب دو برس کے بعد چھڑایا تو بی بی آسیہؑ نے والدۂ موسیٰؑ کو سونے سے لدا ہوا ایک خچر اور کئی اونٹ اور نفیس چیزیں تحفے میں دے کر رخصت کیا۔ اور حضرت موسیٰؑ کی پرورش اپنے پاس کرنی شروع کر دی۔

فرعون کی ڈاڑھی کو کھینچنا

جب آپ تین برس کے ہوئے تو ایک دن بی بی آسیہ نے اٹھا کر فرعون کو گود میں بٹھا دیا، آپ نے اس کی ڈاڑھی پکڑ کر اسقدر زور سے کھینچی کہ چند بال بھی ہاتھوں میں آ گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ دوسرے ہاتھ سے منہ پر تھپڑ لگا دیا جس سے فرعون کا منہ لال ہو گیا۔ فرعون غصّے میں لال پیلا ہو گیا۔ اور آپ کو قتل کرنا چاہا۔ مگر بی بی آسیہؑ نے کہا کہ بچوں میں عقل کم ہوتی ہے آپ اس کا امتحان کر سکتے ہیں ایک طشت میں یاقوت رکھ لیں اور دوسرے میں انگارے اور ان کے قریب اس کو بٹھا دیں۔ دیکھیں یہ کس کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اگر دانا ہوا تو قوت کی طرف ہاتھ بڑھائے گا اور اگر نادان ہوا تو انگاروں کی طرف ہاتھ بڑھائے گا۔ فرعون نے اسی طرح امتحان لیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنا ہاتھ یاقوت کی طرف بڑھانا چاہا تو حضرت جبرئیلؑ نے ان کا ہاتھ آگ کے انگاروں کی طرف بڑھا دیا۔ ایک انگارا اٹھا کر آپ نے منہ میں رکھ لیا جس سے آپ کی زبان میں گرہ پڑ گئی۔ فرعون نے جب یہ دیکھا تو قتل کا ارادہ بدل دیا اور بچہ بی بی آسیہؑ کے حوالہ کر دیا۔

جب آپ آٹھ برس کے ہوئے تو ایک دن فرعون کے سامنے مؤدب ہو کر بیٹھے تھے کہ فرعون نے مرغبان سے کہا کہ جنگلی مرغے کھلے آ ایک مرغا آیا اس نے دونوں بازو ہلا کر آواز دی تو موسیٰؑ نے اس کی تصدیق کی۔ فرعون نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنے رب کی تسبیح بیان کی ہے۔ (عزیزی)

لیکن دائرہ المعارف میں ہے کہ موسیٰؑ نے کہا کہ یہ مرغا کہتا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے چرواہے کے لڑکے کو دراز مدت تک دولت اور حشمت سے سرفراز اور طرح طرح کی نعمتوں سے ممتاز کیا حالانکہ وہ ہر نعمت کی ناشکری کرتا ہے۔ فرعون نے کہا یہ تو نے اپنے پاس سے بات بنائی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر اس مرغے کو بلایا وہ فوراً آ گیا موسیٰؑ نے کہا کہ فصیح زبان سے کہو کہ سب لوگ سن لیں۔ چنانچہ مرغے نے فصیح زبان پہ یہی بات دہرائی پھر فرعون ڈر گیا۔ پھر اس مرغے کو ذبح کر دیا وہ پھر زندہ ہو گیا پھر فرعون کے دل میں زیادہ ڈر پڑ گیا پھر وہ مرغا اُڑ گیا۔

جب آپ نو برس کے ہوئے تو ایک دن فرعون نے آپ کو شاہی پر بٹھایا، اور امراء وزراء سب ارد گرد جمع

تھے۔فرعون نے اپنی عبادت کے مطابق تکبر اورنخوت میں کفر بکنا شروع کر دیا۔آپؑ غصّہ میں تخت سے نیچے اتر آئے۔فرعون نے کہا کہ کہاں جا رہا ہے؟ آپؑ نے تخت پر ایک لات ماری جس سے اس کے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے اور تخت الٹا ہو گیا فرعون تخت سے نیچے گر پڑا اور اس کی ناک سے خون بہنے لگا۔آپ جلدی سے بھاگ کر فرعون کی بیوی (جو مسلمان تھی) اس کے پاس آئے اور اس واقعہ کی اطلاع دی۔فرعون نے آکر بی بی آسیہؑ کو ڈانٹا کہ تو نے اسے قتل کرنے سے منع کیا تھا اب اس کا یہ عالم ہے۔تو بی بی آسیہؑ نے فرعون کو سمجھا بجھا کر روانہ کر دیا۔(عزیزی)

ایک دن دستر خوان بچھایا گیا اتفاقاً اس دن فرعون کے لئے بھانا ہوا بکرا لایا گیا۔حضرت موسیٰؑ نے اس بکرے کو فرمایا قُمْ بِاِذْنِ اللہِ۔تو وہ بکرا اُٹھ کر دوڑنے لگا۔فرعون متعجب ہوا اور گھر آکر اہلیہ سے سب باتیں تیرے ملک کی بقا کے لئے ہیں۔

ایک دن فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو اپنے ہاتھ تخت پر بٹھایا اور کچھ تکبر کی باتیں کرنے لگا۔حضرت موسیٰؑ کو غصّہ آیا اُٹھ کر زور سے فرعون کے تخت پر لات ماری تخت کے دو پائے بھی ٹوٹ گئے اور فرعون گرا اور اس کا ناک زخمی ہو گیا موسیٰؑ بی بی آسیہؑ کے پاس چلے گئے فرعون پیچھے دوڑتا آیا بی بی آسیہ پر غصہ ہوا بی بی نے کہا یہ سب تیری حکومت کے بقاء کے واسطے ہے پھر فرعون خاموش ہو کر چلا گیا۔

اس کے بعد فرعون نے کبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تعرض نہ کیا، یہاں تک کہ آپ تیئس ۲۳ برس کے ہوئے تو ایک دن نیل کے کنارے جا کر وضو کر کے نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک فرعون کے خواصوں میں سے ایک شخص وہاں سے گزرا اور کہنے لگا کہ اس طرح کی عبادت کس کے لئے کر رہے ہو؟ آپؑ نے فرمایا کہ اپنے آقا کیلئے وہ کہنے لگا کہ اس طرح عبادت اپنے باپ فرعون کی کرو تم کو یہی کافی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تجھ پر بھی اور تیرے فرعون پر بھی خدا کی لعنت ہو۔اس نے کہا میں اس ماجرے کی اطلاع فرعون کو کرتا ہوں۔حضرت موسیٰؑ نے کہا اے زمین! اس کو پکڑ لے پھر زمین اس کو زانوؤں تک نگل گئی اور اس وقت تک اس کو نہ چھوڑا جب تک اس نے قسمیں نہ کھائیں کہ میں اس بات کی خبر فرعون سے نہ کروں گا۔اس کے بعد زمین نے اس کو چھوڑا اور وہ چلا گیا۔لیکن عبادت اور نماز کی بات فرعون کے خواصوں میں پھیل گئی، اور رفتہ رفتہ فرعون کو بھی اطلاع ہو گئی۔فرعون نے کہا کہ جس وقت موسیٰؑ نماز اور عبادت میں مشغول ہو تو مجھے اطلاع دینا۔چنانچہ ایک شخص اسی انتظار میں رہا جب دیکھا کہ حضرت موسیٰؑ نماز میں مشغول ہو گئے ہیں تو اس نے جا کر فرعون کو اطلاع دی۔فرعون خود وہاں آیا اور کھڑا رہا یہاں تک کہ آپؑ نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا کہ عبادت کس

کے لئے تھی؟ آپ نے فرمایا کہ اس مالک کے لئے جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔فرعون نے سوچا کہ یہ کام تو میں کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے بڑی عمر والوں کے اپنے پاس بلاتے اوران سے محبت کرتے پھر فرعونیوں کو یہ بات ناگوار گزرتی ۔ایک دن بنی اسرائیل کے سرداروں کو جمع کر کے پوچھا کہ تم لوگ کب سے فرعون کے عذاب میں گرفتار ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ بہت مدت سے گرفتار ہیں ۔کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک بارہ ہزار لڑکے بنی اسرائیل میں قتل ہو چکے تھے اور نوّے ہزار حمل گرائے گئے کہ کہیں وہ لڑکا پیدا نہ ہو جائے۔لیکن یہ سب تدبیریں تقدیر الہیٰ کے مقابلہ میں کچھ کارگر نہ ہوئیں۔(عزیزی)

بنی اسرائیل کو تسلی دینا

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سرداروں کو تسلی دی اور نماز روزہ کی ہدایت کی،اور مشقتوں کے برداشت پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ سنایا کہ ان کو آگ میں پھینکا گیا لیکن وہ حق سے دستبردار نہ ہوئے۔اور فرمایا کہ تم اپنے باپ دادا کے دین پر قائم رہو اور فرعون سے نہ ڈرو،حق تعالیٰ ان کے شر کو تم سے دفع کرے گا۔(عزیزی)

حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں ایک فرعونی کا قتل

قولہٗ تعالیٰ

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰىۤ اٰتَيْنٰهُ	اور جب موسیٰؑ اپنی جوانی کو پہنچے اور
حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ	شباب کے کمال کو جا پہنچے تو ہم نے اس
نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ؕ	کو فہم صحیح اور

☐ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَھْلِھَا فَوَجَدَ فِیْھَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلاَنِ ھٰذَا مِنْ شِیْعَتِہٖ وَھٰذَا مِنْ عَدُوِّہٖ فَاسْتَغَاثَہُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِہٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّہٖ فَوَکَزَہٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْہِ قَالَ ھٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ اِنَّہٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ط
سورہ القصص

علم عطا کیا اور ہم نیک روش اختیار کرنے والوں کوایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں ۔اور موسیٰ علیہ السلام شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جس وقت وہاں کے باشندے بے خبر تھے۔تو دو آدمیوں کو لڑتے دیکھاایک اس کے گروی کا اور دوسرا اس کے دشمن فرعونی گروہ کا تھا۔چنانچہ موسیٰ ؑ کی جماعت والے نے مدمقابل پر موسیٰ ؑ کی جماعت والے نے مدمقابل پر موسیٰ ؑ سے مدد چاہی اس پر موسیٰ نے فرعونی کو گھونسا ماراتواس کا کام ہی تمام کر دیااس پرموسیٰ ؑ نے کہا کہ یہ تو ایک شیطانی کام ہو گیا ۔بلاشبہ وہ شیطان دشمن اور کھلی غلطی میں مبتلا کرنے والا ہے

جب آپ تیس ۳۰ برس کے ہوئے تو ایک دن راستہ پر جا رہے تھے۔دیکھا کہ فرعون کے باروچی خانہ کا دار وغہ زبردستی ایک اسرائیلی کے سر پر لکڑیوں کا گٹھالادکر لے جانا چاہتا تھا۔اور اسرائیلی نہ مانتا تھااور قبطی مُصِر تھا کہ اس کو بادشاہ کے باورچی خانہ تک پہنچا دے۔اس کشمکش میں اسرائیلی نے جب موسیٰ ؑ کو دیکھا تو فریاد شروع کی ۔قبطی کو حضرت موسیٰ ؑ نے ظلم کرنے سے منع کیا۔لیکن وہ باز نہ آیا۔تو ناچار موسیٰ ؑ نے اس کی پیشانی پر ایک مکہ رسید کیا جس سے وہ مر گیااور اسرائیلی چھوٹ کر اپنے گھر چلا گیا۔ (عزیزی)

اس کے بعد آپ سخت پریشان رہتے کہ مجھ سے ناواقفی میں ایک قتل ہو گیا۔اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کی ۔اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کی مغفرت فرمادی۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِیۡ فَاغۡفِرۡ لِیۡ فَغَفَرَ لَهٗ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ؕ	کہا اے میرے رب میں نے اپنے اوپر ظلم کر لیا ۔ سو تو مجھ کو بخش دے ۔اس پر خدا نے اس کو معاف کر دیا۔ بلاشبہ وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

اس کے بعد آپ نے عہد کر لیا میں کسی مجرم کا ساتھ نہیں دوں گا۔لیکن اس کے دوسرے روز دیکھا کہ وہی اسرائیلی ایک دوسرے قبطی سے لڑ رہا ہے۔آپ نے پہلے تو اسرائیلی کو ڈانٹا کہ اِنَّکَ لَغَوِیٌّ مُّبِیۡنٌ (بے شک تو صریح بے راہ ہے)اور پھر چاہا کہ قبطی کو پکڑ لیں لیکن اسرائیلی سمجھا کہ آج میری باری ہے۔تو کہہ اٹھا کہ موسیٰ جس طرح کل تم نے ایک قبطی کو قتل کر دیا تھا آج مجھے مارنے کے درپے ہو گیا ہے۔آس پاس کے دیکھنے والوں نے بھی یہ بات سن لی اور یقین کر لیا کہ کل کے قتل کے مجرم حضرت موسیٰ ؑ ہیں ۔ چنانچہ اس قبطی نے بھی اور جس جس نے یہ بات سنی تھی سب نے فرعون کے دربار میں گواہی دے دی کہ کل کے واقعہ کے مجرم حضرت موسیٰ ؑ ہیں۔ چنانچہ قبط کے تمام سرداروں نے فرعون سے درخواست کی کہ موسیٰ ؑ کو ہمارے حوالے کر دیا جائے تا کہ ان سے قصاص لیا جائے۔

اس مجمع میں ایک شخص جو حضرت موسیٰ ؑ کا محب اور خیر خواہ تھا وہ شہر کے اس کنارے سے جہاں یہ مشورہ ہو رہا تھا حضرت موسیٰ ؑ کے پاس دوڑتا ہوا آیا اور کہا اے موسیٰ ؑ !اہل دربار آپ کے قتل کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں ۔آپ یہاں سے جلدی چلے جائیں ۔میں آپ کی خیر خواہ کر رہا ہوں۔

تفسیر کشف الرحمن میں ہے کہ اس نے مشورہ دیا کہ آپ مدین چلے جائیں ۔ چنانچہ آپ نے اس کے مشورہ پر عمل کیا اور جس حال میں تھے اسی طرح بغیر کسی انتظام کے چل دیئے۔

حضرت موسیٰ ؑ کی مدین روانگی

تفسیر عزیزی میں ہے کہ آپ بغیر سواری اور بغیر توشہ کے مصر سے نکل پڑے اور مدین کی راہ لی۔راستہ میں ایک چرواہے سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اپنی قیمتی پوشاک اس کو دیدی اور اس سے بالوں کا بنا ہوا جبہ اور کملی لیکر اوڑھ لی۔اور سفر پر روانہ ہو گئے۔

تفسیر کشف الرحمن میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کبھی اس سے پہلے سفر نہ کیا تھا۔اب آرام کی زندگی کو چھوڑ کر سفر اختیار کیا۔ برہنہ پا، نہ کوئی زادِ سفر ہمراہ لیا۔مدین تقریباً آٹھ یوم کی مسافت پر تھا اور وہاں فرعون کی

حکومت نہ تھی۔ مدین کی جانب تین راستے جاتے تھے۔آپ نے درمیانی پگڈنڈی کو اختیار کیا۔

تفسیر عزیزی ہے کہ راہ میں تمام دن دوشیر آپؑ کے ہمراہ ہوتے تھے اور رات کے وقت درندوں اور ستانے والی چیزوں سے آپؑ کی حفاظت کرتے۔ حضرت موسیٰ نے توکلاً علی اللہ یہ سفر اختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی صحیح رہنمائی فرمائی اور ان کو سیدھے راہ پر ڈال دیا اور وہ ایسی پگڈنڈی پر چڑھ گئے جو سیدھی مدین کو جاتی تھی۔ آٹھ ۸ دن تک برابر سفر کرتے رہے۔ گھاس اور پتے کھا کر گزارہ کر لیتے۔

اُدھر فرعون کی پولیس اپنی حدود کے اندر جگہ جگہ دیکھتی پھرتی لیکن ان کو کہیں پتہ نہ چلا۔ آٹھ روز کے پیہم سفر کے بعد آپ مدین کے پانی پر پہنچ گئے۔

قولہ تعالیٰ

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ؕ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ

اور جب موسیٰؑ نے مدین کی جانب رُخ کیا تو کہا کہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو سیدھی راہ چلائیگا۔ اور جب مدین کے

مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ؕ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ؕ

پانی پر پہنچے تو اس کنویں پر لوگوں کا ایک گروہ دیکھا جو جانوروں کو پانی پلا رہے تھے اور ان لوگوں سے ایک طرف دو عورتیں دیکھیں جو اپنے جانوروں کو روکے کھڑی تھیں۔ تو ان سے موسیٰؑ نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے تو انھوں نے کہا جب تک یہ لوگ جانوروں کو پانی پلا کر واپس نہ لے جائیں ہم اس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں اور ہمارا والد بہت بوڑھا ہے۔

موسیٰؑ کا مدین پہنچنا

ابن کثیر میں ہے کہ جب آپ مدین کے کنویں کے پاس آئے تو دیکھا کہ چرواہے پانی کھینچ کھینچ کر اپنے جانوروں کو پلا رہے ہیں۔اور یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ دو عورتیں اپنی بکریوں کو ان جانوروں کے ساتھ پانی پینے سے روک رہی ہیں۔تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان بکریوں اور ان عورتوں کی اس حالت پر رحم آیا کہ بیچاریاں پانی نکل کر پلا نہیں سکتیں اور ان چرواہوں میں کوئی ان کا مددگار نہیں کہ اپنے کھینچے ہوئے پانی میں سے ان کی بکریوں کو بھی پلا دے ۔بڑا رحم آیا تو ان سے دریافت فرمایا کہ تم اپنے جانوروں کو اس پانی سے کیوں دور رکھ رہی ہو؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم تو پانی نکال نہیں سکتیں جب یہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے جائیں گے تو بچا کھچا پانی ہم اپنی بکریوں کو پلا دیں گی۔کوئی مرد نہیں جو پانی کھینچ کر ہماری بکریوں کو پلا دے ہم سے ڈول کھینچ نہیں سکتا اور ہمارا والد بہت بوڑھا ہے۔اس لئے جب یہ لوگ چلے جاتے ہیں تو ان کا بچا ہوا پانی ہم اپنی بکریوں کو پلا دیتی ہیں۔موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے سفارش کی تم ان بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتے ؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ اگر آپ پلا سکتے ہیں تو پلا دیجئے۔ابن کثیر میں ہے کہ آپ نے خود ہی ان جانوروں کو پانی کھینچ کر پلا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کنویں کے منہ کو ان لوگوں نے ایک بڑے پتھر سے بند کر دیا تھا۔اس پتھر کو دس آدمی مل کر اس کنویں کے منہ سے سرکاتے تھے آپؑ نے تن تنہا اس پتھر کو ہٹایا اور ایک ہی ڈول نکالا جس میں خدا نے برکت ڈالی اور ان دونوں کی بکریاں آسودہ ہوگئیں۔

قولہٗ تعالیٰ

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰىٓ اِلَى الظِّلِّ	پس موسیٰؑ نے ان کو پانی پلا دیا۔پھر وہاں
فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَىَّ	سے ہٹ کر سایہ میں جا بیٹھے اور دعا کی کہ
مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ۔	اے میرے رب جو نعمت بھی تو مجھ کو بھیج
	دے میں اس کا حاجت مند ہوں۔

حضرت موسیٰؑ تھکے ہارے بھوکے پیاسے ایک درخت کے سایہ تلے بیٹھ گئے۔حضرت سدّی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ببول کا درخت تھا۔موسیٰ علیہ السلام مصر سے پیدل بھاگے دوڑے آئے تھے پیروں میں چھالے پڑ گئے تھے۔کھانے پینے کو کچھ پاس نہ تھا،گھاس اور پتے کھاتے رہے تھے۔پیٹ پیٹھ سے لگ رہا تھا اور گھاس کا سبز رنگ باہر سے نظر آ رہا تھا۔آدھی کھجور کو بھی اس وقت آپؑ ترسے ہوئے تھے۔حالانکہ اس وقت آپؑ ساری مخلوق سے برگزیدہ تھے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سفر کر کے مدین گیا وہاں کے لوگوں سے اس درخت کا پتہ پوچھا جس کے نیچے خدا کے کلیم نے سہارا لیا تھا۔لوگوں نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا میں نے دیکھا کہ وہ ایک سرسبز درخت ہے، میرا جانور بھوکا تھا اس نے اس میں منہ ڈالا اور پتے منہ میں لیکر کافی دیر تک بدِقّت چباتا رہا لیکن آخر اس نے پتے منہ سے نکال دیئے۔میں نے خدا کلیم خدا کے لئے دعا کی اور وہاں سے واپس لوٹ آیا۔ایک روایت میں ہے کہ آپ اس درخت کو دیکھنے گئے تھے جہاں خدا نے آپؑ سے باتیں کیں تھیں۔(ابن کثیر)

الغرض اس درخت کے تلے بیٹھ کر آپؑ نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے رب! میں تیرے احسان کا محتاج ہوں۔

مدین میں حضرت شعیبؑ کی ملاقات

اللہ تعالیٰ نے کلیمؑ کی دعا قبول کر لی اور اس کے اسباب پیدا ہونے شروع ہو گئے۔لڑکیاں جب معمول سے پہلے گھر پہنچ گئیں تو والد نے دریافت کیا کہ آج وقت سے پہلے کیسے آ گئی ہو؟ یاد رہے کہ یہ لڑکیاں حضرت شعیبؑ کی بیٹیاں تھیں۔تو لڑکیوں نے جواب میں مسافر کا تمام حال سنایا۔پانی پلانے اور ڈول نکالنے کا قصّہ بھی سنایا۔اور چونکہ موسیٰؑ بکریوں کو پانی پلا کر ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ گئے تھے اس بنا پر لڑکیوں نے آپ کو مسافر جانا۔والد بزرگوار نے اسی وقت ایک لڑکی کو بھیجا کہ اس کو بلا لا۔چنانچہ لڑکی حاضر خدمت ہوئی۔

ارشاد ربّانی ہے۔

فَجَآءَتۡهُ اِحۡدٰٮهُمَا تَمۡشِىۡ عَلَى اسۡتِحۡيَآءٍ ط قَالَتۡ اِنَّ اَبِىۡ يَدۡعُوۡكَ لِيَجۡزِيَكَ اَجۡرَ مَا سَقَيۡتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيۡهِ الۡقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفۡ نَجَوۡتَ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ۔ (قصص)	پس ان دونوں میں سے ایک شرم وحیا سے چلتی ہوئی موسیٰؑ کے پاس آئی۔کہنے لگی میرا والد تجھ کو بلاتا ہے تا کہ تجھ کو اس پانی پلانے کا حق دیدے جو تونے ہمارے جانوروں کو پلایا تھا۔چنانچہ موسیٰؑ ان کے والد (شعیبؑ) کے پاس آئے اور تمام واقعات ان کے سامنے بیان کئے تو شعیبؑ نے کہا کچھ خوف نہ کر تو ظالم لوگوں سے بچ آیا۔

تفسیر کشف الرحمن میں ہے کہ ان لڑکیوں کا نام صفورا، اور شرحا تھا۔ اور جو آپؑ کو بلانے آئی تھی وہ صفورا تھی۔ وہ اس طرح کہ جس طرح پاکدامن۔ عفیفہ عورتوں کا دستور ہوتا ہے۔ شرم وحیا سے چادر میں لپٹی ہوئی پردے کے ساتھ چل رہی تھی، منہ بھی چادر کے کنارے سے چھپائے ہوئے تھی۔ پھر اس دانائی اور صداقت کو دیکھئے کہ صرف یہی نہیں کہا کہ میرا والد آپ کو بلا رہا ہے۔ کیونکہ اس میں شبہ کی باتوں کی گنجائش تھی، صاف کہہ دیا کہ میرے والد آپؑ کو آپ کی مزدوری دینے کے لئے بلا رہے ہیں جو آپ نے ہماری بکریوں کو پانی پلا کر ہمارے ساتھ کیا ہے۔ (ابن کثیر)

کہتے ہیں کہ صفورا نے آنچل سے منہ ڈھانپ رکھا تھا اور راستہ بتانے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس گلی کی طرف مڑنا ہوتا اس طرف کنکر پھینک دیتیں، آپ اس طرف مڑ جاتے۔ اس طرح آپؑ ان کے گھر پہنچ گئے اور وہاں حضرت شعیب علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور اپنا تمام واقعہ کہہ سنایا، تو حضرت شعیبؑ نے آپ کو تسلّی دی کہ اب گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ آپ ظالموں کے پنجے سے چھوٹ آئے ہو۔ پھر حضرت موسیٰؑ کو صلہ دینا چاہا تو انھوں نے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ میں ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں جس میں بھلے کام پر کوئی اجرت نہیں لیا کرتے۔ اس پر حضرت شعیبؑ نے فرمایا کہ میں بھی ایک ایسے خاندان سے تعلق رکھتا ہوں کہ جس میں کسی معمولی سے معمولی خدمت کو بھی نظر انداز کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اتنے میں ان لڑکیوں میں سے ایک نے ابا جان کو مخاطب کر کے کہا کہ اس کو نوکر رکھ لیجئے۔

يَآبَتِ اسۡتَاۡجِرۡهُ اِنَّ خَيۡرَ مَنِ اسۡتَاۡجَرۡتَ الۡقَوِىُّ الۡاَمِيۡنُ۔	اے ابا جان اس کو نوکر رکھ لیں کیونکہ اچھا نوکر جسے آپ رکھنا چاہیں وہ شخص ہے جو توانا اور امانت دار ہو۔

ابن کثیر میں ہے کہ یہ توجہ دلانے والی وہ لڑکی تھی جو آپ کو بلانے کے لئے گئی تھی۔ باپ نے پوچھا کہ بیٹی کہ تم نے کیسے جان لیا کہ یہ دونوں وصف اس میں ہیں۔ بیٹی نے کنویں سے پتھر ہٹانے والا واقعہ سنایا کہ اس سے آپ ان کی قوت کا اندازہ لگائیں اور مجھے ان کی امانت داری کا علم اس طرح ہوا کہ جب میں انھیں لیکر آپ کے پاس آنے لگی تو یہ راستہ سے ناواقف تھے میں آگے ہوگئی تو انھوں نے کہا کہ نہیں تم میرے پیچھے چلو اور جہاں راستہ بدلنا ہو اس طرف کنکر پھینک دینا میں سمجھ لوں گا کہ مجھے اس راستہ سے چلنا چاہئے تاکہ تمہاری ایڑیاں نظر نہ آئیں۔ چنانچہ آپ کو نوکر رکھ لیا گیا۔

نکاح

حضرت شعیب علیہ السلام بہت بوڑھے ہو چکے تھے اس لئے ان کو ضرورت تھی کہ کوئی نیک آدمی ملے جو اِن بکریوں کی دیکھ بھال بھی کرے اور اس کے ساتھ ان دولڑکیوں میں سے کسی ایک کا رشتہ بھی کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو ان کے گھر پہنچا دیا۔ علیک سلیک کے بعد حضرت شعیبؑ نے اپنی دلی خواہش کا اظہار کر دیا۔ جیسا کہ ارشاد ربّانی ہے۔

قَالَ اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُنۡکِحَکَ اِحۡدَی ابۡنَتَیَّ هٰتَیۡنِ عَلٰۤی اَنۡ تَاۡجُرَنِیۡ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنۡ اَتۡمَمۡتَ عَشۡرًا فَمِنۡ عِنۡدِکَ ۚ وَ مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ ؕ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ۔

سورہ القصص

شعیبؑ نے موسیٰؑ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا تیرے ساتھ اس شرط پر نکاح کردوں کہ تو آٹھ سال میری ملازمت کرے۔ اگر دس پورے کر دے تو تیری طرف سے ہے۔ میں تجھ پر کوئی مشقت نہیں ڈالنا چاہتا۔ تو مجھ کو انشاء اللہ خوش معاملہ اور بھلے لوگوں میں سے پائے گا۔

نکاح کرنے کا ارادہ کیا، آٹھ سال کی خدمت اس کا مہر مقرر ہوا، اور دس سال پورے کرنے کو ان کی مرضی پر چھوڑ دیا اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے یہاں نوکروں اور ملازموں کے ساتھ سخت برتاؤ نہیں کیا جاتا جو کہ عام طور سے ہوتا ہے اور آخر میں یہ بھی فرما دیا کہ آپ مجھے شائشتہ اور بھلے لوگوں میں سے پائیں گے۔

اس پر موسیٰؑ نے جواب میں فرمایا کہ

قَالَ ذَالِکَ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَکَ اَیَّمَا الۡاَجَلَیۡنِ قَضَیۡتُ فَلَاعُدۡوَانَ عَلَیَّ ط وَاللّٰہُ عَلٰی مَا نَقُوۡلُ وَکِیۡلٌ ط

موسیٰ ؑ نے فرمایا کہ بس یہ بات میرے اور تیرے درمیان طے ہوچکی ۔ان دونوں میں سے مدت بھی پوری کردوں تو پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی ۔اور ہم جو کہہ رہے ہیں خدا اس پر گواہ ہے۔

چونکہ حضرت شعیب علیہ السلام نے وقت کی پابندی اور سخت برتاؤ سے انکار کر دیا تھا،تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس ملازمت کو قبول فرمالیا،اور حضرت صفوراؓ سے آپ کا نکاح ہوگیا۔حضرت موسیٰ ؑ نے ان کے ہاں دس سال پورے کئے۔جوانی کبھی کبھی امن کی وادی میں مراد کو پہنچ جایا کرتی ہے کہ اس نے چندسال جان ودل سے شعیب علیہ السلام کی خدمت کی۔

حضرت موسیٰ ؑ کی مدین سے روانگی

آپ نے اپنی مدّت پوری کر کے حضرت شعیبؑ سے رخصتی چاہی کہ اب میں اپنی والدہ اور بہن بھائی سے ملنے کے لئے مصر جاتا ہوں،اور جس خطرے کی وجہ سے مصر چھوڑا تھا کہ فرعونی سپاہی ان کی گرفتاری اور قتل کے درپے تھے،عرصہ دراز گزرنے کے بعد اب وہ خطرہ بھی باقی نہ رہا تھا۔حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو مع اہلیہ اپنی صاجزادی کے کچھ مال اور سامان دے کر رخصت فرمادیا۔راستہ میں ملک شام کے بادشاہوں سے خطرہ تھا۔اس لئے عام راستہ چھوڑ کر غیر معروف راستہ اختیار کیا۔سردی کا موسم تھا اہلیہ محترمی قریب الولادت تھیں،صبح وشام میں ولادت کا احتمال تھا۔غیر معروف راستہ اور جنگل میں راستہ سے ہٹ کر کوہِ طور کے مغربی اور داہنی سمت میں جانکلے۔رات اندھیری اور سرد تھی،اسی حال میں اہلیہ کو دردِزہ شروع ہوگیا۔موسیٰ علیہ السلام نے سردی سے بچاؤ کے لئے آگ جلانا چاہا،اس زمانے میں ماچس وغیرہ کے بجائے چقماق پتھر استعمال کیا جاتا تھا اس کو رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی تھی۔اس پتھر کو استعمال کیا مگر آگ اس سے نہ نکلی اس حیرانی وپریشانی کے عالم میں کوہِ طور پر آگ نظر آئی جو درحقیقت نور تھا۔تو اہلیہ سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے میں وہاں آگ لینے جارہا ہوں اور ممکن ہے کہ آگ کے پاس کوئی راستہ جاننے والا مل جائے تو راستہ بھی معلوم کرلوں گا۔

مسند احمد وغیرہ میں روایت ہے کہ موسیٰ ؑ اس آگ کی طرف چلے اور جب قریب پہنچے تو عجیب حیرت انگیز منظر

دیکھا کہ ایک بڑی آگ ہے جو ایک ہرے بھرے درخت کے اوپر شعلے مار رہی ہے،مگر حیرت یہ ہے کہ اس کا کوئی پتہ یا شاخ جلتی ہوئی نظر نہیں آرہی اور آگ نے درخت کی تروتازہ گی میں اضافہ کر دیا ہے۔ یہ حیرت انگیز منظر کچھ دیر تک اس انتظار میں دیکھتے رہے کہ شاید آگ کی کوئی چنگاری زمین پر گرے تو اٹھالیں۔ جب دیر تک ایسا نہ ہوا تو موسیٰؑ گھاس وغیرہ کے کچھ تنکے جمع کر کے آگ کے قریب گئے تو یہ آگ پیچھے ہٹ گئی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آگ ان کی طرف بڑھی اور یہ ڈر کر پیچھے ہٹ گئے۔ بہرحال آگ حاصل کرنے کا مطلب پورا نہ ہوا۔(معارف القرآن)

نبوت ورسالت

آپ اس عالم میں کھڑے تھے کہ غیبی آواز آئی اِنِّیٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ط میں ہی اللہ ہوں جو تمام جہانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

بحر محیط اور روح المعانی وغیرہ میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے یہ آواز اس طرح سنی کہ ہر جانب سے یکساں آرہی تھی اس کی کوئی جہت متعین نہیں تھی، اور سننا بھی ایک عجیب انداز سے ہوا کہ صرف کانوں سے نہیں بلکہ تمام بدن کے اعضاء سے سنا گیا جو ایک معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ آواز کا حاصل یہ تھا کہ جس چیز کو آپ آگ سمجھ رہے ہیں یہ جوہ آگ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی ہے۔ اور فرمایا میں ہی آپ کا رب ہوں۔ حضرت موسیٰؑ کو کسی طرح یقین ہوا کہ یہ حق تعالیٰ ہی کی آواز ہے؟ اس کا اصل جواب تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کے دل کو اس پر مطمئن کر دیا تھا کہ وہ یقین کرلیں کہ یہ آواز حق تعالیٰ ہی کی ہے۔ دوسرے یہ کہ آواز سننے میں تمام اعضاء کانوں کے ساتھ برابر کے شریک تھے۔ اس سے بھی سمجھا گیا کہ یہ حق تعالیٰ کی آواز ہے۔

روح المعانی میں روایت ہے کہ جب موسیٰؑ کو یا موسیٰ کے لفظ سے ندا دی گئی تو انھوں نے لبیک کہہ کر جواب دیا۔ عرض کیا کہ میں آواز سن رہا ہوں مگر آواز دینے کی جگہ معلوم نہیں، آپ کہاں ہیں؟ تو جواب ملا کہ میں تیرے اوپر نیچے آگے پیچھے اور تیرے ساتھ ہوں۔ پھر عرض کیا کہ یہ کلام خود آپ ہی کا سن رہا ہوں یا آپ کے بھیجے ہوئے کسی فرشتے کا، تو جواب ملا کہ میں ہی آپ سے کلام کر رہا ہوں۔

(معارف الحدیث)

پھر حکم ہوا۔

فَاخْلَعْ نَعْلَيْکَ اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی (طٰہٰ)

اپنی دونوں جوتیاں اتار دے کیونکہ تو ایک طوٰی نامی مقدس میدان میں ہے۔

یہ حکم اس لئے ہوا کہ تعظیم کرانی مقصود تھی۔ جیسا کہ کعبہ میں جاتے وقت جوتیاں اتارا کرتے ہیں یا اس لئے کہ بابرکت جگہ پر پاؤں پڑیں۔ طوٰی اس وادی کا نام تھا۔ حق تعالیٰ نے زمین کے خاص خاص حصوں کو اپنی حکمت سے خاص امتیاز اور شرف بخشا ہے جیسے بیت اللہ، مسجد اقصیٰ۔ اور وادی ذی طوٰی بھی انھیں مقدس مقامات میں سے ہے جو کوہِ طور کے دامن میں ہے۔ (قُرطبی)

ابن کثیر میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ تجھے لوگوں میں سے ممتاز اور پسندیدہ کر کے ہمکلامی کا شرف کیوں بخشا؟ آپ نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں، فرمایا اس لئے کہ تیری طرح اور کوئی میری طرف نہیں جھکا اب تو میری وحی کو کان لگا کر سن۔ میں ہی معبود ہوں اور کوئی نہیں، یہی پہلا فریضہ ہے، تو صرف میری عبادت کے لئے ہے کسی اور کی کسی قسم کی عبادت نہ کرنا، میری یاد کے لئے نماز قائم کرنا۔ یہ میری یاد کا بہترین طریقہ ہے اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے دو معجزے عطا فرمائے۔

(۱) عصا

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے

وَمَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یَا مُوْسٰی ۔قَالَ ھِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُ عَلَیْھَا وَاَھُشُّ بِھَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی قَالَ اَلْقِھَا یَا مُوْسٰی فَاَلْقٰھَا فَاِذَا ھِیَ حَیَّۃٌ تَسْعٰیط

اور موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ کہا میری لاٹھی ہے اس پر سہارا لیا کرتا ہوں، اور بکریوں کیلئے پتے جھاڑا کرتا ہوں، اور دوسری حاجتیں بھی اس سے وابستہ ہیں۔ فرمایا اے موسیٰ اس لکڑی کو ڈال دے۔ چنانچہ آپ نے ڈال دی دیکھا تو وہ دوڑتا ہوا سانپ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کی تسلّی کے لئے فرمایا کہ آپ کے دائیں ہاتھ میں کیا ہے تا کہ انھیں بھی یقین ہو جائے

کہ لکڑی ہی ہے کوئی اور چیز نہیں ۔اب فرمایا اس کو پھینک دیں ۔ابن کثیر میں ہے کہ وہ پھینکتے ہی زمین پر ایک زبردست اژدھے کی صورت میں پھنپھناتی ہوئی ادھر اُدھر بھاگنے لگی ۔ایسا خوفناک اژدھا پہلے کسی نے نہیں دیکھا تھا ۔اس کی حالت یہ تھی کہ ایک درخت سامنے آ گیا تو اسے ہضم کر گیا، ایک پتھر کی چٹان راہ میں آ گئی تو اس کو لقمہ بنا لیا۔ یہ حال دیکھتے ہی حضرت موسیٰ ؑ الٹے پاؤں بھاگے۔

جیسا کہ ارشاد ہے۔

فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ۔ — جب موسیٰ ؑ نے اس لاٹھی کو اس طرح حرکت کرتی ہوئی دیکھا جیسے کہ ایک تیز رفتار سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔

آواز دی گئی کہ اے موسیٰ اس کو پکڑ لے ،لیکن ہمت نہ پڑی ، پھر فرمایا ڈر نہیں اس کو پکڑ لے ۔ پھر بھی جھجک باقی رہی پھر فرمایا تو ہمارے امن میں ہے ۔اب ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا۔

کہتے ہیں کہ فرمانِ خدا کے ساتھ ہی آپ نے لکڑی زمین پر پھینک دی پھر آپ کی نگاہ اِدھر اُدھر ہو گئی ۔اب جو نظر ڈالی بجائے لکڑی کے ایک خوفناک اژدھا دکھائی دیا جو اس طرح چل رہا تھا جیسے کسی کی جستجو میں ہو۔ پھن اونٹنی جیسے بڑے بڑے پتھروں کو، آسمان سے باتیں کرتے ہوئے اونچے اونچے درختوں کو ایک ہی لقمے میں پیٹ میں پہنچا رہا ہے ۔آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی ہیں ۔اس ہیبت ناک خونخوار اژدھے کو دیکھ کر موسیٰ ؑ سہم گئے اور پیٹھ موڑ کر بھاگے پھر خدا کی ہمکلامی یاد آ گئی تو شرما کر ٹھہر گئے ۔وہیں آواز آئی کہ موسیٰ لوٹ کر وہیں آ جاؤ جہاں تھے ۔آپ واپس لوٹے لیکن نہایت خوفزدہ تھے ۔تو حکم ہوا کہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لو، اور کچھ خوف نہ کرو، ہم اسے اس کی اگلی حالت پر لوٹا دیں گے ۔اس وقت حضرت موسیٰ ؑ صوف کا کمبل اوڑھے ہوئے تھے ، جسے ایک کانٹے سے اٹکا کر رکھا ہوا تھا۔ آپ نے اس کمبل کو اپنے ہاتھ پر لپیٹ کر اس ہیبت ناک اژدھے کو پکڑنا چاہا تو فرشتے نے کہا کہ موسیٰ ؑ ! اگر خدا اسے کاٹنے کا حکم دے تو کیا یہ تیرا کمبل بچا سکتا ہے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں ! لیکن یہ حرکت مجھ سے ضعف کی وجہ سے سرزد ہوئی ہے ۔میں کمزور اور ضعیف پیدا کیا گیا ہوں ۔اب دلیری کے ساتھ اسے کمبل ہٹا کر ہاتھ سے اس کا سر پکڑ لیا، تو اسی وقت وہ اژدھا لکڑی بن گیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيْدَهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰی۔(طٰہٰ)

اس کو پکڑ لے اور ڈر نہیں۔ہم اس کو ابھی اس کی پہلی حالت پر لوٹائے دیتے ہیں۔

عصا کی تعریف انشاءاللہ اگلے صفحات میں آئے گی۔

(۲)یَدِ بَیْضَا

آپ کو دوسرا معجزہ عطا کیا گیا۔فرمایا کہ اپنا ہاتھ بغل میں ڈال کر پھر اسے نکال لو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا نکلے گا۔یہ نہیں کہ برص کی بیماری ہو، یا کوئی اور عیب ہو۔جیسا کہ ارشاد ہے

وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ اٰیَۃً اُخْرٰی۔(طٰہٰ)

اور ملالے ہاتھ اپنا طرف بازو اپنے کے،نکل آوے گا سفید بغیر برائی کے ۔یہ دوسری نشانی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

فَذَانِکَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّکَ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ۔اِنَّهُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ط

یہ دونوں چیزیں فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس لے جانے کیلئے تیرے رب کی طرف سے دو سندیں ہیں۔بیشک وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔

یہ دونوں معجزے یہیں پر اس لئے ملے تھے کہ آپ خدا تعالیٰ کی ان زبردست نشانیوں کو دیکھ کر یقین کر لیں۔یہ دونوں معجزے دیکھ کر حضرت موسیٰؑ کو بھی یقین ہو گیا کہ کلام کرنے والے باری تعالیٰ ہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کل نو معجزات عطا فرمائے تھے۔اجمالاً یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔تفصیلاً اپنی اپنی جگہ ان کا ذکر آئیگا۔(۱) قحط (۲) میووں کا نقصان (۳) طوفان (۴) ٹڈی (۵) چچڑی (۶) مینڈک (۷) لہو (۸) عصا (۹) ید بیضائ۔یہ نو معجزات حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ سے عطا ہوئے تھے۔اور اس کو قرآن مجید نے اس طرح سے بیان کیا ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ بَیِّنَاتٍ۔	اور تحقیق ہم نے موسیٰؑ کو نو ۹ کھلے معجزات عطا فرمائے۔

اس کے بعد آپ کو حکم ہوا

اِذْھَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی۔	تو فرعون کے پاس جاوہ بہت حد سے نکل گیا ہے۔

چونکہ حضرت موسیٰؑ نے بچپن میں اپنے منہ میں انگارہ رکھ لیا تھا جس کا تفصیلی واقعہ گزر چکا ہے۔اس بنا پر آپ کی زبان مبارک میں لکنت آ گئی تھی۔اس موقعہ پر بارگاہِ ایزدی میں دعا کی اور ساتھ ساتھ اپنے اس عالی شان کام میں حضرت ہارونؑ جو کہ آپ کے بڑے بھائی ہیں ان کو شامل کرنے کی درخواست کر دی،اور اس کام کو آسان کرنے کی التجا کر دی۔

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْلِیْٓ اَمْرِیْ وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِنْ لِّسَانِیْ یَفْقَھُوْ قَوْلِیْ وَاجْعَلْ لِیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ ھٰرُوْنَ اَخِی اشْدُدْ بِہٖٓ اَزْرِیْ وَ اَشْرِکْہُ فِیْٓ اَمْرِیْ۔	اے میرے رب میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرے کام کو آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے بھائی ہارونؑ کے زریعہ میری قوت کو مضبوط کر دے اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے۔

پھر حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ الٰہی مجھ سے ان کا ایک آدمی قتل ہو گیا تھا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ مجھ کو مار ڈالیں۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بالکل تسلّی رکھیں وہ آپ کے قریب بھی نہیں آسکیں گے میری مدد ہر وقت آپ دونوں کے ساتھ ہوگی۔اللہ تعالیٰ نے اپنے کلیم کو ہر طرح سے تسلی دی پھر آپ مطمئن ہو کر کوہ طور سے روانہ ہو گئے۔

داخلۂ مصر

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام منصبِ نبوت سے سرفراز ہو کر کلامِ ربانی سے فیض یاب ہوئے اور دعوت وتبلیغ حق میں کامیابی وکامرانی کا مثردہ پا کر وادی مقدس سے اتر کر اپنی اہلیہ محترمہ کے

پاس پہنچے جو وادی کے سامنے جنگل میں ان کے لئے چشمِ براہ تھیں ان کو لیکر تعمیل حکم الہیٰ کے لئے مصر روانہ ہو گئے ۔منزلیں طے کرتے ہوئے جب مصر پہنچے تو رات کا وقت تھا خاموشی سے اپنے مکان تک پہنچ گئے مگر اندر داخل نہ ہوئے اور اپنی والدہ کے سامنے ایک مسافر کی حیثیت میں ظاہر ہوئے ۔یہ بنی اسرائیل میں ایک مہمان نواز گھر تھا۔آپ کی خوب خاطر مدارت کی گئی ۔اسی دوران آپ کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام بھی آ پہنچے ۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ فرشتہ منصبِ نبوت اور موسیٰؑ کی آمد کی خوشخبری دیدی تھی ۔بعض سلف کا فرمان ہے کہ کسی بھائی نے اپنے بھائی پر وہ احسان نہیں کیا جو حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی حضرت ہارون پر کیا کہ خدا تعالیٰ سے دعا کر کے انھیں نبی بنوا دیا۔حضرت ہارونؑ آئے اور اپنے بھائی سے لپٹ گئے ۔پھر ان کے اہل وعیال کو بھی گھر کے اندر بلا لیا اور والدہ محترمہ کو بھی تمام حالات سے آگاہ کر دیا تب تو سارا خاندان آپس میں گلے مِلا اور بھائیوں نے ایک دوسرے کو اپنی اپنی روئیداد سنائی اور اس طرح ماں سے ایک مکرّم و محترم فرزند اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت و رسالت کا انعام پا کر دس سال کی جدائی کے بعد آملا ۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی تمام دعائیں قبول فرمالیں اور ساتھ ساتھ آپ پر گاہ بگاہ ہونیوالے احسانات وانعامات کا تذکرہ بھی کر دیا۔

ارشاد ہے۔

قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَکَ
يٰمُوْسٰی ۔وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْکَ
مَرَّةً اُخْرٰی ۔اِذْ اَوْحَيْنَا اِلٰی
اُمِ□کَ مَايُوْحٰی
۔اَنِ□ اقْذِفِيْهِ فِی التَّابُوْتِ
فَاقْذِفِيْهِ فِی الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ
بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ
وَعَدُوٌّ لَّهٗ ط وَاَلْقَيْتُ عَلَيْکَ
مَحَبَّةً مِّنِّیْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَيْنِیْ
۔اِذْ تَمْشِیْ اُخْتُکَ فَتَقُوْلُ
هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَنْ يَّکْفُلُهٗ ط
فَرَجَعْنٰکَ اِلٰی اُمِّکَ کَیْ
تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلاَ تَحْزَنَ وَقَتَلْتَ
نَفْسًا فَنَجَّيْنٰکَ مِنَ الْغَمِّ

اے موسیٰ ؑ ! تیری سب
درخواستیں قبول کر دی
گئیں۔ بلاشبہ ہم تجھ پر اور بھی
ایک مرتبہ احسان کر چکے
ہیں۔ وہ احسان اس وقت کیا
جب ہم نے تیری ماں کو وہ
بات الہام کی جو الہام کرنے کی
تھی کہ اس کو صندوق میں رکھ
دے۔ پھر اس صندوق کو دریا
میں ڈال دے، پھر دریا اس کو
کنارے لے جائیگا تا کہ وہ
شخص اٹھالے جو میرا بھی اور
اس کا بھی دشمن ہے۔ اور میں
نے تجھ پر اپنی جانب سے محبت

وَفَتَنّٰکَ فُتُوۡناً فَلَبِثۡتَ سِنِیۡنَ فِیۡۤ اَھۡلِ مَدۡیَنَ ثُمَّ جِئۡتَ عَلٰی قَدَرٍ یّٰمُوۡسٰی ۔وَاصۡطَنَعۡتُکَ لِنَفۡسِیۡ۔ (طٰہٰ)	ڈالدی تھی تا کہ جو دیکھے تجھ پر محبت کرے تا کہ تو میری نگاہ کے سامنے پرورش پائے یہ وقت تھا جب تیری بہن چلتی ہوئی فرعون کے گھر آئی اور کہنے لگی کہ تم کہو تو میں تم کو ایسی شخصیت بتاؤں جو اس کی پرورش کر سکے پھر ہم نے تجھ کو تیری ماں کے پاس لوٹا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور تو نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا پھر ہم نے اس کی پریشانی سے تجھ کو نجات دی اور ہم نے تجھ کو کئی طرح امتحانوں میں مبتلا کیا۔ پھر تو مدین میں کئی سال رہا آخر کار ایک وقت مقررہ پر جو مقدر تھا تجھ کو یہاں لے آیا اور میں نے تجھ کو خاص اپنے لئے منتخب کیا ہے۔

پانچ فتون

حدیث الفتون کے نام سے ایک طویل حدیث سنن نسائی کتاب التفسیر میں بروایت ابن عباسؓ نقل کی ہے ۔سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی اور میں نے

پوچھا کہ اس میں فتون سے کیا مراد ہے۔تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ شروع سے بیان کرنا شروع کیا اور جب حضرت موسیٰ ؑ کی پیدائش تک پہنچے تو فرمایا کہ ان کی والدہ پر رنج وغم طاری تھا کہ یہ بچہ پیدا ہو گیا تو قتل کر دیا جائے گا۔ یہاں پر قصہ کو پہنچا کر فرمایا کہ اے ابن جبیر یہ پہلا فتون تھا، اور پھر قصہ بیان کرنا شروع کیا ،اور جب یہاں تک پہنچے کہ جب لڑکوں کے قتل پر مامور پولیس والوں کو اطلاع ملی کہ فرعون کے گھر لڑکا آیا ہے تو چھریاں لے کر فرعون کی بیوی کے پاس پہنچ گئے کہ لڑکے کو قتل کر دیں۔ یہاں پہنچ کر پھر ابن جبیر کو مخاطب کیا کہ یہ دوسرا فتون تھا۔ پھر بیان کرتے کرتے جب دائیوں کے واقعہ تک پہنچے اور فرمایا کہ حضرت موسیٰ ؑ کی بہن نے کہا کہ میں تمہیں ایک گھرانے کی خبر دیتی ہوں مجھے امید ہے کہ یہ ان کا دودھ پیئے گا۔ اور وہ خوب اچھی طرح اس کی پرورش کریں گے۔ یہ سن کر محل میں موجود کنیزوں نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ عورت بچے کی ماں ہو یا کوئی خاص عزیز ہو جو وثوق سے یہ کہہ رہی ہے کہ وہ گھر والے اس کے خیر خواہ اور ہمدرد ہوں گے تو اس وقت یہ بہن پریشان ہوگئی۔ ابن عباس ؓ نے یہاں پہنچ کر پھر ابن جبیر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ تیسرا فتون تھا۔ پھر بیان کرتے کرتے جب یہاں تک پہنچے کہ حضرت موسیٰ ؑ نے فرعون کی ڈاڑھی پکڑ کر زور سے کھینچی اور منہ پر طمانچہ رسید کیا تو فرعون نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ پھر فرمایا کہ چوتھا فتون تھا۔ پھر جب یہاں پہنچے کہ موسیٰ ؑ نے ایک فرعونی کو قتل کیا اور مدین روانہ ہو گئے یہاں پہنچ کر سعید ابن جبیر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ پانچواں فتون تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتون اس واقعہ کو قرار دیا جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سر پر موت منڈلاتی نظر آتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی قدرت سے بچاتے ہیں۔ یہ تمام واقعات گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں بھائیوں کو حکم فرمایا کہ تم جاؤ اور فرعون کو نصیحت کرو۔

اِذۡهَبۡ اَنۡتَ وَاَخُوۡكَ بِاٰيَاتِيۡ وَلاَ تَنِيَا فِيۡ ذِكۡرِيۡ اِذۡهَبَآ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ اِنَّهٗ طَغٰى فَقُوۡلَا لَهٗ قَوۡلًا لَّيِ□ ِ□ ًنا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوۡ يَخۡشٰى۔

اب تو اور تیرا بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میرے حکم میں سستی نہ کرنا۔تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ بہت حد سے گزر چکا ہے۔ پھر اس سے نرم بات کرنا شاید وہ نصیحت مان لے یا ڈر جائے۔

پھر ان دونوں نے عرض کی کہ الٰہی ہمیں ڈر ہے کہ کہیں وہ ہم پر حملہ نہ کر دے اور زیادہ سرکش نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ

نے پھر تسلی دی کہ تم بے خوف ہوکر اس کے پاس جاؤ۔ اور میرا پیغام اس تک پہنچاؤ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں، میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

قَالَ لاَتَخَافَااِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی۔ — فرمایا نہ ڈرو میں تمہارے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں۔

فرعون کے دربار میں دعوت حق

دونوں بھائیوں کو حسب حکم فرعون کو دعوت حق دینے کے لئے اس کے دربار میں جانے کا موقع نہیں دیا گیا یہ دونوں دروازے پر ٹھہرے رہے۔ پھر بہت سے پردوں سے گزر کر ملنے کی اجازت ملی۔ تو دونوں نے فرعون سے کہااِنَّا رَسُوْلاَ رَبِّکَ کہ یعنی ہم دونوں تیرے رب کی طرف سے قاصد اور پیغمبر ہیں۔ فرعون نے پوچھافَمَنْ رَبُّکُمَا تمہارا رب کون ہے؟ موسیٰ و ہارون علیہ السلام نے وہ بات کہی جس کا خود قرآن نے ذکر کیا ہے۔

رَبُّنَا الَّذِیْ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی۔ — ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی صورت دی پھر راہ سمجھائی۔

اس پر فرعون نے پوچھا کہ تم دونوں کیا چاہتے ہو، اور ساتھ ہی قبطی مقتول کا واقعہ ذکر کر کے حضرت موسیٰؑ کو مجرم ٹھہرایا اور اپنے گھر میں ان کی پرورش کا احسان جتلایا۔ حضرت موسیٰؑ نے وہ جواب دیا جو قرآن میں مذکور ہے۔ یعنی مقتول کے معاملہ میں تو اپنی خطا و غلطی کا اعتراف کر کے ناواقیف کا عذر ظاہر کیا اور گھر میں پرورش کا احسان جتلانے کا یہ جواب دیا کہ تم نے سارے نبی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے ان پر طرح طرح کے ظلم کر رہے ہو، اس کے نتیجہ میں یہ نیرنگ تقدیر میں تمہارے گھر پہنچا دیا گیا، اور جو کچھ اللہ کو منظور تھا وہ ہو گیا اس میں تمہارا کوئی احسان نہیں۔ کما قولہ تعالیٰ۔

قَالَ فَعَلْتُهَا اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ۔ فَفَرَرْتُ مِنْکُمْ لَمَّا خِفْتُکُمْ فَوَھَبَ لِیْ رَبِّیْ حُکْمًا وَّ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۔وَتِلْکَ نِعْمَۃٌ تَمُنُّھَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ۔	فرمایا یہ حرکت مجھ سے اس وقت سرزد ہوئی تھی اور میں غلطی کرنے والوں میں سے تھا۔جب مجھ کوخطرہ محسوس ہوا تو میں تمہارے ہاں سے فرار ہوگیا ۔پھر میرے رب نے مجھ کوحکمت ودانش عطا فرمائی اور مجھ کوپیغمبروں میں سے کر دیااور وہ مجھ کوپیغمبروں میں سے کر دیا اور وہ احسان جوتو نے مجھ پر رکھ رہاہے وہ یہی ہے کہ تو نے تمام اسرائیل کو غلام بنا رکھاہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کودو باتیں کہیں،ایک یہ کہ تم خود ایمان لاؤ،اوردوسری یہ کہ بنی اسرائیل کو آزاد کرو ۔بنی اسرائیل ملک شام کے باشندے تھے۔اور وہاں جانا چاہتے تھےلیکن فرعون ان کو جانے نہ دیتا تھا۔اس طرح چارسوسال سے وہ اس کی غلامی کی زندگی بسر کررہے تھے۔ان کی تعداداس وقت چھ لاکھ تیس ہزار تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو پیغام حق پہنچانے کے ساتھ ہی بنی اسرائیل پر جوظلم اس نے کررکھا تھا اس سے باز آنے اوران کوآزاد چھوڑنے کی ہدایت فرمائی ۔(معارف القرآن بحوالہ قُرطبی)

لیکن فرعون نے انکارکردیا۔

مناظرہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام وفرعون کی گفتگوطویل ہوتے ہوتے مناظرہ کی صورت اختیار کرگئی۔

ابن کثیر میں ہے کہ فرعون نے اپنی رعیت کو بہکارکھا تھااورانھیں یقین دلا رکھا تھا کہ معبوداور رب صرف میں ہی ہوں میرے سوا کوئی نہیں اس لئے ان سب کا عقیدہ یہی تھا۔جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایااِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (کہ ہم رب العلمین کے بھیجے ہوئے ہیں)توفرعون نے کہا کہ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ(رب العلمین کیا ہے)یہ سرے سے خدا کا منکر تھااوراپنے اسی عقیدے کوظاہر کرتا تھا،اورایک ایک کو یہی عقیدہ گھونٹ گھونٹ کر پلا رہا تھا۔گواس کے خلاف دلائل وبرائین اس کے سامنے کھل گئے تھے۔حضرت کلیم اللہ نے اس کا جواب دیا کہ وہ

سب کا مالک، سب کا خالق، اور سب پر قادر ہے، سب کا معبود اور یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، عالم علوی آسمان اور اس کی مخلوق اور عالمِ سفلیٰ زمین اور اس کی کائنات سب اسی کی پیدا کردہ ہے ان کے درمیان کی چیزیں ہوا، پرندے وغیرہ سب اس کے سامنے پست اور اس کے عبادت گزار ہیں، اگر تمہارے دل یقین کی دولت سے خالی نہیں ہوئے، اگر تمہاری نگائیں روشن ہیں تو رب العلمین کے یہ اوصاف اس کی ذات کو ماننے کے لئے کافی ہیں۔

ارشاد ہے کہ

قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَیْنَهُمَااِنْ کُنْتُمْ مُوْقِنِیْنَ۔

فرمایا کہ وہ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان کی تمام چیزوں کا رب ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو۔

یہ سن کر فرعون سے چونکہ جواب نہ بن سکا اس لئے بات کو مذاق میں ڈالنے کے لئے اور لوگوں کو اپنے سکھائے ہوئے عقیدے پر جمانے کے لئے ان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا کہ سنو یہ میرے سوا کسی اور کو خدا مانتا ہے تعجب کی بات ہے۔

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ۔

فرعون نے اپنے آس پاس والوں کو کہا کہ کیا تم نہیں سن رہے؟

حضرت موسیٰؑ اس کی بے التفاتی سے گھبرائے نہیں اور وجودِ خدا کے اور دلائل بیان شروع کر دیئے کہ

رَبُّکُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ ۔

کہ وہ تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا پروردگار ہے۔

آج اگر تم فرعون کو خدا مانتے ہو تو ذرا یہ تو سوچو کہ فرعون سے پہلے جہان والوں کا خدا کون تھا؟ اس کے وجود سے پہلے زمین و آسمان کا وجود پہلے تھا تو ان کا موجد کون تھا؟ بس وہی میرا رب ہے، وہی تمام جہانوں کا رب ہے۔

فرعون دلائل کی بارش کی تاب نہ لا سکا اور کہنے لگا۔

اِنَّ رَسُوْلَکُمُ الَّذِیْٓ اُرْسِلَ اِلَیْکُمْ لَمَجْنُوْنٌ۔

کہ تمہارا یہ رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے یقینا دیوانہ ہے۔

خدا کے کلیم نے پھر بھی اپنی دلیلوں کا سلسلہ جاری رکھا اور اس کے لغو کلام سے یکسو ہو کر فرمانے لگے کہ

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

کہ وہی مشرق ومغرب کا اور ان کے درمیان تمام چیزوں کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو۔

وہ سورج چاند ستارے مشرق سے چڑھاتا ہے اور مغرب سے اتارتا ہے۔ اگر فرعون اپنے خدائی دعوے میں سچا ہے تو ذرا ایک دن اس کے خلاف کر کے دکھادے۔ مغرب سے نکالے اور مشرق کو لے جائے۔ یہی بات خلیل اللہ نے اپنے زمانے کے بادشاہ سے بوقت مناظرہ کہی تھی۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واضح وروشن دلیلیں سن کر فرعون کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور وہ سمجھ گیا کہ اگر ایک میں نے نہ مانا تو کیا ہوگا، یہ واضح اور روشن دلیلیں تو ان سب لوگوں پر اثر کر جائیں گی۔ اس لئے اب اپنی قوت کو استعمال کرنے کا ارادہ کر لیا۔

اور کہا کہ

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِىْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ۔

اگر تو نے میرے علاوہ کسی اور کو معبود بنایا تو تجھے قیدیوں میں ڈال دوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بہت وعظ ونصیحت کہہ چکے تھے آپ نے بھی ارادہ کیا کہ میں اسے اور اس کی قوم کو دوسری طرح قائل کروں۔ تو فرمایا کہ

اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ۔

کہ اگر تیرے پاس کوئی ظاہر چیز (معجزہ) لے آؤں۔

فرعون اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا تھا اس نے بھی مطالبہ کر دیا کہ اگر اس دعویٰ میں سچا ہے تو اپنے معجزات پیش کر۔ آپ نے سنتے ہی اپنا عصا زمین پر مارا تو وہ ایک اژدھے کی شکل بن گیا، اور اژدھا بھی بہت بڑا تیز کچلیوں والا اور نہایت ڈراؤنی شکل والا منہ پھاڑے ہوئے اور پھن پھناتا ہوا ظاہر ہوا، اور اپنا منہ پھاڑ کر فرعون کی طرف بڑھا۔ فرعون تخت سے کود پڑا اور چلّا کر کہنے لگا کہ اے موسیٰ اسے روک لو آپ نے اسے پکڑا تو وہ پھر عصا بن گیا۔

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اس نے منہ پھاڑا تو اس کا جبڑا زمین پر اور اوپر کا محل کی دیوار پر تھا۔ جب وہ فرعون کی طرف بڑھا تو وہ کانپ اٹھا اور کود کر بھاگنے لگا اور چیخ کر کہا اے موسیٰ اسے پکڑ لو میں تم پر ایمان لاتا ہوں اور تمہارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھی رہا کر دوں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے پکڑا تو پھر وہ عصا بن گیا۔

(ابن کثیر ج ۲)

اور اس کے ساتھ ہی اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالکر نکالا تو وہ چاند کی طرح چمکتا ہوا نکلا۔

ایک اُونچے محل کی تعمیر

فرعون کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اہل دربار موسیٰ ؑ کے دلائل سے متاثر ہو کر موسیٰ ؑ کی صداقت کے قائل نہ ہو جائیں اس لئے ان کی توجہ ہٹانے کے لئے اہل دربار کو مخاطب کیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰٓاَیُّهَا الْمَلَاُ مَاعَلِمْتُ لَکُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَیْرِیْ فَاَوْ قِدْلِیْ یٰاهَا مٰنُ عَلَی الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓی اِلٰهِ مُوْسٰی وَ اِنِّیْ لَاَ ظُنُّهٗ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ۔	اور فرعون نے کہا کہ اے اہل دربار مجھے تو سوائے اپنے تمہارا کوئی معبود معلوم نہیں ہوتا۔ سو اے ہامان تو میرے لئے مٹی کو آگ میں پکوا کر تیار کرا۔ اور میرے لئے ایک بلند عمارت بنوا۔ تاکہ میں موسیٰ ؑ کے خدا کی ٹوہ لگاؤں اور میں تو اس کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔

اے ہامان تو ایسا کر کہ گارے کی کچی اینٹوں کو آگ میں پکا کر ان سے ایک بلند عمارت تیار کرا۔ تاکہ میں اس بلند عمارت پر چڑھ کر موسیٰ کے معبود کا پتہ لگاؤں۔ یہ بیوقوف سمجھا کہ وہ آسمان پر بیٹھا ہوگا، اور باوجود اس کوشش کے بھی اس نے کہا کہ میں موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ غرض وہ محل پچاس ہزار راج اور مزدوروں کی محنت سے تیار ہوا۔ یہ سمجھا تھا کہ اس طرح آسمان کچھ قریب ہو جائے گا۔ لیکن اس کی چھت پر چڑھ کر دیکھا تو آسمان اتنا ہی اونچا نظر آیا۔ ذلیل وشرمندہ ہو کر نیچے آ گیا۔

پکی اینٹ کی تعمیر سب سے پہلے اسی محل کی ہوئی ہے اس سے پہلے اینٹ کا رواج نہ تھا۔ (کشف الرحمن)

ایک روایت میں ہے کہ ہامان نے اس کی تعمیر کے لئے پچاس ہزار معمار جمع کئے، مزدور، لکڑی اور لوہے کا کام کرنے والے اس کے علاوہ تھے۔ محل کو اتنا اونچا بنایا گیا کہ اس زمانے میں اس سے زیادہ بلند کوئی تعمیر نہ تھی۔ جب یہ تیاری مکمل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا تو انھوں نے ایک ضرب میں اس محل کے تین ٹکڑے کر کے

گرادیا جس میں فرعونی فوج کے ہزاروں آدمی دب کر مر گئے۔(معارف القرآن بحوالہ قُرطبی)

جادوگری کا الزام

حضرت موسیٰؑ پر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جب فرعون اور اس کے اہل دربار کچھ نہ بن پڑی اور ضد و تعصّب کی بناء پر ماننے سے انکار کر دیا تو یہ کھلے معجزات دیکھ کر اہل دربار سے فرعون نے کہہ دیا کہ یہ کوئی بڑا جادوگر ہے اور یہ اس ارادے سے یہاں آیا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے بے دخل کر دے۔ اہل دربار سے مشورہ لیا کہ اب تمہارا کیا خیال ہے؟ اہل دربار نے یہ کہا کہ آپ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کو کچھ مہلت دیدیں اور ملک کے نامور جادوگروں کا بلالیں اور پھر ایک بڑے میدان میں اس سب کا مقابلہ کرائیں۔ ہمیں قوی امید ہے کہ ہمارے ملک کے جادوگروں کے آگے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کی کچھ نہ چلے گی اور اس طرح یہ کھیل ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا کہ تو جادو کے زور سے ہمارا ملک چھیننا چاہتا ہے تو مغرور نہ ہو! ہم بھی جادو میں تیرا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دن اور جگہ مقرر ہو جائے۔ ہم بھی اس دن وہاں آجائیں اور تو بھی اور کھلے میدان میں سب کے سامنے ہار جیت کھل جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے منظور ہے اور میرا خیال ہے کہ اس کے لئے تمہارا عید کا دن مناسب ہے۔

قَالَ مَوْعِدُ کُمْ یَوْمُ الزِّیْنَۃِ وَاَنْ یُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًی (طٰہٰ)	تمہارے وعدے کا دن وہی ہے جو جشن منانے کا دن ہے اور سب لوگ چاشت کے وقت تک جمع کر لئے جائیں۔

ابن عباسؓ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی عید کا دن عاشورہ کا دن تھا۔ یہ یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام ایسے موقعوں پر کبھی پیچھے نہیں رہتے۔ ایسا کام کرتے ہیں جس سے حق صاف اور واضح ہو جائے اور ہر ایک پر کھل جائے۔ اس لئے آپ نے ان کی عید کا دن مقرر کیا اور وقت دن چڑھے کا بتلایا۔ اور صاف ہموار میدان مقرر کیا کہ جہاں سے ہر آدمی آسانی سے دیکھ سکے اور جو باتیں ہوں وہ بھی سن سکیں۔

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ فرعون نے مہلت چاہی تو حضرت علیہ السلام نے انکار کیا۔ اس پر وحی اُتری کہ مدّت مقرر کر لو۔ فرعون نے چالیس دن کی مہلت مانگی جو منظور ہو گئی۔(ابن کثیر)

مدّت مقرر ہو گئی دن اور وقت اور جگہ کا تعیّن بھی ہو گیا تو فرعون نے اِدھر اُدھر سے جادوگروں کو جمع کرنا شروع

کر دیا۔اس زمانے میں جادو کا بہت زور تھا اور بڑے بڑے جادوگر موجود تھے۔مقررہ وقت تک جادوگر بھی جمع ہو گئے۔اس میدان میں فرعون اپنا تخت نکلوا کر اس پر بیٹھا اور تمام امراء وزراء بھی اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔رعایا سب جمع ہوگئی۔جادوگروں کی ٹولیاں صفیں باندھے تخت کے آگے کھڑی ہوگئیں۔فرعون نے ان کی کمر ٹھونکنی شروع کی اور کہا کہ آج اپنا وہ ہنر دکھلاؤ کہ دنیا میں یادگار رہ جائے۔تو جادوگروں نے کہا کہ ہمیں اس کا انعام بھی ملے گا یا نہیں؟

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْ لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ۔	پھر جب وہ جادوگر آئے تو انھوں نے فرعون کے کہا کہ اگر ہم مقابلہ میں غالب آئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا انعام ملے گا۔

فرعون نے جواب دیا کہ

نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔	ہاں ضرور اور تم اس وقت مقربین میں شامل کر لئے جاؤ گے۔

ادھر کلیم خدا نے جادوگروں کو بھی تبلیغ کرنی شروع کر دی کہ دیکھو اللہ پر جھوٹ نہ باندھنا ورنہ شامتِ اعمال برباد کر دے گی۔لوگوں کی آنکھوں میں دھول نہ جھونکو کہ درحقیقت کچھ نہ ہو اور تم اپنے جادو سے بہت کچھ دکھا دو۔خدا کے سوا کوئی خالق نہیں۔کما قولہ تعالیٰ۔

قَالَ لَهُمْ مُّوسٰى وَيْلَكُمْ لَاتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَّقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى۔	موسیٰ ؑ نے ان لوگوں سے کہا کہ تمہارے لئے خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو ورنہ خدا تم کو کسی عذاب سے بالکل تباہ و برباد کر دیگا اور جس نے خدا پر جھوٹ باندھا وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔

یہ سن کر آپس میں چہ میگویاں شروع ہوگئیں۔بعض تو سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ یہ کلام جادوگروں کا نہیں، یہ سچ مچ خدا کے رسول ہیں۔اور بعضوں نے کہا جادوگر ہیں مقابلہ کرو۔یہ باتین بہت احتیاط اور پوشیدہ سے کی گئی تھیں۔

اب باآواز بلند کہنے لگے۔

قَالُوْا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدَ اِنْ اَنْ یُّخْرِجٰکُمْ مِنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِ هِمَا وَیَذْهَبَا بِطَرِیْقَتِکُمُ الْمُثْلٰی۔

انھوں نے کہا کہ بلاشبہ یہ دونوں جادوگر ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال کر باہر کریں اور تمہاری بہترین وشائستہ تہذیب کو اٹھالیں۔

جادوگروں کا مشورہ

کہ یہ دونوں بھائی سیانے اور پہنچے ہوئے جادوگر ہیں اس وقت تو تمہاری ہوا بندھی ہوئی ہے۔بادشاہ کا قرب نصیب ہے۔لیکن آج یہ اگر بازی لے گئے تو ظاہر ہے کہ ریاست انہی کی ہوجائے گی،تمہیں ملک سے نکال دیں گے۔عوام ان کے ماتحت ہو جائیں گے بادشاہت چھین لیں گیااور ساتھ ہی تمہارے مذہب کا ملیا میٹ کر دیں گے۔تمہارے اشراف ذلیل ہوجائیں گے۔امیر فقیر بن جائیں گے اور بنی اسرائیل جو تمہارے غلام بنے ہوئے ہیں سب ان کے ساتھ ہوجائیں گے۔تمہاری حکومت پاش پاش ہوجائے گی۔لہذا ان کے مقابلے میں صف بندی کر کے اپنا کوئی فن باقی نہ رکھو۔جی کھول کر ہوشیاری اور دانائی سے اپنے جادو کے زور سے اسے دبالو۔اگر وہ جیت گیا تو ریاست اسی کی ہوجائے گی،اور اگر ہم غالب آ گئے تو تم سن چکے ہو کہ بادشاہ ہمیں اپنا مقرب اور خاص کے اراکین بنالے گا۔(ابن کثیر)

مقابلہ

جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم اپنا وار پہلے کرتے ہو یا ہم پہل کریں۔کلیم اللہ نے فرمایا کہ تم پہل کرو۔چنانچہ انھوں نے اپنی لکڑیاں اور رسیاں زمین پر ڈال دیں اور کہنے لگے کہ

بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُوْنَ۔

فرعون کے اقبال کی قسم بلاشبہ ہم ہی غالب رہیں گے۔

لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر کے انھیں خوفزدہ کر دیا۔پہلے حضرت موسیٰ ؑ کی آنکھوں پر جادو کر کے بندش کر دی پھر فرعون کی آنکھوں پر پھر تمام لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر انھیں خوفزدہ کر دیا۔

فَلَمّآ اَلْقَوْ سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُ وَابِسِحْرٍ عَظِيْمٍ۔

جب ان جادوگروں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا اور ان کو خوف زدہ کر دیا۔ اور وہ بہت بڑا جادو بنا کر لائے۔

جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈال دیں اور لوگوں کی نظر بندیاں کر دیں اور یوں دکھائی دینے لگا کہ جو کچھ یہ دکھا رہے ہیں حقیقت میں ایسا ہی وجود پذیر ہو رہا ہے۔ حالانکہ یہ رسیاں اور لاٹھیاں ہی تھیں۔ دیکھنے والوں کو فقط یہ وہم وخیال تھا کہ یہ سانپ ہیں۔

(ابن کثیر)

ان کی پھینکی ہوئی رسیوں اور لاٹھیوں سے سارا میدان پر ہو گیا اور وہ آپس میں گڈ بڈ ہو کر اوپر تلے ہونے لگے۔ اس منظر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی خوفزدہ کر دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ بھی ان کے کرتب کے قائل نہ ہو جائیں اور اس باطل میں نہ پھنس جائیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

فَاِذَ حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ،فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰى قُلْنَا لَاتَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى۔وَاَلْقِ مَافِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْ اِنَّمَا صَنَعُوْ ا كَيْدُ سَاحِرٍ وَّلاَ يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى۔ (طٰہٰ)

پھر اچانک انکی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو سے موسیٰ کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں کہ جیسے وہ دوڑ رہی ہوں ۔یہ دیکھ کر موسیٰ نے اپنے دل میں تھوڑا سا خوف محسوس کیا۔ہم نے کہا ڈر نہیں یقینا تو ہی غالب رہے گا اور جو چیز تیرے دائیں ہاتھ کر موسیٰ نے اپنے دل میں تھوڑا سا خوف محسوس کیا۔ہم نے کہا ڈر نہیں یقینا تو ہی غالب رہے گا اور جو چیز تیرے دائیں ہاتھ میں ہے اسے میدان میں ڈال دے وہ سب کو نگل جائے گا جو انھوں نے بنایا ہے ۔کیونکہ جو کچھ انھوں نے بنایا ہے وہ جادو کا کرتب اور فریب ہے اور جادوگر خواہ کہیں بھی جائے گا کامیاب نہیں ہوگا۔

وحی آئی کہ اپنے دائیں ہاتھ میں موجود لکڑی کو زمین پر پھینک دیں۔آپ نے جب لکڑی پھینکی تو وہ ایک بہت بڑا اژدھا بن گئی جس کے پیر بھی تھے اور سر بھی تھا کچلیاں اور دانت بھی تھے اس نے دیکھتے ہی دیکھتے سارے میدان کو صاف کر دیا۔اس میں جادوگروں کے جتنے بھی کرتب تھے سب کو ہڑپ کر لیا۔اب سب پر حق واضح ہوگیا۔معجزہ اور جادو میں تمیز ہوگئی۔حق اور باطل میں پہچان ہوگئی۔سب نے جان لیا کہ جادوگروں کی بناوٹ میں اصلیّت کچھ بھی نہ تھی۔

جادوگروں نے جب یہ منظر دیکھا تو انھیں یقین ہوگیا کہ یہ کام انسانی طاقت سے خارج ہے۔وہ تو جادو کے

فن کے باہر تھے بیک نگاہ پہچان گئے کہ واقعی یہ اس خدا کا کام ہے جس کے فرمان اٹل ہیں۔ انھیں یقین ہو گیا اور اسی میدان میں سب کے سامنے بادشاہ کی موجودگی میں اللہ کے حضور سر بسجود ہو گئے۔

جادوں گروں کا اسلام لانا

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْ اٰمَنَّا بِرَبِّ ھٰرُوْنَ وَمُوْسٰی۔	پس جادوگر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم نے ہارون اور موسیٰؑ کے رب پر ایمان لے آئے۔

فرعون نے جب یہ دیکھا کہ جن کو اس نے مقابلے کے لئے بلوایا تھا وہ تمام مجمع میں ہار گئے۔ اپنے کرتوت کو جادو اور موسیٰؑ کے معجزے کو خدا کی طرف سے عطا کردہ معجزہ تسلیم کرلیا۔ تو اپنی شیطانی میں بڑھ گیا اور اپنی طاقت اور قوت دکھانے لگا اور کہنے لگا کہ میری اجازت کے بغیر تم موسیٰ پر ایمان لے آئے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ تم سب کا استاد ہے اور تم اس کے شاگرد ہو، اور یہ خفیہ تم نے آپس میں ساز باز کیا ہوا تھا اور اس کا انجام بھی تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ میں سیدھی طرف سے تمہارے ہاتھ کاٹ کر تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی دوں گا، اور بہت بری طرح تمہاری جان لوں گا کہ دوسروں کے لئے عبرت ہو۔ سولی کی سزا سب سے پہلے اس نے دی تھی۔ لیکن ان نو مسلم جادوگروں پر اس کی دھمکی کا کچھ اثر نہ ہوا اور وہ بھری محفل میں کہنے لگے کہ

فَاقْضِ مَآاَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ ھٰذِہِ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا۔ (طٰهٰ)	تو جو کچھ کرنا چاہے کر ڈال۔ تو صرف اس دنیا کی زندگی میں حکم چلا سکتا ہے۔

ہم نے اپنے رب پر ایمان لایا ہے تا کہ وہ ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے۔ اور یہ گستاخی جو تم نے زبردستی کرائی ہے۔ اللہ کی قدرت کو جادو سے مٹانے کی، یہ بھی معاف فرمائے۔ خدا کی قسم جس نے ہمیں اولاً پیدا کیا ہے ہم ان واضح دلیلوں پر تیری گمراہی کو ترجیح دے ہی نہیں سکتے خواہ تو ہمارے ساتھ کچھ ہی کر لے، مستحق عبادت وہ ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے نہ کہ تو جو کہ خود اس کا پیدا کردہ ہے۔ نہ ہمیں تیری سزاؤں سے ڈر ہے نہ تیرے انعام کی لالچ ہے۔

چنانچہ فرعون نے ان سب کو اذیتیں دے دے کر شہید کر ڈالا۔ سب کو الٹی سیدھی طرف سے ہاتھ پاؤں کاٹ کر پھانسی پر چڑھا دیا۔ صبح کے یہ جادوگر کافر اور جادوگر تھے اور شام کو پاکباز مومن اور راہِ خدا کے شہید تھے۔

کہتے ہیں کہ ان کی تعداد اسّی ہزار یا ستر ہزار تھی۔تیس ہزار۔انیس ہزار اور بارہ ہزار کی روایات بھی ہیں ۔جب یہ سجدے میں گرِے تو خدا تعالیٰ نے انھیں جنّت دکھا دی اس طرح انھوں نے اپنی منزلیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔(رحمہم اللہ تعالیٰ۔ابن کثیر)

فرعون کی سرکشی اور قتل اولاد کا حکم

اتنی ظاہر اور کھلی نشانیوں کو دیکھ کر بجائے اس کے کہ فرعون اپنے رب پر ایمان لے آتا اس کی سرکشی میں مزید اضافہ ہو گیا۔اس نے سوچا کہ پہلے تو معاملہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام تک تھا۔اب عوام الناس بھی اس کے ساتھ ہو گئے اور جو کھیل میں نے موسیٰ کو ہرانے کے لئے کھیلا تھا اس میں مَیں خود ہار گیا۔اور میرے لائے ہوئے جادوگر موسیٰ کے خدا کے سامنے سربسجود ہو گئے،اور میری ہر ایک اذیت کو انھوں نے دل و جان سے برداشت کیا۔جان دیدی لیکن اپنے ایمان کو نہ چھوڑا۔اس نے سوچا کہ اگر حالات اسی طرح رہے تو معاملہ بہت سنگین صورت اختیار کر سکتا ہے۔چنانچہ حکم جاری کر دیا کہ موسیٰ پر جو ایمان لائے ہیں ان کے ہاں جو لڑکے ہوں انھیں قتل کر ڈالو اور جو لڑکیاں ہوں انھیں زندہ چھوڑ دو۔کما قولہ تعالیٰ۔

فَلَمَّا جَآئَ ھُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِ نَا قَالُو اقْتُلُوْ آ اَبْنَآئَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ امَعَہٗ وَاسْتَحْیُوْا نِسَآئَ ھُمْ۔	جب موسیٰ ان کے پاس ہماری طرف سے امر حق لے کر پہنچا تو ان لوگوں نے کہا کہ جو لوگ موسیٰ کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو۔

یاد رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو روکنے کے لئے فرعون اس قسم کا حکم پہلے بھی دے چکا تھا لیکن اب دربارہ اس لئے یہ کاروائی کی کہ بنی اسرائیل کی تعداد کم ہو جائے اور اس طرح یہ کمزور اور بے طاقت ہو جائیں اور ان کی گنتی نہ بڑھے اور انھیں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ ہماری اس مصیبت کا باعث موسیٰؑ ہیں نعوذ باللہ۔(ابن کثیر)

چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا بھی،کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں ایذا دی گئی اور آپ کے تشریف لانے کے بعد بھی ہم ستائے گئے۔آپ نے جواب دیا کہ جلدی نہ کرو،بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو برباد کر دے اور تمہیں زمین کا خلیفہ بنائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا عزم

فرعون نے دیکھا کہ اس طرح بھی کام نہیں بن رہا تو اپنی قوم سے کہنے لگا کہ مجھے چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر دوں ،اور وہ اپنے خدا کو بھی اپنی مدد کے لئے پکارے مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں، مجھے ڈر ہے کہ اسے زندہ چھوڑا گیا تو وہ تمہارے دین کو بدل دے گا، اور تمہاری عادات ورسومات کو تم سے چھڑا دے گا۔قولہ تعالیٰ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ۔	اور فرعون نے اہل دربار سے کہا کہ مجھے چھوڑو کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں ،اور اس کو چاہیے کہ اپنی مدد کے لئے اپنے رب کو پکارے کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے دین کو بدل ڈالے یا ملک میں کوئی فساد برپا کردے۔

مومن آل فرعون

موسیٰ علیہ السلام پر فرعون کی مجلس سے ایک آدمی جو اس سے قبل اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا۔اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ ایک ایسے شخص کو صرف اس بنا پر قتل کر رہے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے پاس دلائل اور براہین لیکی آیا ہے۔

آئمہ تفسیر میں سے مقاتل اور سدّی اور حضرت حسن نے فرمایا ہے کہ یہ فرعون کا چچازاد بھائی تھا اور اس کا نام شمعان یا حزقیل تھا، اور یہ وہی شخص تھا جو قبطی کے واقعۂ قتل میں شہر کے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا اور موسیٰ علیہ السلام کو مدین چلے جانے کا مشورہ دیا۔(معارف القرآن

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدیقین چند ہیں (۱) حبیب بخار،جس کا واقعہ سورہ یٰسین میں ہے۔(۲) مومن اٰل فرعون (۳) ابوبکر صدیقؓ ہیں اور یہ ان سب سے افضل ہیں۔(قرطبی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ اٰل فرعون میں ایک تو یہ شخص ایماندار تھا اور دوسری فرعون کی بیوی، اور تیسرے وہ شخص جس نے موسیٰؑ کو خبر دی تھی کہ سرداروں کا مشورہ تمہیں قتل کرنے کے بارے میں ہو رہا ہے۔(ابن کثیر)

یہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے لیکن قتل موسیٰ ؑ کی خبر سن کر ان سے ضبط نہ ہوسکا اور کہنے لگے کہ ایک شخص کو تو صرف اس لئے قتل کر رہا ہے کہ وہ یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ اگر وہ جھوٹا ہے تو جھوٹ تھوڑے عرصہ کا ہوتا ہے، اگر وہ سچا ہے تو اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلو ورنہ خدا کا عذاب تمہیں آ گھیرے گا۔ خدا کا خوف کھاؤ۔ قیامت کے ہولناک منظر سے ڈرو، جب حضرت یوسف علیہ السلام تشریف لائے تھے تو تم ان پر بھی شک کیا کرتے تھے۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو تم نے کہا کہ اب خدا کسی اور کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا۔ لوگوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور اشارۃً اپنے ایمان کا اظہار بھی کر دیا۔ اور جب یہ دیکھا کہ قوم میری بات نہیں مانتی تو فرمایا۔

فَسَتَذْ کُرُوْنَ مَآاَقُوْلُ لَکُمْ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ۔اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ۔

میں جو تم سے کہہ رہا ہوں میری اس بات کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں بیشک اللہ تعالیٰ سب بندوں کا نگران ہے۔

جب اس طویل مکالمہ اور نصیحت سے مومن آل فرعون کا ایمان لوگوں پر ظاہر ہو گیا تو اس کی فکر ہوئی کہ اب یہ لوگ اس کے درپے ہو جائیں گے۔ اس لئے فرمایا کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں وہی بندوں کا محافظ ہے۔

امام تفسیر حضرت مقاتل رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ ان کے گمان کے مطابق قوم فرعون ان کے درپے ہوئی تو یہ پہاڑ کی طرف نکل گئے اور ان کی گرفت میں نہ آسکے۔

جیسا کہ ارشاد ہے۔

فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ۔

پس اللہ نے اس کو ان کی شرارت آمیز چالوں سے محفوظ رکھا اور فرعون والوں کو بدترین عذاب نے آگھیرا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر طرح سے نجات دی، فرعونیوں کے قبضہ میں بھی نہ آسکے۔

فرعون کی اہلیہ کا ایمان اور شہادت

ان کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا۔ فرعون اور موسیٰ ؑ کی بابت یہ معلوم کرتی رہتیں کہ کون غالب ہوا تو ہر وقت یہی سنتیں کہ موسیٰ ؑ غالب رہے بس ان کے ایمان کا باعث بنا۔

ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ فرعون کے داروغہ کی عورت کا ایمان ان کے ایمان کا باعث

بنا۔ وہ ایک دن فرعون کی لڑکی کا سر گوندھ رہی تھی کہ کنگھی چھوٹ کر گر گئی تو اس کے منہ سے نکل گیا کہ کفار برباد ہوں۔ اور بعض روایت میں ہے کہ بسم اللہ کہہ کر کنگھی اٹھائی تھی۔ اس پر فرعون کی لڑکی نے کہا کہ تو میرے باپ کے سوا کسی اور کو رب مانتی ہے اس نے کہا کہ میرا تیرا اور سب کا رب اللہ ہے۔ اس نے غصّہ میں آ کر اس کو مارا پیٹا اور جا کر اپنے باپ کو بتا دیا۔ تو فرعون نے بلا کر پوچھا کہ تیرا میرے سوا کوئی اور رب ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں میرا رب اللہ ہے۔ فرعون نے اس کو چت لٹا کر ہاتھ پاؤں میں میخیں گڑوا دیں اور اوپر سانپ چھوڑ دیئے کہ کاٹتے رہیں۔ لیکن جب دیکھا کہ یہ باز نہیں آتی تو فرعون نے کہا کہ میں تیرے لڑکوں کو ایک ایک کر کے تیرے سامنے قتل کر دوں گا۔ باز آ جا اور مجھے سجدہ کر لے اس نے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا، اس ظالم نے اس کے ایک لڑکے کو منگوایا اور مار ڈالا۔ انھوں نے اپنے پیارے بچے کو بچشمِ خود دیکھا اور صبر کیا، اس بچہ کی روح نکلی تو اس نے کہا کہ اے اماں! خوش ہو جا اللہ نے تیرے لئے بڑے بڑے ثواب تیار کر رکھے ہیں۔ پھر دوسرے بچے کو بھی قتل کرا دیا اس کی روح نے بھی ماں کو خوشخبری دی۔ فرعون کی اہلیہ نے ان دونوں بچوں کی خوشخبری سنی تو ایمان لے آئی۔ ادھر اس مظلوم عورت کی روح اللہ نے قبض کر لی اور اس کی منزل اور مرتبہ جو خدا کے ہاں تھا وہ حجاب ہٹا کر فرعون کی بیوی کو بھی رکھا دیا گیا تو یہ اپنے ایمان اور یقین میں بہت بڑھ گئیں یہاں تک کہ فرعون کو بھی اس کا پتہ چل گیا تو اس نے ایک دن اپنے درباریوں سے کہا کہ تمھیں کچھ میری بیوی کی خبر ہے؟ تم اسے جانتے ہو سب نے بڑی تعریف کی اور بھلائیاں بیان کیں۔ فرعون نے کہا کہ تمھیں نہیں معلوم یہ میرے سوا دوسرے خدا کو مانتی ہے، پھر مشورہ ہوا کہ انھیں قتل کر دیا جائے۔ (ابن کثیر)

اس کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا امْرَءَتَ فِرْعَوْنَ اِذْقَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًافِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔
(سورہ تحریم)

اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کیلئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کرتا ہے جب اس نے کہا کہ میرے پروردگار میرے لئے جنّت میں اپنے نزدیک ایک مکان بنا دے اور مجھ کو فرعون اور اس کے عمل بد سے محفوظ رکھ اور مجھ کو تمام ظالم لوگوں سے خلاصی عنایت فرما۔

فرعون غصّے کے وقت لوگوں کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گڑوا کر مروا ڈالتا تھا، چونگ کر کے اوپر سے بڑا پتھر

پھینکتا تھا جس سے اس کی روح نکل جاتی میخوں کی سزا کا موجد فرعون تھا اس سے پہلے یہ سزا کسی نے نہیں دی۔ اس لئے سورہ فجر میں فرمایا کہ وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ۔ اور میخوں والا فرعون۔

فرعون نے کہا کہ جو بڑی سے بڑی چٹان تمھیں ملے اسے اٹھا لاؤ اور اسے چت لٹا کر اسے کہو کہ اپنے عقیدے سے باز آجا۔ اگر باز آجائے تو میری بیوی ہے عزت وحرمت سے واپس لاؤ، اگر نہ مانے تو وہ چٹان اس پر گرادو، اس کا قیمہ بنادو، جب یہ لوگ پتھر کے کر آئے تو ان کو لٹا دیا اور پتھر ان پر گرانے کے لئے اٹھایا تو انھوں نے آسمان کی طرف منہ اٹھایا پروردگار عالم نے حجاب ہٹا دیئے جنّت کو اور وہاں جو مکان ان کے لئے بنایا گیا تھا انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اس میں ان کی روح پرواز کر گئی، جس وقت پتھر پھینکا گیا تو اس وقت ان میں روح ہی نہ تھی۔ (ابن کثیر)

ایک روایت میں ہے کہ فرعون نے آخری دور میں اس نیک بی بی پر طرح طرح کے مظالم کئے انہی مظالم کی حالت میں جبکہ فرعون نے ان کو چومیخی کر رکھا تھا اور ان کے چاروں طرف آگ رکھ چھوڑی تھی، تو انھوں نے مندرجہ بالا دعا کی۔

اس کے بعد حضرت آسیہ کو یا تو زندہ اٹھا لیا گیا یا ان کا وہ محل جو جنت میں ان کے لئے تیار تھا ان کو دکھایا گیا اور ان کی جان جانِ آفرین نے لے لی، یعنی فرعون نے ان کو شہید کر دیا۔ چونکہ ان میں ذاتی صلاحیت موجود تھی اس لئے کافر کے تلبس اور اس کی صحبت کا اثر ان کی روحانیت اور رفع درجات پر نہ ہوا۔ (کشف الرحمن)

قوم فرعون پر اللہ کی آزمائش

جب فرعون نے کسی صورت میں بھی غرور وتکبر نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے چند امتحانات میں ان کو مبتلا کر دیا۔ ان کے کھیتوں میں غلہ نہ ہوا۔ درختوں پر پھل نہ آئے، کھجور کے درخت پر ایک ہی کھجور لگتی۔ یہ اس لئے تھا تا کہ وہ کچھ عبرت حاصل کریں، جب یہ خوب سرسبز رہتے تھے غلہ خوب ہوتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم اس کے تو مستحق ہی تھے۔ اور اگر قحط ہوتا تھا تو بھوکے مرتے اور کہتے کہ یہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست ہے۔ (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ

اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ	یاد رکھو ان کی نحوست اللہ کے علم میں
اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔	ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہنے لگے جیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ اور اس کے ذریعہ ہم پر جادو

چلاؤ، تب بھی ہم بات ہرگز نہیں مانیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے پے در پے ان پر پانچ قسم کے عذاب نازل کئے۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ	پھر ہم نے بھیجا ان پر طوفان اور ٹڈی
وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ	اور چچڑیاور مینڈک اور خون، بہت سی
وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ	نشانیاں جدا جدا۔ پھر بھی تکبر کرتے
فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا	رہے اور تھے وہ لوگ گنہگار۔ اور جب
مُّجْرِمِيْنَ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ	پڑتا کوئی خدائی عذاب تو کہتے اے
الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا	موسیٰ دعا کر ہمارے لئے اپنے رب
رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ	سے جیسا کہ اس نے بتلا رکھا ہے تجھ
كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ	کو، اگر دور کر دیا تو نے ہم سے یہ
لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ	عذاب تو بے شک ہم ایمان لے آئیں
اِسْرَآئِيْلَ۔	گے تجھ پر اور جانے دیں گے تیرے
(اعراف ع ۵)	ساتھ بنی اسرائیل کو۔

اس آیت میں قوم فرعون پر پانچ قسم کے عذابوں کا ذکر ہے اور ان کو اس آیت میں اٰیات مفصّلات فرمایا ہے جس کا معنیٰ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق یہ ہے کہ ان میں ہر عذاب ایک معیّن وقت تک رہا پھر موقوف ہوگیا اور کچھ مہلت دی گئی، اس کے بعد دوسرا اور تیسرا عذاب اسی طرح الگ الگ ہو کر ان پر آیا۔ اسی کو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا۔

ابن منذرؒ نے ابن عباسؓ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ان میں سے ہر عذاب قوم فرعون پر سات روز تک مسلّط رہتا تھا۔ ہفتہ کے روز سے شروع دوسرے ہفتہ کے دن رفع ہوجاتا۔ اور پھر تین ہفتوں کی انھیں مہلت دی جاتی تھی۔

قحط اور طوفان

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن عباسؓ نقل کیا ہے کہ جب موسیٰ پہلی مرتبہ قوم فرعون پر قحط کا عذاب مسلّط ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے رفع ہوگیا، مگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو موسیٰ علیہ السلام نے دعا

فرمائی کہ اے میرے پروردگار یہ ایسے لوگ ہیں کہ عذاب قحط سے بھی متاثر نہ ہوئے اور معاہدہ کر کے پھر گئے۔اب ان پر ایس عذاب مسلّط فرما دیجئے جوان کے لئے دردناک ہو اور اس قوم کیلئے ایک وعظ کا کام دے اور بعد میں آنے والوں کے لئے درسِ عبرت بنے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ان پر طوفان کا عذاب بھیجا۔

مشہور مفسّرین کے نزدیک طوفان سے مراد پانی کا طوفان ہے۔قوم فرِعون کے گھروں اور زمینوں کوطوفان کے پانی نے گھیر لیا نہ کہیں بیٹھنے کی جگہ رہی اور نہ ہی زمین میں کچھ کاشت وغیرہ کرنے کی۔اور عجیب بات یہ تھی کہ قوم فرِعون کے مکانات اور زمینوں کے ساتھ ہی بنی اسرائیل کے مکانات اور زمینیں تھیں۔لیکن بدستور خشک تھیں کہیں طوفان کا پانی نہیں تھا۔اس طوفان سے گھبرا کر قوم فرعون نے موسیٰ ؑ سے التجا کی کہ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ یہ عذاب ہم سے دور فرما دیں تو ہم ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے۔حضرت موسیٰ ؑ کی دعا سے یہ عذاب دور ہوا اور ان کی کھیتیاں پہلے سے بھی زیادہ ہری بھری ہوگئیں تو اب کہنے لگے کہ یہ درحقیقت عذاب نہ تھا بلکہ ہمارے فائدے کے لئے تھا جس کے نتیجے میں ہماری زمینوں کی پیداوار میں اضافہ ہوا۔اس لئے موسیٰ ؑ کا اس میں کوئی دخل نہ تھا۔یہ کہہ کر سب عہد و پیمان نظرانداز کر دیئے۔

ٹِڈی

اس طرح یہ لوگ ایک ماہ تک امن وعافیت سے رہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کو غور وفکر کرنے کی مہلت دی،مگر یہ ہوش میں نہ آئے تو اب دوسرا عذاب ٹڈیوں کا ان پر مسلط کر دیا گیا،ٹڈی دَل نے ان کی سب کھیتوں اور باغوں کو کھا لیا۔بعض روایات میں ہے کہ لکڑی کے دروازوں، چھتوں اور گھریلو سامان کوٹڈیاں کھا گئیں اس عذاب کے وقت بھی موسیٰ ؑ کا معجزہ سامنے تھا کہ سارا ٹڈی دَل صرف قوم فرعون کے لئے کھیتوں باغوں،اور گھروں پر چھایا ہوا تھا۔اسرائیلیوں کے مکانات اور کھیت باغات وغیرہ سب محفوظ تھے۔

اس وقت پھر قوم فرعون چلّا اٹھی اور موسیٰ ؑ سے دعا کی درخواست کی اور پہلے کی طرح وعدہ کیا کہ ہم ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے۔موسیٰ ؑ نے پھر دعا کی اور یہ عذاب ہٹ گیا مگر عذاب ہٹنے کے بعد انھوں نے دیکھا کہ ہمارے پاس اب غلّے کا اتنا ذخیرہ موجود ہے کہ ہم اسے سال بھر کھا سکتے ہیں تو پھر سرکشی اور عہد شکنی پر آمادہ ہو گئے۔نہ ایمان لائے اور نہ بنی اسرائیل کو آزاد کیا۔

قمّل

ایک مہینہ پھر اللہ تعالیٰ نے مہلت دیدی۔پھر اس مہلت کے بعد تیسرا عذاب قمّل کا مسلّط ہوا۔لفظ قمّل اس

جوں کے لئے بھی بولا جاتا ہے جو انسان کے بالوں اور کپڑوں میں پیدا ہو جاتی ہے، اور کیڑے کو بھی کہتے ہیں جو غلہ کو لگ جاتا ہے جس کو گھن بھی کہا جاتا ہے۔ قمّل کا یہ عذاب ممکن ہے کہ دونوں قسم کے کیڑوں پر مشتمل ہو کر غلّے میں گھن لگ گیا ہو اور ان کے جسم اور کپڑوں میں جوؤں کا طوفان آ گیا ہو، غلّوں کا حال اس گھن نے ایسا کر دیا کہ دس سیر گیہوں پینے کے لئے نکالیں تو اس میں تین سیر آٹا بھی نہ نکلے، اور جوؤں نے ان کو بال اور بھویں اور پلکوں تک کو کھالیا۔ آخر پھر قوم فرعون بلبلا اٹھی اور موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی کہ اب کی مرتبہ ہم ہرگز وعدہ سے نہ پھریں گے آپ دعا کریں، آپ کی دعا سے یہ عذاب بھی ٹل جائے گیا مگر جب بدنصیبوں کو ہلاک ہی ہونا تھا وہ کہاں عہد کو پورا کرتے۔ جب عافیت ملتے ہی سب کچھ بھول گئے اور منکر ہو گئے۔

مینڈک

پھر ایک ماہ کی مہلت ایسی آرام وراحت کے ساتھ ان کو دی گئی مگر اس مہلت سے بھی انھوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا تو چوتھا عذاب مینڈکوں کا ان پر مسلّط کر دیا گیا۔ اور اس کثرت سے مینڈک ان کے گھروں میں پیدا ہو گئے کہ جہاں وہ بیٹھتے تو گردنوں تک مینڈکوں کے ڈھیر لگ جاتے، سونے کیلئے لیٹتے تو سارا بدن ان سے دب جاتا اور ان کو کروٹ بدلنا ناممکن ہو جاتا، پکتی ہوئی ہنڈیا میں، رکھے ہوئے کھانے میں اور ہر چیز میں مینڈک بھر جاتے۔ آخر اس عذاب سے تنگ آ کر سب رونے لگے اور پہلے سے پختہ وعدوں کے ساتھ معاہدہ کیا۔ تو بارگاہ ایزدی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ اٹھا لئے اور اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کو بھی رفع کر دیا مگر جس قوم پر قہر الٰہی مسلّط ہو اس کی عقل و ہوش وحواس کام نہیں دیتے۔ اس واقعہ کے بعد بھی یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور کہنے لگے کہ اب تو ہمیں اور بھی یقین ہو گیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بڑے جادوگر ہیں اور یہ سب اس کے جادو کرشمے ہیں۔

خون

پھر ایک ماہ کی مہلت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی مگر اس مہلت سے بھی کوئی کام نہیں لیا تو اب ان پر پانچواں عذاب خون کا مسلّط کر دیا گیا۔ ان کی ہر کھانے پینے کی چیز خون بن گئی، کنویں سے، حوض سے جہاں کہیں سے پانی نکالیں تو خون بن جاتا، کھانا پکانے کے لئے رکھیں تو وہ بھی خون بن جائے۔ ان سب عذابوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مسلسل تھا کہ ہر عذاب سے اسرائیل ط مامون رہے۔ خون کے عذاب کے وقت فرعون کے لوگوں نے بنی اسرائیل کے گھروں سے پانی مانگا۔ جب تک ان کے ہاتھوں میں تھا تو پانی تھا، اور جب ان کے ہاتھوں میں گیا تو خون ہو گیا، ایک ہی دسترخوان پر بیٹھ کر قبطی اور اسرائیلی کھانا کھاتے تو جو لقمہ اسرائیلی اٹھاتا اپنی

اصلی حالت پر ہوتا، اور جولقمہ یا پانی کا گھونٹ قبطی کے منہ میں جاتا تو خون بن جاتا۔ یہ عذاب بھی بدستور سابق سات روز تک رہا۔ بالآخر یہ بدکار اور بدعہد قوم چلاّ اٹھی اور موسیٰ سے فریاد کی اور پہلے سے زیادہ پختہ وعدے کئے، تو آپ کو ان پر اس مرتبہ بھی رحم آ گیا کہ شاید یہ قوم سدھر جائے، اس نیت سے بارگاہِ ایزدی میں دعا لے لئے ہاتھ اٹھا لئے تو اللہ تعالیٰ نے اس مرتبہ بھی معافی دیدی اور عذاب ہٹ گیا۔ اِدھر عذاب ہٹا اور ادھر وہ حسبِ سابق اپنے وعدوں سے پھرے اور اپنی ہٹ دھرمی پر جمے رہے۔ اس طرح یہ پانچ عذاب ان پر مسلط آتے رہے۔ مگر یہ لوگ اپنی گمراہی پر قائم رہے

اسی کو قرآن کریم نے فرمایا۔

فَاسْتَکْبَرُوْا وَکَانُوْ قَوْمًا انھوں نے تکبّر سے کام لیا اور یہ
مُّجْرِمِیْنَ۔ لوگ بڑے عادی مجرم تھے۔

رجز

اس کے بعد چھٹے عذاب کا ذکر بعد کی آیت میں رجز کے نام سے آیا ہے۔ یہ لفظ اکثر طاعون کے لئے بولا جاتا ہے۔ چیچک وغیرہ وبائی امراض کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

تفسیری روایات میں ہے کہ ان لوگوں پر طاعون کی وبا مسلّط کر دی گئی جس میں ان کے ستر ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔ اس وقت پھر ان لوگوں نے فریاد کی اور پھر دعا کرنے پر یہ عذاب ہٹا۔ اور پھر بدستور ان لوگوں نے عہد شکنی کی۔ اتنی مسلسل آزمائشوں اور مہلتوں کے بعد جب ان میں کوئی احساس پیدا ہی نہ ہوا تو اب آخری عذاب آ گیا کہ سب کے سب اپنے مکان، زمینیں اور دیگر چیزیں چھوڑ کر موسیٰؑ کے تعاقب میں نکلے اور بالآخر دریائے قلزم کا لقمہ بن گئے۔

فَاَغْرَقْنَاهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّھُمْ کَذَّبُوْا بِاٰیَاتِنَا وَکَانُوْ عَنْھَا غٰفِلِیْنَ۔ (معارف القرآن ج۴ ص ۴۹)

☐۔ اس قدر پے در پے عذاب آنے کے بعد بھی ان کی سرکشی میں کمی نہ آئی اور انھوں نے سوچا کہ کہیں لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لے آئیں، فرعون اس پروگرام کو لیکر اپنی قوم کو اپنی طرف متوجہ کرتا کہ میں قوم میں تنہا مصر کا مالک ہوں، میرے باغات اور محلّات میں نہریں جاری ہیں، پھر موسیٰؑ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھو جو فقراء اور ضعفا ہیں اور موسیٰ کی تو یہ حالت ہے کہ وہ اپنا مافی الضمیر صحیح طور پر لوگوں پر واضح نہیں کر سکتا۔ اب فیصلہ تم خود کرو کہ ہم دونوں میں کون بہتر ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

اَمۡ اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡ ھٰذَا الَّذِیۡ ھُوَ مَھِیۡنٌ وَّ لَایَکَادُیُبِیۡنُ۔	میں ہی اس سے بہتر ہوں۔جس کی کوئی عزت نہیں۔اور نہ وہ صاف طور پر بول سکتا ہے۔

اگر یہ اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو اس پر سونے کے کنگن گرتے یا فرشتے پر باندھ کر نازل ہوتے لیکن ایسا نہیں۔اب فیصلہ تم خود کرلو کہ کون بہتر ہے؟اور فرعون بادشاہ تھا اس کا رعب اور دبدبہ تھا۔اس بنا پر موسیٰ ؑ پر ایمان لانے والے لوگ بہت کم تھے۔آپ پر صرف بنی اسرائیل اور مومن اٰل فرعون اور فرعون کی بیوی،فرعون کا خازن اور خازی کی بیوی ایمان لائے تھے۔(ابن کثیر)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ پاک پر بھروسہ کرنے کی تلقین کی،اور اللہ پاک نے موسیٰ ؑ پر وحی نازل کی کہ اپنے گھروں کو قبلہ رخ کر کے نماز ادا کرو۔ابن کثیر نے لکھا ہے کہ جب فرعون اور اس کی قوم کی طرف سے گرفت بہت بڑھ گئی تو کثرت صلوٰۃ کا حکم دیا گیا۔اس طرح اللہ کی مدد بہت جلد آ پہنچی ہے۔چنانچہ مدد آ پہنچی۔

بالآخر کلیم اللہ نے اللہ سے فریاد شروع کی دی کہ الٰہی اتنے کھلے معجزات اور نشانیوں کو اور اس طرح پے در پے عذاب کو دیکھ کر بھی فرعون نہ مانا۔یا الٰہی اب اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ اس کو اپنی قدرت کاملہ سے ہلاک کر دے۔

وَقَالَ مُوۡسٰی رَبَّنَآ اِنَّکَ اٰتَیۡتَ فِرۡعَوۡنَ وَمَلَاَہٗ زِیۡنَۃً وَّاَمۡوَالاً فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوۡا عَنۡ سَبِیۡلِکَ رَبَّنَا اطۡمِسۡ عَلٰٓی اَمۡوَالِھِمۡ وَاشۡدُدۡ عَلٰی قُلُوۡبِھِمۡ فَلاَ یُؤۡمِنُوۡ ا حَتّٰی یَرَوُ الۡعَذَابَ الۡاَلِیۡمَ۔	اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں بہت کچھ سامان آرائش اور طرح طرح کے مال اس لئے دیئے ہیں کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بے راہ کر دیں۔اے ہمارے رب ان کے دلوں کو سخت کر دے۔جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں اس وقت تک ایمان نہ لائیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سن لی اور فرما دیا کہ اب ثابت قدم رہنا، اب اس کے بارے میں مَیں خود فیصلہ کروں گا۔

قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَعْوَتُکُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلاَ تَتَّبِعٰنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَایَعْلَمُوْنَ۔

فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی۔تم دونوں اپنے حال پر ثابت قدم رہو۔اور ان لوگوں کی راہ نہ چلنا جو علم سے محروم ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام اس پر امین کہتے تھے۔کہا جاتا ہے کہ اس دعا کے چالیس سال بعد فرعون ہلاک ہوا۔اور بعض کہتے ہیں کہ چالیس دن بعد ہلاک ہوا۔

مصر سے بنی اسرائیل کا خروج

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ کا حکم آتا ہے کہ میرے بندوں کو راتوں رات مصر سے نکال کر اپنے باپ دادا کی سرزمین کی طرف لے جاؤ۔مصر سے فلسطین یا کنعان جانے کے دو راستے تھے ایک خشکی کا راستہ تھا جو قریب تھا اور دوسرا راستہ بحرِ قلزم کو عبور کر کے بیابان طور اور سینا کا راستہ تھا جو دور تھا۔بنی اسرائیلیوں نے دور کا راستہ اختیار کیا، اور اس میں حکمتِ ربّانی یہ تھی کہ خشکی کے راستہ سے فرعونی لشکر سے جنگ کا اندیشہ تھا۔صدیوں کی غلامی نے بنی اسرائیل کو بزدل کر دیا تھا کسی صورت میں بھی یہ فرعونی لشکر سے جنگ کے لئے آمادہ نہ ہوتے، اور نتیجۃً فرعون اُن پر غلبہ پا کر دوبارہ مصر لے آتا۔لیکن اللہ کی حکمت یہ تھی کہ فرعون ان مظلوموں کے سامنے غرق ہو اور بحر کا معجزہ بھی پیش آجائے۔

معارف القرآن میں ہے کہ بنی اسرائیل نے اس سے پہلے شہر کے لوگوں میں یہ مشہور کر دیا تھا کہ ہماری عید ہے ہم عید منانے کے لئے باہر جائیں گے، اور اس بہانے قبطیوں سے کچھ زیورات عاریۃً مانگ لئے کہ عید سے آکر واپس کر دیں گے بنی اسرائیل کی تعداد اس وقت چھ لاکھ اور ستّر ہزار تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت

حضرت یوسف علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو وصیّت کی تھی کہ جب تم مصر سے جانے لگو تو میرا تابوت بھی اپنے ہمراہ لیتے جانا۔

ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ ایک اعرابی کے ہاں مہمان ہوئے، اس نے آپؐ کی بڑی خاطر

تواضع کی۔ واپسی پر آپؐ نے فرمایا کہ کبھی ہم سے بھی مدینہ میں مل لینا۔ کچھ دنوں کے بعد اعرابی آپ کے پاس آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ چاہیے؟ اس نے کہا کہ ہاں ایک اونٹنی دے دیجئے مع ہودج کے اور ایک بکری جو دودھ دیتی ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ افسوس کہ تو نے بنی اسرائیل کی بڑھیا کو سوال نہ کیا۔

صحابہؓ نے پوچھا کہ وہ واقعہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کلیم اللہ بنی اسرائیل کو لیکر چلے تو راستہ بھول گئے بہت کوشش کی لیکن راستہ نہ ملا تو آپ نے لوگون کو جمع کر کے پوچھا کہ یہ کیا اندھیرا ہے؟ تو علماء بنی اسرائیل نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے آخری وقت ہم سے عہد لیا تھا کہ جب ہم مصر سے چلیں تو آپ کے تابوت کو بھی اپنے ساتھ لیتے جائیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم میں سے کون جانتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کی قبر کہاں ہے سوائے ایک بڑھیا کے سب نے انکار کر دیا۔ آپؑ نے بڑھیا کے پاس آدمی بھیج کر اس سے کہلوایا کہ حضرت یوسفؑ کی قبر دکھلا، تو اس نے کہا ہاں دکھلاؤں گی لیکن پہلے اپنا حق لے لوں، آپؑ نے پوچھا کیا چاہتی ہے۔ اس نے کہا کہ جنّت میں آپ کا ساتھ مجھے میسّر ہو۔ آپ پر اس کا سوال بہت بھاری پڑا، اس وقت وحی آئی کہ اس کی بات مان لو۔ اب وہ آپ کو ایک جھیل کے پاس لے گئی جس کے پانی کا رنگ متغیّر ہو گیا تھا کہا کہ اس کا پانی نکال لو۔ جب پانی نکالا تو زمین نظر آنے لگی تو کہا کہ اب یہاں سے کھودو جب کھودا تو قبر ظاہر ہو گئی۔ اس طرح آپ نے حضرت یوسفؑ کا توبوت بھی ساتھ لے لیا تو اب راستہ صاف نظر آنے لگا اور سیدھی راہ لگ گئے۔ (ابن کثیر)

فرعون کا تعاقب

ادھر فرعون اور فرعونیوں کی صبح کو جو آنکھ کھلی تو کوئی چوکیدار وغیرہ نظر نہیں آتا۔ تو مارے غصّے کے سرخ ہو گئے ۔ جب یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل رات کو سب کے سب فرار ہو گئے ہیں تو اور بھی سنّاٹا چھا گیا اور فرعون اپنے لشکر کو جمع کرنے لگا، سب کو جمع کر کے کہنے لگا کہ یہ ایک چھوٹا سا گروہ ہے ہر وقت ہمیں ان کے کوفت ہوتی رہتی ہے۔ ہم ہتھیار بند ہیں اب میں ارادہ کر چکا ہوں کہ ان سب کو گھیر کر گاجر مولی کی طرح کاٹ دوں گا۔ شانِ خدا یہ بات اسی پر لوٹ آئی۔ چلا تھا بنی اسرائیل کو قتل کرنے، خود ان کے سامنے کیفرِ دار کو پہنچا۔

فَاَخۡرَجۡنٰهُمۡ مِّنۡ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ۔كَذٰلِكَ وَاَوْ رَثْنٰهَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِیْنَ۔

آخر کار ہم نے فرعون کی جماعت کو باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ عمدہ مکانوں سے نکال باہر کیا اسی طرح ان تمام چیزوں کا مالک بنی اسرائیل کو بنا دیا۔بس دن نکلتے وقت فرعون اور اس کے لشکر نے بنی اسرائیل کو پالیا۔

بنی اسرائیل جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تو وہ چھ لاکھ سپاہی تھے،فرعون کی ایمان لائی ہوئی ذریّت کو چھوڑ کر۔

بنی اسرائیل نے فرعون کی قوم والے قبطیوں سے کثیر تعداد میں زیورات قرض مانگ لئے تھے وہ لیکر نکل گئے۔ چنانچہ فرعون کا غصّہ اور بھی تیز ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے کارندوں کو ہر علاقے سے لشکر جمع کرنے کے لئے بھیجا اور ایک لشکر عظیم لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں چل پڑا۔اور خدا کا منشا بھی یہی تھا۔ چنانچہ اس کے ملک میں جتنے بھی صاحبِ ثروت و دولت تھے کوئی شرکت سے باز نہ رہا۔سب ہی فرعون کے ساتھ چل دیئے۔صبح صبح کے وقت ان لوگوں نے بنی اسرائیل کو پالیا،فریقین نے جب ایک دوسرے کو دیکھا تو اصحاب موسیٰ پکار اُٹھے کہ اے موسیٰ اب تو ہم پالئے گئے،اور یہ اس وقت کی بات تھی جب بنی اسرائیل دریا کے کنارے پہنچ گئے تھے اور فرعونی ابھی پیچھے تھے اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی کہ فریقین کی آپس میں جنگ ہو۔موسیٰ علیہ السلام سے بار بار پوچھتے کہ اب کیا ہوگا فرعونیوں سے کیسے بچیں گے آگے دریا پیچھے دشمن ۔حضرت موسیٰؑ فرماتے تھے کہ مجھے یہی حکم ہے کہ دریا میں راستہ پیدا کردوں۔ہم کبھی نہیں پکڑے جائیں گے میرا رب میرا قائد ہے۔جب مایوسی انتہا کو بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے یاس کو امید سے بدل دیا،اور حکم فرمایا کہ دریا پر اپنا عصا مارو۔موسیٰؑ نے جب عصا مارا تو دریا پھٹ پڑا،پانی کا ہر حصّہ ایک بلند پہاڑ کی طرح تھا اور دریا میں بارہ راستے بن گئے اور ہر گروہ کے لئے ایک ایک راستہ بن گیا۔دریا کے اندر کی گیلی زمین کو ہواؤں نے فوراً خشک کر دیا اور راستہ گزرنے کے قابل ہو گیا۔اب نہ گرفتار ہونے کا خوف تھا اور نہ اس بات کا ڈر تھا کہ ڈوب جائیں گے،پانی کی دیواروں کے اندر دریچے سے بن گئے تھے تاکہ ہر راستہ والے اپنے ساتھیوں کو دیکھ سکیں اور مطمئن ہو سکیں کہ دوسرے ہلاک نہیں ہوئے۔اب بنی اسرائیل نے دریا کو پار کر لیا۔جب آخری

اسرائیلی بھی دریا پار ہو گیا تو اس وقت فرعون کا لشکر دریا کے اس کنارے پہنچ چکا تھا۔ اس لشکر میں سوا لاکھ سوار تو صرف گھوڑوں والے تھے، دوسرے رنگ کے گھوڑے ان کے علاوہ تھے، اس سے فرعون کے لشکر کی کثرت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

فرعون کی غرقابی

فرعون نے جب یہ ہیبت ناک منظر دیکھا تو ڈر گیا اور واپسی کا ارادہ کر لیا، لیکن افسوس کہ اب نجات کا موقع جا چکا تھا، تقدیر نافذ ہو چکی تھی، موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبولیت کا شرف پا لیا تھا۔ جبریل علیہ السلام ایک گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے گھوڑے کے پاس سے گزرے تو گھوڑی کو دیکھ کر فرعون کا گھوڑا ہنہنا اٹھا، جبریل علیہ السلام نے اپنی گھوڑی دریا میں ڈال دی، تو فرعون کا گھوڑا بھی دریا میں کود پڑا اور فرعون اس کو نہ تھام سکا مجبوراً دریا میں چلا گیا لیکن اس نے بہادری ثابت کرنے کے لئے اپنے ساتھی امراء کو للکارا کہ بنی اسرائیل ہم سے زیادہ دریا میں داخل ہونے کے حقدار نہیں، سب دریا میں کود پڑو راستہ بنا ہوا ہے۔ چنانچہ پورا لشکر دریا میں سما گیا۔ میکائیل علیہ السلام سب سے پیچھے تھے اور وہ لشکر کو ہانک کر آگے کر رہے تھے، چنانچہ ایک بھی پیچھے نہ رہا جب سب دریا میں داخل ہو گئے اور بنی اسرائیل پار ہو گئے تو اللہ پاک نے دریا کو جوڑ دیا۔ اب کوئی فرعونی بھی نہ بچ سکا۔ موجیں بلند ہو رہی تھیں، حالات بگڑ گئے، فرعون پر سکرات موت طاری تھی، اب وہ کہہ اٹھا کہ ہاں بنی اسرائیل کے خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں، میں ایمان لاتا ہوں۔ لیکن افسوس کہ وہ اس وقت جبکہ ایمان لانا کچھ بھی مفید نہ تھا۔

قولِ باری تعالیٰ ہے کہ جب (انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو بول اُٹھے کہ ہم خدائے واحد پر ایمان لائے) کفر و شرک سے باز آئے، لیکن ہمارا عذاب دیکھ چکنے کے بعد ایمان لانا نفع بخش نہیں، اللہ کی یہی سنّت ہے کافر لوگ خسارے میں رہیں گے۔ اسی لئے اللہ پاک نے فرعون کو جواب فرمایا کہ اب ایمان لاتا ہے اور اب تک کافر اور نافرمان بنا رہا، اور فتنے مچاتا رہا اور لوگوں کو گمراہ کرتا رہا۔ جو لوگ دوسروں کو دوزخ میں لے جانے کیلئے امام بنے ہوئے تھے اب ان کی ہرگز مدد نہیں کی جائے گی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مصر کا دریائے نیل مشرق و مغرب کے دریاؤں کا سردار ہے اور سب نہریں اس کے ماتحت ہیں، جب اس کی روانی خدا کو منظور ہوتی ہے تو تمام نہروں کو اس میں پانی پہنچانے کا حکم ہوتا ہے، جہاں تک رب کو منظور ہوتا ہے اس میں پانی آ جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اور نہروں کو روک دیتا ہے اور حکم دے دیتا ہے کہ اپنی اپنی جگہ چلی جاؤ۔ ان فرعونیوں کے یہ باغات دریائے نیل کے دونوں کناروں پر تھے۔ رسوان سے

رشید تک اس کا سلسلہ تھا۔اس کی چھ خلیجیں تھیں ۔(۱)خلیج اسکندریہ (۲)خلیج دمیاط(۳)خلیج سردوس(۴)خلیج منف (۵)خلیج بنوم(۶)خلیج منتہیٰ ۔(ابن کثیر)

غرقابی

تمام باغات نہریں کھیتیاں، مکانات اور بیٹھکیں سب چھوڑ کر فنا ہو گئے۔اس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَجَاوَزْنَا بِبَنِیۤ اِسۡرَآئِیۡلَ الۡبَحۡرَ فَاَتۡبَعَهُمۡ فِرۡعَوۡنُ وَجُنُوۡدُهٗ بَغۡیًا وَّعَدۡوًا حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدۡرَكَهُ الۡغَرَقُ قَالَ اٰمَنۡتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیۡۤ اٰمَنَتۡ بِهٖ بَنُوۡۤا اِسۡرَآئِیۡلَ وَاَنَا مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ؕ آٰلۡـٰٔنَ وَقَدۡ عَصَیۡتَ قَبۡلُ وَكُنۡتَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ۔

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا پھر فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی اور ظلم کی غرض سے ان کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ اس کو ڈوبنے نے آ پکڑا تو کہنے لگا کہ میں اس بات پر ایمان لایا کہ اس خدا کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی فرمانبرداروں میں شامل ہوں (اس کو جواب دیا گیا) کہ کیا تو اب ایمان لاتا ہے حالانکہ اس سے پیشتر تو نافرمانی کرتا ،اور تو بڑے مفسدوں میں سے تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی یہ بات اٰمَنۡتُ بِرَبِّ مُوۡسٰی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمائی۔ یہ ان غیب کی باتوں میں سے تھی۔جس کی خبر صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو سکی۔اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب فرعون نے ایمان کا کلمہ زبان سے نکالا تو جبریلؑ مجھ سے بیان کرتے ہیں کہ اے نبی اللہ میں نے دریا کا کیچڑ اٹھا کر فرعون کے منہ میں ٹھونس دیا،اس بنا پر کہ دریائے رحامت کو جوش نہ آ جائے۔قولہ تعالیٰ۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ	اب ہم تیری روح کو نہیں صرف جسم کو
لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ	ط کرتے ہیں، تا کہ بعد والوں
كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا	کیلئے عبرت بن جائے اور اکثر لوگ
لَغٰفِلُوْنَ۔	ہماری عبرتوں سے غافل ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بعض بنی اسرائیل نے فرعون کی موت کے بارے میں شک کیا تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم فرمایا کہ فرعون کے جسدِ بے روض کو جس پر لباس بھی موجود ہے زمین کے ایک ٹیلے پر پھینک دے۔ تا کہ لوگوں کو فرعون کی موت کا حقیقی ثبوت مل جائے۔

کہتے ہیں کہ یہ ہلاکت یوم عاشورہ کو ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو ان دنوں یہود عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ پوچھا کہ اس دن روزہ کیوں رکھتے ہو۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے تھے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میری امت کے لوگو! تم اس دن روزہ رکھنے کے لئے یہود سے زیادہ مستحق ہو۔ اس لئے عاشورہ کا روزہ رکھا کرو۔ (ابن کثیر۔ سورہ یونس پ ۱۱ ۸۷ / ج ۲)

اشعار

نہ جا اس کے تحمّل پر،ڈر اس کی سخت گیری سے
کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی سخت ہے انتقام اسکا
غرور تھا نمود تھی ہٹو بچو کی تھی صدا
ور آج تم سے کیا کہوں لحد کا بھی پتہ نہیں

وَجَاوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ
الْبَحْرَ فَاَتَوْ عَلٰی قَوْمٍ یَعْکُفُوْنَ
عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُوْ ایٰمُوْسٰی
اجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ
قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۔اِنَّ
هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّاهُمْ فِیْهِ وَبَاطِلٌ
مَّا كَانُوْ ایَعْمَلُوْنَ۔

اور پار اتار دیا ہم نے بنی
اسرائیل کو دریا سے،تو پہنچے ایک
قوم پر جو پوجنے میں لگ رہے
تھے اپنے بتوں کے، کہنے لگے
اے موسیٰ ؑ بنا دے ہماری
عبادت کیلئے بھی ایک بت جیسے
ان کے بت ہیں،کہا کہ تم بڑی
جاہل قوم ہو، یہ لوگ تباہ ہونے
والے ہیں اور وہ چیز بھی جس میں
وہ لگے ہیں،اور غلط ہے جو وہ کر
رہے ہیں

تفسیر حقانی س۔۳ ۱۴۸/۲ میں ہے کہ قلزم کو عبور کر کے عرب کے ریگستانی اور کوہی بیابانوں قادسیہ وغیرہ میں بنی اسرائیل آپڑے۔ یہاں اسرائیلیوں نے جو لوگوں کو بت پرستی کرتے دیکھا،تو مصریوں کے تربیت یافتہ تو تھے منہ میں پانی پھر آیا کہ حضرت ہمارے لئے بھی ایسے ہی معبود بنا دیجئے، جیسے ان لوگوں کے ہیں۔

معارف القرآن ۵۴/۴ میں ہے کہ یہ قوم ابھی ابھی اعجاز موسوی کے ساتھ دریا سے پار ہوئی اور پوری قوم فرعون کے غرق ہونے کا تماشا اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ذرا آگے بڑھی تو ایک قبیلہ پر ان کا گزر ہوا جو مختلف قسم کے بتون کی پرستش میں مبتلا تھا، بنی اسرائیل کو ان کا طریقہ پسند آنے لگا،اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ ہمارے لئے بھی کوئی ایسا معبود بنا دیجئے کہ ہم بھی ایک محسوس چیز کو سامنے رکھ کر عبادت کریں۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ڈانٹا اور فرمایا

اِنَّکُمْ قَوْمٌ تَجْھَلُوْنَ۔ کہ تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔

یہ لوگ جن کے طریقہ کو تم نے پسند کیا ہے، ان کے اعمال سب ضائع اور برباد ہیں، یہ باطل کے پیرو ہیں تمہیں ان کی حرص نہیں کرنی چاہیے، کیا میں تمہارے لئے اللہ کے سوا کسی اور کو معبود بنادوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی ہے۔ مراد اس وقت کے عالم ہیں، اس وقت حضرت موسیٰ ؑ پر ایمان لانے والے دوسرے سب لوگوں سے افضل واعلیٰ تھے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ بعض صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم مکہ سے حنین کی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے راستہ میں کفار کا ایک بیری کا درخت تھا جس پر وہ دھرنا جمائے بیٹھے ہوئے تھے اور اپنے ہتھیار اس درخت پر باندھ رکھے تھے اور اس درخت کی تعظیم کرتے تھے اور اس درخت کو (ذات انواط) کہا جاتا تھا، جب ہم اس درخت کے پاس پہنچے جو سرسبز وشاداب تھا ہم نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہ ایک ذات انواط ہمارے لئے بھی قرار دے دیجئے جیسا کہ ان لوگوں کا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا خدا کی قسم! تم نے وہ بات کہی جو موسیٰ ؑ کی قوم نے موسیٰ ؑ سے کہی تھی کہ اے موسیٰ ؑ ہمارے لئے بھی ایک خدا بنا دیجئے جیسا کہ ان لوگوں کا ہے، تو موسیٰ ؑ نے فرمایا تھا کہ تم بڑے ہی جاہل ہو۔ ان کا طریق اور ان کے اعمال سب جھوٹے اور باطل ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بھی انہی کے قدم بقدم چلنا چاہتے ہو۔

یوشع بن نون کو مصر روانہ کرنا

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون کو چوبیس ہزار آدمیوں کے ساتھ مصر بھیجا اور مصر میں اپنی حکومت قائم کر کے ایک شخص کو حاکم بنا کر حضرت موسیٰ ؑ کے پاس پہنچ گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خود مصر واپس آئے اور اسلام جاری کیا، اور ایک آدمی کو حاکم بنا کر پھر بنی اسرائیل کے پاس واپس آ گئے۔

اعتکاف

حضرت موسیٰ ؑ سے خدا کا وعدہ تھا کہ جب بنی اسرائیل مصری حکومت کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے تو تم کو شریعت دی جائے گی، اب وہ وقت آ گیا ہے کہ خدا کا وعدہ پورا ہو، اس لئے حضرت موسیٰ ؑ وحی الٰہی کے اشارہ سے طور پر پہنچے اور وہاں عبادت الٰہی کے لئے اعتکاف کیا۔ اس اعتکاف کی مدّت ایک مہینہ تھی مگر بعد میں دس دن اور بڑھا کر چلّہ پورا کر دیا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً۔ (اعراف)	اور ہم نے موسیٰ علیہ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا پھر دس راتیں بڑھا کر اسے پورا چلّہ کر دیا اس طرح پروردگار کے حضور میں آنے کی مقرر میعاد چالیس راتوں کی ہوگئی۔

اس آیت میں موسیٰ ؑ اور بنی اسرائیل کا وہ واقعہ مذکور ہے جو غرق فرعون اور بنی اسرائیل کے مطمئن ہونے کے بعد پیش آیا۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی اب ہم مطمئن ہیں اب ہمیں کوئی کتاب اور شریعت ملے تو ہم بے فکری کے ساتھ اس پر عمل کریں۔ حضرت موسیٰ ؑ نے حق تعالیٰ سے دعا کی۔ آیت میں لفظ وَاعَدْ نَا وعدہ سے مشتق ہے۔ اور وعدہ کی حقیقت ہے کہ کسی کو نفع پہنچانے سے پہلے اس کا اظہار کر دینا کہ ہم تمہارے لئے فلاں کام کریں گے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ ؑ پر اپنا کلامِ نازل کرنے کا اس شرط پر وعدہ فرمایا کہ تیس راتیں کوہِ طور پر اعتکاف اور ذکر اللہ میں گزاریں، اور پھر ان تیس پر دس کا اضافہ کر کے چالیس کر دیا۔

ابن کثیر میں ہے کہ تیس دن ذی قعدہ اور دس دن ذالحجہ کے تھے۔ یعنی کہ موسیٰ ؑ کو توراۃ اس دن ملی کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنے دین اسلام کو مکمّل اور اپنی نعمتوں کو تمام کر دینے کا اعلان فرمایا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا کہ پہلے تیس روز کا حکم دینا اور پھر مزید ان پر دس کا اضافہ کر دینا اور اس میں کیا حکمت ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ اس میں ایک حکمت ترویجہ اور آہستگی کی ہے کہ کوئی کام اگر کسی کے ذمّہ لگایا جائے تو اوّل ہی کام کی زیادہ مقدار اس پر نہ ڈالی جائے تا کہ وہ آسانی سے برداشت کر سکے، پھر مزید کام دیا جائے اور بعض مفسّرین فرماتے ہیں کہ تیسویں روز کے بعد موسیٰ ؑ نے مسواک کرنی تھی جس کے ذریعہ وہ درجہ صوم زائل ہو گیا تھا۔ لیکن اس بات سے یہ دلیل نہیں پکڑی جاسکتی کہ روزہ دار کے لئے مسواک کرنا ممنوع یا مکروہ ہے۔ کیونکہ اوّل تو اس روایت میں ایسی کوئی سند مذکور نہیں۔ دوسرے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ حکم صرف موسیٰ علیہ السلام کی ذات سے متعلق ہو۔ یا شریعتِ موسوی میں سب کے لئے ایسا ہی حکم ہو۔ (معارف القرآن)

دیلمی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس ؓ کی روایت نقل کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک ماہ کا اعتکاف ختم ہو گیا تو انھوں نے خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کی تیاری شروع کی۔ چوں کہ مسلسل ایک ماہ کا عرصہ روزہ ہی میں بسر کیا تھا۔ اس لئے منہ میں بو محسوس کرتے تھے لہٰذا انھوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ رب العٰلمین سے

اس حالت میں ہم کلامی ہو۔ اور انھوں نے ایک خوشبودار بوٹی کو چبایا اور کھالیا۔ فوراً ہی وحی الٰہی نے ٹوکا کہ اے موسیٰؑ تم نے ہمکلامی سے قبل روزہ کیوں افطار کرلیا۔ تو حضرت موسیٰؑ نے اس کی وجہ بیان کردی۔ تب حکم ہوا کہ رب اس مدّت کو بڑھا کر چالیس دن کردو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے ہاں ایک روزہ دار کے منہ کی بدبو مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے۔ اس طرح یہ چلّہ پورا ہوا۔ (قصص القرآن)

تجلّی ذاتِ باری تعالیٰ

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

اور جب پہنچے موسیٰؑ ہمارے وعدے پر، اور کلام کیا اس سے اس کے رب نے بولے اے میرے رب تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھ سکوں، فرمایا کہ تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا لیکن تو دیکھتا رہ پہاڑ کی طرف، اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تُو مجھ کو دیکھ لے گا۔ پھر جب تجلی کی اس کے رب نے پہاڑ کی طرف کی دیا اس کو ڈھا کر برابر اور گر پڑے موسیٰ بیہوش ہوکر، پھر جب ہوش آیا بولے تیری ذات پاک ہے میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں سب سے پہلے یقین لایا۔

اتنی بات تو قرآن مجید کے الفاظ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ سے بلاواسطہ کلام فرمایا، ایک تو وہ جو اوّل عطاءِ نبوّت کے وقت ہوا تھا، دوسرا یہ جو عطاءِ توراۃ کے وقت ہوا۔

تفسیر معارف القرآن میں ہے کہ لفظ لَنْ تَرٰىنِیْ میں اشارہ ہے کہ رویئت ناممکن نہیں، مگر مخاطب بحالت موجودہ اس کو برداشت نہیں کرسکتا، ورنہ اگر رویئت ممکن ہی نہیں لَنْ تَرٰىنِیْ کے بجائے لَنْ اُرٰی کہا جاتا کہ میری رویئت نہیں ہو

سکتی۔

تفسیر حقانی میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر آ کر خدا تعالیٰ سے احکام ملنے کی درخواست کی، حکم ہوا کہ یہاں آ کر تیس راتیں عبادت کیجئے۔ آپ ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر تیس کی جگہ چالیس راتیں لگ گئیں، اسی چلّہ میں ایک بار موسیٰ ؑ کو دیدار الٰہی کا شوق ہوا کہ کاش میں آپ کو دیکھ سکوں۔ چوں کہ یہ آنکھیں تو جسمانیات میں سے اجسام لطیفہ کو بھی نہیں دیکھ سکتیں جہاں آنکھ کی شعائیں لطافت کی وجہ سے منعکس نہیں ہوتیں، آئینہ میں جب تک پیچھے کوئی چیز نہ لگائے قلعی وغیرہ تو شعائیں منعکس نہیں ہوتیں بلکہ آر پار نفوذ کر جاتی ہیں اس لئے صورت دکھائی نہیں دیتی۔ چہ جائے کہ خدا تعالیٰ کو دیکھ سکیں جو نہ جسم ہے، نہ کثیف بلکہ سب سے زیادہ لطیف ہے اس لئے جواب دیا کہ لَنْ تَرٰىنِيْ کہ تو مجھے نہ دیکھ سکے گا، اور اطمینان کرنے کو ایک بات بتلائی کہ پتھر تجھ سے زیادہ سخت ہے جس قدر انسان میں انفعال اور قابلیت ہے خصوصاً انبیاءؑ میں پتھر میں کہاں ہے۔ انسان کی روح جو عالم قدس کے حوضوں میں دھوئی ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ سے تقرّب کی سخت مناسبت رکھتی ہے، ایک ایسی قابل اور منفعل ہے جیسے بارود آگ کا اثر قبول کرنے میں۔

پس اے موسیٰ! عالم غیب کے پردہ کو ذرا سا اٹھا کر اس پہاڑ نا قابل پر اک یوں ہی سی تجلی کرتا ہوں اگر وہ اس کی تاب لا سکا اور ٹھہرا رہا تو تو بھی مجھ کو دیکھ سکے گا۔ پس جب یہ بات ٹھہر گئی تو خدا نے پہاڑ پر تجلّی کی جس سے وہ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، یعنی خاص وہ مقام جس پر تجلّی کی تھی، نہ کہ سب کوہِ طور۔ اس تجلّی میں موسیٰ ؑ بھی بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش آیا اور حقیقت منکشف ہوئی اور اپنے سوال کا منشا نادانستگی معلوم ہوا تو فرمایا کہ الٰہی! میری توبہ پھر ایسا سوال نہ کروں گا، سُبۡحٰنَکَ تو آنکھوں کے ساتھ نظر آنے سے پاک ہے وَ اَنَا اَوَّلُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ۔ اور بغیر دیکھے سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

گوسالہ پرستی

جب موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر توراۃ لینے کے لئے جانے لگے تو اپنی قوم میں اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا اور نصیحتیں فرمائیں لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیر موجودگی میں بنی اسرائیل گوسالہ پرستی کے فتنہ میں مبتلا ہو گئے تھے اور انھوں نے حضرت ہارونؑ کی وعظ و نصیحت پر عمل نہ کیا۔ کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ ؑ کو اطلاع دے دی تھی کہ آپ کی غیر موجودگی میں آپ کی قوم فتنہ میں مبتلا ہو گئی ہے۔ یہ خبر سن کر آپ افسوس کے ساتھ واپس ہوئے اور اپنے بھائی کو ڈانٹا۔ سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچا، بھائی نے معذرت کی، تب آپ کا غصّہ فرو ہوا۔ پھر سامری کی طرف

متوجہ ہوئے اور اس سے یہ واقعہ مفصّل سنا تو آپ نے بد دعا دی، اس کی تفصیل حضرت ہارونؑ کے واقعہ میں آجائے گی۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوْسَى	اور جب فرو ہوا غصّہ موسیٰؑ کا، تو انھوں
الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ وَفِيْ	نے تختیوں کو اٹھا لیا اور جو ان میں لکھا ہوا
نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ	تھا اس میں ہدایت اور رحمت تھی ان
هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ۔	کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

آپ نے توراۃ کی تختیوں کو اٹھا لیا اور لوگوں کو پڑھ کر سنانے لگے، چونکہ شبہات نکالنے کی ان میں پرانی عادت تھی، چنانچہ لوگوں نے اس میں بھی شبہ نکالا کہ ہم کو کیسے معلوم ہو کہ یہ اللہ کے احکام ہیں، ہم سے خود اللہ تعالیٰ فرما دیں تو یقین آسکتا ہے۔ تو آپ نے حق تعالیٰ سے عرض کی کہ لوگوں کی رائے تو اس طرح ہے، حکم ہوا کہ ان میں سے کچھ آدمی جب کہ یہ لوگ معتبر سمجھتے ہوں منتخب کر کے کوہِ طور پر لے آؤ، ہم خود ان سے کہہ دیں گے کہ یہ ہمارے احکام ہیں چنانچہ ارشاد ہے

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ	اور چن لئے موسیٰؑ نے اپنی قوم میں
رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا۔	سے ستر آدمی ہمارے وعدے کے واسطے۔

اس واقعہ کو شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر عزیزی میں اس طرح درج فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک جماعت معتبر لوگون کی چن کر میرے ہمراہ کر دو۔ انھوں نے اپنے لوگوں میں سے ستّر آدمیوں کو چن کر ان سے فرمایا کہ تم سب غسل کر و اور گناہوں سے توبہ نصوح کرو۔ اور تین تین روزے رکھو۔ تسبیح و تہلیل میں مشغول رہو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا تو موسیٰؑ ان کو لے کر کوہِ طور کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور جناب باری تعالیٰ سے عرض کی کہ خدایا یہ نیک بختوں کا گروہ تیرے بندوں میں سے آپ کا کلام سننے کے شوق میں حاضر ہوا ہے ان سے کلام فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ اور جب موسیٰؑ پہاڑ کے قریب پہنچے تو ایک چھوٹا سا نور کا ستون سفید ابر شکل میں نمودار ہوا اور آہستہ آہستہ پھیلتا گیا اور اس نے تمام پہاڑ کو گھیر لیا۔ اس نور میں موسیٰؑ غرق ہو گئے اور آپ نے ان لوگوں کو پہاڑ کے نیچے کھڑا کر دیا اور فرمایا کہ یہاں کلام الٰہی سنو۔ چنانچہ ان لوگوں نے کلام الٰہی اپنے کانوں سے سنا۔ لیکن اس کلام میں خطاب حضرت موسیٰؑ کو تھا۔ اس لئے انھوں نے فریاد کی کہ ہم کو بھی اس نعمت

سے حصّہ ملے۔ یکا یک ایک نور کی بجلی ان کی طرف کر دی اور یہ کلام اس نور کی بجلی سے ان کے کانوں میں پہنچا۔انی انا اللّٰہ لَا الٰہ الّا انا ذو بکۃ اخر جتکم من ارض مصر خلا فاعبدونی و لا تعبدوا غیری۔ یعنی تحقیق میں اللہ ہوں ،میرے سوا کوئی معبود نہیں ۔ مَیں صاحب ہوں مکہ کا۔تم کو مصر کی زمین سے مَیں نے نکالا پس تم میری عبادت کرواو رمیرے سوا کسی کو نہ پوجو۔

اس کلام کے بعد جب ابر صاف ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ان لوگوں نے کہا کہ ہم نے کلام الٰہی کو سنا اور اس کے احکام بھی سمجھ لئے لیکن ہم کو کسی طرح یقین آئے کہ یہ کلام واقعی خدا کا ہے۔مبادا کوئی شیطان یا کوئی جن اس ابر میں سے آواز کرتا ہو۔ہم تو صرف آپ کے کہنے پر یقین کرتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔اور ہمارے دل کو اس وقت تک تسلی نہیں ہوسکتی جب تک کہ ہم اللہ کو سامنے دیکھ نہ لیں۔جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ	اور جب کہا تم نے اے موسیٰ ہم ہرگز
لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً	ایمان نہیں لائیں گے تجھ پر یہاں تک
فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَاَنْتُمْ	کہ ہم اللہ تعالیٰ کو سامنے نہ دیکھ
تَنْظُرُوْنَ ؕ	لیں۔پس پکڑا تم کو بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے۔

چوں کہ بے ادبی نہایت اشد تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو فوراً عذاب میں گرفتار کر دیا۔

تفسیر معارف القرآن میں ہے کہ، ان کا سوال چوں کہ ہٹ دھرمی پر مبنی تھا، اس لئے ان پر غضب الٰہی متوجہ ہوا۔ان کے نیچے سے زلزلہ آیا اور اوپر سے بجلی کی کڑک آئی جس سے یہ لوگ بیہوش ہو کر ہلاک ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس واقعہ سے سخت صدمہ پہنچا اوّل تو اس لئے کہ یہ لوگ اپنی قوم کے منتخب کردہ تھے دوسرے اس لئے کہ اپنی قوم میں جا کر کیا جواب دیں گے وہ یہ تہمت لگائیں گے کہ موسیٰ ؑ نے ان سب کو کہیں لے جا کر قتل کرا دیا ہے۔اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ اس کے بعد مجھے بھی قتل کر دیں گے۔اس لئے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں جانتا ہوں کہ اس واقعہ سے مقصود ان کو ہلاک کرنا نہیں ، ورنہ اس سے قبل بھی بہت سے واقعات گزرے ہیں جن میں یہ ہلاک کئے جا سکتے تھے۔فرعون کے ساتھ غرق کر دیئے جاتے ،مگر آپ نے یہ نہیں چاہا تو معلوم ہوا کہ اب بھی صرف امتحان اور سزا دینا مقصود ہے ان کی ہلاکت مقصود نہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ چند بے وقوفوں کی وجہ سے ہم سب کو ہلاک کر دیا جائے۔پھر عرض کیا کہ الٰہی میں بھی آپ کے فضل سے آپ کے حکیم ہونے کا علم رکھتا ہوں ، لہذا

اس امتحان میں مطمئن ہوں اور آپ ہی تو ہمارے خبر گیر ہیں، ہم پر رحمت اور مغفرت فرمائیے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ معافی دینے والے ہیں۔

موت کے بعد حیات

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تضرّع وزاری دربار الہیٰ میں قبولیت حاصل کرگئی اور ان لوگوں کو معاف کر دیا گیا، اور دوبارہ زندہ کر دیا گیا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ پھر زندہ کیا ہم نے تم کو تمہارے مرنے کے بعد۔ تاکہ شکر ادا کرو۔

قرآن پاک نے حیات بعد الموت کا عام قانون تو یہ بتایا ہے کہ اس دنیوی موت کے بعد عالم آخرت ہی کے لئے دوبارہ زندگی ملے گی، لیکن قانون خاص یہ ہے کہ کبھی کبھی حکمت اور مصلحت کے پیش نظر اللہ پاک اس دنیا میں بھی مردے کو زندگی بخش دیا کرتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کی معجزانہ زندگی میں خود قرآنی شہادت کے مطابق اس حقیقت کا متعدد بار ظہور ہو چکا ہے۔ سورہ بقرہ کی اس آیت میں بھی قرآن عزیز نے بنی اسرائیل کے نمائندوں کی موت اور ہلاکت کے بعد ان کے جی اٹھنے کا ذکر ہے اور لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ کہہ کر اس واقعہ کی اصل حقیقت کو اور زیادہ واضح کر دیا ہے کہ بے شبہ یہ صورت پیش آئی کہ ان کے نامعقول اور گستاخانہ اصرار پر ''رجفہ'' کے عذاب نے ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور پھر موسیٰؑ کی عاجزانہ دعا پر خدا کی وسیع رحمت نے ترس کھا کر ان سوختہ جان انسانوں کو دوبارہ زندگی بخش دی، تاکہ یہ شکر گزار ہوں۔ اور اس قسم کی بیجا ضد کو کام میں نہ لائیں اور خدا کے سچے فرمان بردار بن جائیں۔ (قصص القرآن)

بنی اسرائیل اور جبل طور

جب یہ ستّر افراد دوبارہ زندگی پاکر قوم کی جانب واپس ہوئے تو انھوں نے قوم سے سارا قصّہ کہہ سنایا اور بتایا کہ موسیٰؑ جو کہتے ہیں وہ حق ہے، وہ بلاشبہ خدا کے فرستادہ ہیں۔ (قصص القرآن)

لیکن اس شہادت میں اپنی طرف سے آمیزش بھی کر دی۔

اللہ تعالیٰ نے آخر میں یہ فرما دیا تھا کہ جس قدر عمل ہو سکے کرنا، جو نہ ہو سکے معاف ہے۔ تو کچھ جبلّی شرارت، کچھ احکام کی مشقّت اور کچھ اس آمیزش کا حیلہ ملا تو بنی اسرائیل نے صاف کہہ دیا کہ ہم سے تو کسی قانون پر عمل نہیں ہو سکتا۔ حق تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ کوہِ طور کا ایک ٹکڑا اٹھا کر ان کے سروں پر معلق کر دو، کہ یا تو مانو، ورنہ پہاڑ تم

پر گرادیا جائے گا۔ آخر چاروناچار ان کو ماننا پڑا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَاِذْاَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ط خُذُوْامَا اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَافِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

اور جب لیا ہم نے تم سے اقرار اور بلند کیا تم پر پہاڑ طور کو کہ پکڑو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے مضبوطی سے، اور یادرکھو جواس میں ہے تا کہ تم ڈرو۔

ابن کثیر میں ہے کہ جب انھوں نے دیکھ لیا کہ پہاڑ گرنا چاہتا ہے تو فوراً سجدے میں بائیں رخ پر گر پڑے اور سیدھی آنکھ کی کنکھیوں سے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے کہ گر تو نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک جب بھی یہودی سجدہ کرتے ہیں تو اپنے بائیں رخ پر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وہ سجدہ ہے جو رفع عذاب کی یادگار رہے۔

تفسیر عزیزی میں ہے کہ حضرت جبریلؑ کو حکم ہوا کہ اس پہاڑ کو اپنی جگہ سے اپنے پروں پر اٹھا کر لا اور قدآدم کے فاصلے پر سے بنی اسرائیل کے سر پر کھڑا کر دے تو انھوں نے ایسی ہی کیا، لشکر گاہ کا طول وعرض ایک ایک فرسنگ تھا اور یہ پہاڑ بھی اتنا ہی لمبا چوڑا تھا۔

آپ طورسینا سے کوچ کر کے ایلم آ گئے، پھر ایلم سے خروج کیا۔ دوسرے ماہ کی پندرہویں تاریخ سین کے بیابان میں آئے اور اسی میں من سلوٰی نازل ہوا۔

قولہ تعالیٰ۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَارَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔

اور سایہ کیا ہم نے تم پر بادلوں کا اور نازل کیا ہم نے تم پر من وسلوٰی کو۔ کھاؤ ان پاک چیزوں سے جو ہم نے تم کو بطور رزق دیں۔ اور انھوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن یہ اپنے اوپر ہی ظلم کرتے تھے۔

تفسیر حقانی میں ہے کہ بنی اسرائیل جب دریائے قلزم کو عبور کر کے میدان میں آئے تو وہاں گرمی کی بڑی شدت تھی۔ خدا نے اپنے فضل سے بادلوں کا سایہ بنا کر ان کو دھوپ کی شدّت سے بچایا۔

تفسیر عزیزی میں ہے کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’’**ھو الغمام الذی یاتی اللّٰہ فیہ یوم القیامۃ ولیس بالسحاب**‘‘ یعنی وہ غمام تھا جس میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آئیں گے۔ اور یہ کوئی عام ابر نہ تھا۔

اس طرح ان کے مکان کا بندوبست کر دیا گیا، اور کھانے کے لئے من وسلوٰی نازل فرما دیا۔

من

اسے ترنجبین کہتے ہیں اور یہ صبح صادق سے طلوع آفتاب تک برف کی طرح برستی تھی اور یہ لوگ چادروں اور کپڑوں میں جمع کر لیتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ہر ایک آدمی چار سیر کی مقدار میں جمع کر لیا کرتا تھا اور اس کو تمام دن قند وشکر کی طرح کھایا کرتے۔ یہ چھ روز تک برابر برستی اور جمعہ کے دن دو دنوں کے برابر برستی، اور ہفتہ کے دن بالکل نہ برستی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو فرما دیا تھا کہ ہفتے کے دن کے لئے جمعہ کے دن ذخیرہ کر لیا کرو، لیکن ایک دن سے زیادہ کا ذخیرہ نہ کرنا۔

ترنجبین

تفسیر عزیزی میں ہے کہ جب بخارات اور دھواں آپس میں مل کر زمین سے آسمان کی طرف جاتے ہیں اگر دھواں لطیف اور صاف ہو اور رطوبت غالب ہو اور حرارت اس میں اعتدال کے ساتھ تاثیر کرے تو اس میں شیرینی پیدا ہوتی ہے اور برف کی طرح الٹ کر زمین پر گرتی ہے۔ اس کو ترنجبین کہتے ہیں۔

سلوٰی

یہ ایک جانور کا نام ہے اس کو سانی بھی کہتے ہیں یہ اکثر کھاری دریاؤں کے گرد زیادہ پایا جاتا ہے ان کو بھیجنے کا یہ طریقہ تھا کہ غروب آفتاب کے وقت جنوب کی ہوا اِن پر مسلط کر دی جاتی اور یہ ہوا ان کو ہزار ہا کی تعداد میں دریا کے کنارے سے بنی اسرائیل کے لشکر میں لا ڈالتی، اور یہ لوگ ان جانوروں کو ہاتھ اور چادروں اور لکڑی وغیرہ سے شکار کر کر کے ذبح کرتے۔ اور ہر شخص اپنی اور اپنے بال بچوں کی کفالت کی مقدار ان کو پکڑ لیتا، ذخیرہ کرنے کا حکم نہ تھا صرت جمعہ کے دن اجازت تھی کہ ہفتے کے دن کے لئے ذخیرہ کر سکتے ہو۔ لیکن ان میں

بعض حریص طبع لوگوں نے ذخیرہ کرنا شروع کر دیا، جس کی وجہ سے گوشت میں بدبو پیدا ہو جاتی، کہتے ہیں کہ اس سے قبل کسی زمانے میں بھی ذخیرہ کرنے سے گوشت بدبودار اور گندہ نہ ہوتا تھا۔ بنی اسرائیل کی ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے

ہوا۔جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ''لَوۡلَا حَواء لم تخن انثی زوجها الدهر ولولا بنی اسرائیل لم یختر اللحم''یعنی اگر حوّا نہ ہوتی تو عمر بھر کوئی عورت خاوند کی خیانت کہ کرتی،اور اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت پرانا اور بدبودار نہ ہوتا۔''

تفسیر عزیزی اور معارف القرآن میں ہے کہ سلوی بیٹروں کو کہتے ہیں یہ بیٹریں ان کے پاس جمع ہو جاتیں اوران سے بھاگتی نہ تھیں۔یہ ان کو پکڑ کر ذبح کر کے کھاتے۔

اخراجات

اللہ تعالیٰ نے اس طرح ان کے مکان اور خوراک کا بندوبست کر دیا۔اور لباس کا بندوبست اس طرح فرمایا کہ ان کے کپڑے میلے اور پرانے نہ ہوتے تھے۔بال اور ناخن بھی نہ بڑھتے تھے کہ مونڈ نے اور کترانے کی ضرورت پیش آئے،اور جو بچہ اس سفر میں پیدا ہوتا کپڑا بھی اس کے بدن پر ہوتا اور جوں جوں بچہ نشو ونما پاتا کپڑا بھی بڑھتا جاتا،اور رات کے وقت جب ان کی روشنی کی ضرورت محسوس ہوتی تو اللہ نے ایک نور کا ستون پیدا فرما دیا جس کی روشنی میں یہ رات کے وقت اپنے کام کاج کرتے ۔جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی بنیادی ضرورتوں کو پورا فرمایا،اسی طرح پانی کا بندوبست بھی اللہ نے خزانۂ غیب سے اس طرح فرمایا

جیسا کہ ارشاد ہے۔

پانی

وَاِذِ اسۡتَسۡقٰی مُوۡسٰی لِقَوۡمِهٖ فَقُلۡنَا اضۡرِبۡ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَؕ فَانۡفَجَرَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا۔قَدۡعَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ كُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا مِنۡ رِّزۡقِ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ؕ	اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کیلئے تو ہم نے کہا کہ اپنی انگلی کو پتھر پر مار۔پس پھوٹ پڑے اس سے بارہ چشم،تحقیق جان لیا ہر قبیلے نے اپنے گھاٹ کو،کھاؤ اور پیو اللہ کے رزق سے،اور نہ لوٹو زمین میں فساد کرتے ہوئے۔

عصا

تفسیر عزیزی میں ہے کہ یہ بہشت کے ایک درخت کی لکڑی تھی، لمبائی میں آدمی کے دس ہاتھ کے برابر تھا۔ اتفاق سے موسیٰ علیہ السلام کا قد بھی اتنا ہی تھا، یہ دوشاخہ تھا، رات کی تاریکی میں اس کی دونوں شاخیں مشعلوں کی طرح چمکتی تھیں، یہ عصا آدم علیہ السلام بہشت سے لائے تھے۔ پھر بطریق وِراثت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اوران سے ان کے صاحب زادے مدین کے پاس، اور مدین سے حضرت شعیب السلام کے پاس اوران سے اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا۔

پتھر

ابن کثیر نے مختلف مفسّرین کے قول نقل کئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ چار کونوں والا پتھر تھا جس کو حضرت موسیٰ ؑ اکثر ساتھ رکھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ طور پہاڑ کا پتھر تھا، اور بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ پتھر وہی تھا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے کپڑے رکھ کر نہار ہے تھے کہ یہ پتھر بحکم خدا آپ کے کپڑے لے کر بھاگا۔

قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡ لاَ تَکُوۡنُوۡ	اے ایمان والوتم لوگوں کی
اکَاالَّذِیۡنَ اٰذَوۡ مُوۡسٰی فَبَرَّاَہُ اللّٰہُ	طرح نہ ہو جانا جنھوں نے
مِمَّا قَالُوۡ وَکَانَ عِنۡدَ اللّٰہِ	موسیٰ کواذیت دی تھی۔ پھر اللہ
وَجِیۡھًا۔	نے اس کو اس تہمت سے بری
(الاحزاب)	کر دیا، اور موسیٰ ؑ اللہ کے
	نزدیک بڑا اذی مرتبہ تھا۔

ایک ایذا ان ایذاؤں میں سے یہ تھی جو مذکور ہوگئی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب التفسیر اور کتاب الانبیاء میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت حیا والے اور بدن چھپانے والے تھے اس کے بدن کو کسی نے نہیں دیکھا تھا۔ ان کو قوم بنی اسرائیل میں عام طور پر یہ رواج تھا کہ مرد سب کے سامنے ننگے ہو کر نہاتے تھے تو بعض بنی اسرائیل کہنے لگے کہ موسیٰ ؑ جو کسی کے سامنے نہیں نہاتے اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے بدن پر کوئی عیب ہے یا برص

ہے، یا خصیتین بہت بڑھے ہوئے ہیں یا کوئی اور آفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ موسیٰؑ کی اس طرح کے عیوب سے برات کا اظہار فرما دیں۔ ایک روز موسیٰؑ نے خلوت میں غسل کرنے کے لئے اپنے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیئے، جب غسل سے فارغ ہو کر اپنے کپڑے لینا چاہا تو یہ پتھر بحکم خداوندی حرکت میں آ گیا اور کپڑے لے کر بھاگنے لگا۔ موسیٰ علیہ السلام اپنی لاٹھی اٹھا کر پتھر کے پیچھے **ثوبی حجر ثوبی حجر**۔ اے پتھر میرے کپڑے۔ اے پتھر میرے کپڑے۔ کہتے ہوئے چلے، مگر پتھر چلتا رہا یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ جا کر ٹھہرا جہاں بنی اسرائیل کا ایک مجمع تھا، اس وقت بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو سر سے پاؤں تک ننگا ہونے کی حالت میں دیکھا ،تو بہترین صحیح سالم بدن پایا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ان عیوب سے برأت سب کے سامنے ظاہر فرما دی۔ پتھر یہاں پہنچ کر ٹھہر گیا اور موسیٰ علیہ السلام نے کپڑے اٹھا کر پہن لئے۔ پھر اس پتھر کو لاٹھی سے مارنا شروع کر دیا۔ خدا کی قسم اس پتھر میں موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے تین یا چار پانچ اثر قائم ہو گئے۔ حضرت جبریلؑ کے مشورہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے اٹھا لیا اور آپ کا معجزہ اس پتھر پر ظاہر ہوا۔ جب آپ کو پانی کی ضرورت پڑتی تو آپ اس پتھر پر اپنا عصا مارتے۔

تفسیر عزیزی میں ہے کہ آپؑ بارہ مرتبہ عصا مارتے اور اس طرح جہاں ضرب پڑتی عورت کے پستان کا سا سر ظاہر ہوتا، پہلے ان سے پسینہ سا ظاہر ہوتا پھر قطرے ٹپکنے شروع ہو جاتے اور پھر پانی بہنے لگتا۔

ابن کثیر میں ہے کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی عصا مارتے وقت پتھر کے پاس آ کر کھڑا ہوتا پھر جس کی طرف جو چشمہ پیدا ہوتا وہ اپنے قبیلہ کو بلا کر کہہ دیتا کہ یہ تمہارا چشمہ ہے۔

خدا تعالیٰ کی ناشکری

اس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے مکان، لباس، خوراک اور پانی کا خزانۂ غیب سے بندوبست کر دیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یہ لوگ دنیا و مافیہا سے الگ ہو کر خدا کے شکر میں ہمہ تن مشغول ہوتے، اور موسیٰؑ کے بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوتے کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سالہا سال فرعون کی غلامی سے نجات دی اور ہمارے دشمن کو ہماری آنکھوں کے سامنے غرق کر دیا۔ لیکن جن کی قسمت میں ہمیشہ کی بدنصیبی لکھی جا چکی ہے وہ قوم لاکھوں نعمتوں کو دیکھ کر ہزار ہا احسان پا کر بھی راہِ راست پر نہ آئی۔ اور ان لوگوں نے کچھ عرصہ تک ان کھانوں پر صبر کیا، لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا ان کی بے صبری اور شکایات میں اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ موسیٰ کو برملا کہہ بیٹھے کہ ہم ایک کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔ جس کو خدا تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل جب دشت

فاران میں پہنچے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ یَا مُوْسٰی لَنْ نَصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَارَبَّکَ یُخْرِجْ لَنَامِمَّا تُنْ بِتُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَاوَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَاوَبَصَلِهَا۔

اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ ایک ہی قسم کی خوراک پر ہم ہرگز نہیں وہ سکتے ،تو ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر کہ وہ ہمارے لئے ایسی چیزیں پیدا کر دے جو زمین سے اگتی ہیں۔زمین کے ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز۔

تو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا کہ تم اعلیٰ اور بہترین چیز پر گھٹیا اور رذیل چیزوں کو ترجیح دیتے ہوتو شہر میں چلے جاؤ یہ چیزیں تمہیں وہاں ملیں گی۔اور یہ چیزیں کوئی خاص نہیں ہیں جن کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں۔

بنی اسرائیل کا میلان ہمیشہ پستی کی طرف تھا لیکن جب تک ان میں حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت ہارونؑ اور حضرت یوشع بن نون اور بلند مرتبہ انبیاء موجود تھے ان کے حکم بنی اسرائیل پر غالب رہے اور پستی کی ہمت نے ان میں اثر نہ کیا۔اور جیسے ہی یہ بزرگ اٹھتے گئے ان کی رذیل خصلتیں ظاہر ہونا شروع ہوگئیں اور کھیتی باڑی، بونے اور جوتنے کی خواہش ان کے دلوں میں پیدا ہوئیں اور خدا کے بیشمار احسانات کو یکسر بھلا دیا جس کی بناء پر ان کا رعب ودبدبہ باقی نہ رہا اور اسی وجہ سے ان پر جالوت نے طرح طرح کے مظالم ڈھائے اور پھر بخت نصر اور سنجاریب نے ان کو اپنے مظالم کا نشانہ بنایا۔(تفسیر عزیزی۔تفسیر حقانی)

حکایت عامیل

قولہ تعالیٰ

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْ تُمْ فِیْهَا وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّاکُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ۔

(البقرہ)

اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا ۔پھر تم اس میں اختلاف کرنے لگے،اور تمہاری پوشیدگی کو خدا ظاہر کرنے والا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں عامیل نامی شخص تھا جس کی ایک بیٹی اور ایک بھتیجا تھا۔ یہ شخص بہت مالدار تھا، بھتیجا اس کی موت کا مدّت سے منتظر تھا کہ یہ مرے اور اس کا مال میرے حوالے ہو۔ لیکن قدرت کی طرف سے اس کی زندگی تھی۔ جب اس سے مزید انتظار نہ ہو سکا تو ایک دن اس نے اپنے چچا کو قتل کر دیا اور لاش اٹھا کر دوسرے محلہ میں کسی کے دروازے کے سامنے ڈال دی اور صبح کو خود ہی اس کو تلاش کرتا ہوا جب اس محلہ میں پہنچا اور اپنے چچا کی لاش دیکھ کر محلہ کے لوگوں پر خون کا دعویٰ کر دیا۔ تو محلہ والوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس خود کردہ جرم کی شکایت کی۔

اور بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ مقتول کے واثوں نے موسیٰ ؑ سے عرض کی کہ ہمارے چچا کا قتل معلوم کرنے لے لئے اپنے رب سے دعا کریں۔ تو آپ نے بارگاہِ ربِّ العزّت میں دعا کی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ ایک گائے ذبح کریں۔ غالباً یہ حکم اس لئے دیا کہ اس زمانے میں گائے کو پوجا ہوتی تھی اور اس کی بڑی تعظیم کی جاتی تھی جیسے کہ آجکل ہندو مذہب میں گائے متبرک سمجھی جاتی ہے۔ سامری نے بھی اسی بنا پر گائے کا بچہ بنا کر قوم کو فتنے میں ڈالا تھا۔ غرض ذبح بقرہ کا حکم سنتے ہی کہنے لگے کہ آپ ہمارے ساتھ مذاح کرتے ہیں ہم نے آپ سے قاتل کا پوچھا ہے اور آپ ہمیں گائے ذبح کرنے کا کہہ رہے ہیں۔

چاہئے تو یہ تھا کہ جب ان لوگوں نے اپنا مقدمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کیا تھا تو پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد کیا تھا تو پھر حضرت موسیٰ کی ہر ہدایت پر بسر و چشم عمل پیرا ہوتے اور فوراً کسی گائے کو ذبح کر دیتے۔ لیکن ان لوگوں نے پیغمبر خدا کے فیصلہ کو اپنے حق میں مذاح جانا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواباً فرمایا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ط — میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔

بنی اسرائیل نے جب سمجھ لیا کہ شاید گائے کے ذبح کرنے میں کوئی خاصیت ہوگی کہ اس کا کوئی حصّہ مردے پر مارنے سے مردہ زندہ ہو کر اپنا قاتل بتا دے گا۔ لیکن انھوں نے اجتہاد سے کام لیا کہ شاید ہر گائے میں یہ خاصیت نہ ہو۔ اس بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سوالات کا دروازہ کھول دیا۔ اور اس عجیب گائے کے اوصاف کی تحقیق میں بہت دور نکل گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بنی اسرائیل کوئی بھی گائے پکڑ کر ذبح کر دیتے تو کفایت کرتا۔ لیکن انھوں نے اپنے اوپر سخت گیری کی اس لئے اللہ تعالیٰ

نے بھی ان پر سخت گیری فرمائی۔

سوالات

اب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوالات کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ سے اس گائے کی عمر پوچھ کر ہمیں بتایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کی عمر جوانی کی ہے۔ نہ بوڑھی ہے نہ کنواری بلکہ ان دونوں عمروں کے درمیان۔ اب بھی اگر اس عمر کی کسی گائے کو ذبح کر دیتے تو ان کا مقصود حاصل ہو جاتا، لیکن انھوں نے دوسرا سوال کر دیا کہ اللہ تعالیٰ سے پوچھ کر بتائیں کہ اس کا رنگ کیسا ہے، کیونکہ ادھیڑ عمر کی گائیں تو بہت ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا رنگ گہرا زرد ہے جو دیکھنے والوں کو خوش کر دیتی ہے، لیکن بنی اسرائیل کو اب بھی تشفی نہ ہوئی اور تیسرا سوال کیا کہ اس گائے میں اگر کوئی منفرد وصف ہو تو وہ بھی بیان کیا جائے، کیونکہ زرد رنگ کی گائیں بھی بہت ہیں، لیکن آگے وہ کہتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لَمُھْتَدُوْنَ ط ''اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور ہدایت پائیں گے۔''

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر بنی اسرائیل کلمہ انشاء اللہ نہ کہتے تو اس گائے کو ہرگز نہ حاصل کر سکتے اور ان کی تشفی خاطر نہ ہوتی۔ اب آگے جو صفات بیان کی گئی ہیں یہ دراصل بیلوں کی ہیں، اور پہلے کی ضمیریں اور بقرہ میں تائے تانیث یہ ظاہر کرتی ہے کہ یہ گائے تھی۔ اس کا بعض مفسّرین نے اس طرح جواب دیا ہے کہ ہر شہر اور ہر زمانہ کی عرف و عادت مختلف ہوتی ہیں، شاید اس زمانہ میں اور اس شہر میں قلبہ رانی اور آب کشی میں گایوں کا استعمال رائج ہو گا۔ (عزیزی)

چونکہ ان لوگوں نے متعدد سوال کئے جس کی بنا پر ان پر دائرہ تنگ ہوتا گیا، آخر اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی گائے کی نشاندھی فرمائی جو روئے زمین پر صرف ایک ہی تھی۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

قَالَ اِنَّہٗ یَقُوْلُ اِنَّھَا بَقَرَۃٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ مُسَلَّمَۃٌ لَّا شِیَۃَ فِیْھَا۔ (البقرہ)

کہا موسیٰ نے کہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کہ وہ گائے محنت کرنے والی نہیں کہ جوتی ہوئی ہو کہ پھاڑے زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیتی کو بے عیب ہے اس میں کوئی داغ نہیں۔

کہ یہ گائے کبھی کسی کام میں نہیں پکڑی گئی نہ کوئی اس سے کام لیا گیا مُسَلَّمَۃٌ یعنی یہ سلامت ہے اس بات

سے کہ آدمیوں کے ہاتھ میں آکر کسی کام میں ذلیل ہوئی ہو، یا اس کے بدن کو کہیں سے کاٹنے یا سوراخ کرنے سے اس کو نقصان پہنچایا ہو، اس لئے اس کی رنگت تمام بدن پر یکساں ہے۔

زرین گائے اور والدہ کی تابعداری

بنی اسرائیل میں ایک بہت نیک شخص تھا اور اس کا لڑکا تھا اور اس بزرگ کے پاس ایک گائے کی بچھڑی کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ اس نے اس کو پکڑ کر اس کی گردن پر مہر لگا کر ابراہیمؑ و اسحاقؑ و اسماعیلؑ و یعقوبؑ و یوسفؑ کے خدا کے حوالہ کر دیا، اور کہا کہ خدایا میں اس کو اپنے بیٹے کے لئے تیرے پاس امانت چھوڑتا ہوں کہ جب میرا بیٹا بڑا ہو جائے تو یہ اس کے کام آئے۔ یہ کہہ کر اس نے گائے کو جنگل میں چھوڑ دیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد وہ بزرگ انتقال کر گئے اور یہ بچھڑی اسی طرح جنگل میں چرتی اور درختوں کے پتوں سے پرورش پاتی اور بسبب عنایت الٰہی درندوں وغیرہ کی آفت سے [illegible]ظ رہتی یہ لڑکا بھی اپنے والد کی طرح دن رات عبادت الٰہی میں مشغول رہتا۔ اس نے رات کے تین حصّے کر لئے تھے۔ ایک حصّہ والدہ کی خدمت کے لئے، اور ایک حصّہ عبادت کے لئے، اور ایک حصّہ سونے کیلئے۔ اور جب صبح ہوتی تو رسی اور کلہاڑا لیکر جنگل جا کر وہاں سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا اور بازار میں فروخت کر دیتا اور ان لکڑیوں کی قیمت کے بھی تین حصّے کر دیتا۔ ایک حصّہ اپنے لئے، ایک والدہ نے لئے، اور ایک فقراء و مساکین کے لئے۔ مدّت تک اسی کام میں مشغول رہا، ایک دن والدہ نے کہا کہ تیرا باپ جنگل میں تیرے لئے ایک بچھڑی چھوڑ گیا تھا، اور ابراہیمؑ، اسحاقؑ، اسمٰعیلؑ یعقوبؑ، یوسفؑ کے رب کے پاس امانت رکھ گیا تھا اب وہ بچھڑی جوان ہو کر گائے بن چکی ہوگی، میں چاہتی ہوں کہ تو جو روزانہ جنگل سے اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لاد کر لاتا ہے اس سے کہیں تیری پیٹھ زخمی نہ ہو جائے۔ ایسا کر جنگل سے وہ گائے لے آ اور اس پر لکڑیاں لاد کر لایا کر۔ تو لڑکے نے کہا کہ اس کی کوئی خاص نشانی مجھے بتا دیں۔ ایسا نہ ہو کہ جنگل سے میں کسی اور کی گائے پکڑ کر لے آؤں جو میرے لئے حلال نہ ہو۔ والدہ نے کہا کہ اس کا رنگ بالکل زرد ہے دور سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا سورج کی شعائیں اس کی کھال سے نکل رہی ہیں اور اسی لئے ہم نے اس کا نام زرین رکھا تھا، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ نشانی ہے کہ وہ آدمی کو دیکھ کر بھاگتی ہے کسی کو پکڑائی نہیں دیتی۔ جب تو اسے دور سے دیکھ لے تو یوں کہنا کہ ''اے گائے ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ و یعقوبؑ کے رب کے نام پر فرمانبردار ہو کر میرے پاس چلی آ'' اس طرح وہ تیرے پاس آ جائے گی۔ اور یہ نصیحت بھی کہ کہ اس پر سوار ہو کر نہ آنا بلکہ اس کو پکڑ کر کھینچ کر لانا کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان کے استعمال سے اس سے برکت جاتی رہے۔ والدہ کے یہ ارشادات سن کر لڑکا جنگل کو گیا اور گائے کو تلاش کر کے اس کو انہی الفاظ سے آواز دی، گائے اس کے پاس چلی آئی اور گائے نے

کہا کہ اے نیک بخت نوجوان تو مجھ پر سوار ہو جاتا کہ تو آسانی سے گھر پہنچ جائے اس لئے کہ فاصلہ کافی ہے اور یہاں سے ایک دن کا سفر ہے تو تھک جائے گا۔ تو لڑکے نے کہا کہ میری والدہ نے تجھ پر سواری کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ کہا ہے کہ اس کو کھینچ کر لانا اس لئے میں تیری پیٹھ پر بیٹھنے سے معذور ہوں۔ گائے نے کہا شاباش! میں تو تیری آزمائش کر رہی تھی، اگر تو مجھ پر سوار ہو جاتا تو میں تجھ کو اپنی پیٹھ پر ڈال کر بھاگ جاتی، میں تیری فرمانبردار صرف اس وجہ سے ہوں کہ تو اپنی والدہ کا فرمانبردار ہے۔

ابلیس

راستہ میں ابلیس لعین ایک مسافر کی شکل میں ملا، لڑکے کو کہنے لگا کہ مجھے ایک حادثہ پیش آیا ہے۔ میری مدد کر، اس پہاڑ کے اس طرف میری لاتعداد گائیں ہیں میں ان کو چراتا تھا کہ اچانک میرے پیٹ میں درد اٹھا، میں قضائے حاجت کے لئے آیا اب واپس جانا چاہتا ہوں، لیکن پیٹ میں سخت تکلیف ہے، اگر اجازت ہو تو میں تیری گائے پر سوار ہو جاؤں اپنی منزل پر پہنچ کر میں تجھے ایک نہایت ہی عمدہ گائے دوں گا۔ لڑکے نے کہا کہ میری والدہ نے مجھ کو سوار ہونے سے منع کیا ہے میں تجھ کو کیسے سوار کر سکتا ہوں۔ ابلیس نے کہا کہ مجھ سے کرایہ لے لے۔ تو لڑکے نے کہا کہ میں کسی صورت میں والدہ کی حکم عدولی نہیں کر سکتا۔ جب ابلیس نے اس کو بہت ستایا تو اس نے بلند آواز سے کہا کہ اے خدائے ابراہیمؑ واسماعیلؑ اسحاقؑ ویعقوبؑ۔ اس بدذات شخص سے تو مجھ کو نجات دے۔ ابلیس نے جب یہ آواز سنی تو ایک جانور کی صورت بنکر جلدی سے اُڑ گیا۔

گائے کا بیان

گائے نے لڑکے سے کہا کہ یہ ابلیس تھا جو کسی حیلہ سے مجھ پر سوار ہو کر میری برکت کو ضائع کرنا چاہتا تھا، اور جب تو نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی تو ایک فرشتہ اس کو دفع کرنے کو حاضر ہوا۔ فرشتے کو دیکھتے ہی اس نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا۔ بہر حال یہ لڑکا شام کو گائے سمیت گھر آیا۔ اور راستہ میں جو کچھ پیش آیا والدہ کو سب کچھ بتا دیا۔ ماں نے کہا کہ بیٹا! ہم اس کو بوجھ لاد کر ذلیل نہیں کریں گے، اور ہم سے اس کی تعظیم نہ ہو سکے گی۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو ہم فروخت کر دیں۔ تو لڑکے نے کہا کہ کتنی قیمت پر فروخت کروں۔ تو ماں نے کہا کہ آجکل اس کی قیمت تین دینا رہے لیکن اس کو سودا طے کرنے سے پہلے مجھ سے پوچھ لینا، فوراً نہ بیچ ڈالنا۔ دوسرے دن جب لڑکا اس کو لیکر بازار گیا تو خدا کا بھیجا ہوا فرشتہ ملا تو اس نے کہا کہ یہ گائے کتنے میں فروخت کرو گے، اس نے کہا کہ تین دینار میں، لیکن سودا طے ہونے سے پہلے میں

اپنی والدہ کی رضامندی حاصل کروں گا۔فرشتے نے کہا کہ قیمت دگنی لے لے۔لیکن ماں کے پاس نہ جا۔لڑکے نے کہا کہ یہ کسی قیمت پر نہیں ہوسکے گا۔اگر تو اس کے وزن کے برابر سونا بھی دے گا تب بھی میں اپنی والدہ کی رضا کے بغیر فروخت نہیں کروں گا۔تب فرشتے نے اپنا سارا حال لڑکے کو بتا دیا اور کہا کہ بنی اسرائیل اس کی تلاش میں ہیں، کیوں کہ ان صفات والی اور کوئی گائے نہیں ہے اور انھیں ایسی گائے کی اشد ضرورت ہے۔لیکن جب تک وہ تجھ کو خالص سونا اس کے چمڑے میں بھر کر نہ دیں تب تک اسن سے سودا نہ کرنا۔تا کہ زندگی بھر وہ سونا تجھ کو کافی ہو،اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ جو کوئی اپنی عیال کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی پرورش کرتے ہیں، اور جو کوئی اپنا مال خدا تعالیٰ کی امانت میں چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس طرح بڑھاتے ہیں۔فرشتے سے یہ سارا ماجرہ سن کر لڑکا اپنی گائے کو گھر لے آیا اور والدہ سے یہ سارا ماجرا کہہ سنایا۔رفتہ رفتہ اس کی خبر پھیلتی گئی اور بنی اسرائیل اس کو خریدنے کے لئے اس کے گھر جمع ہو گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ فرشتہ بنی اسرائیل کے ساتھ ہو گیا اور ان کو لڑکے کے گھر پہنچا دیا ورنہ ان کو وہ گائے نہ ملتی پھر سودا طے کرنے لگے۔لڑکا اور اس کی ماں اس وقت راضی ہوئے جب یہ فیصلہ ہو گیا کہ ذبح کے بعد چمڑا الگ کر کے خالص سونے سے بھر کر ان کے حوالے کریں گے۔اس لڑکے اور اس کی والدہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ضامن بنا کر گائے ان لوگوں کے حوالے کر دی۔(تفسیر عزیزی)

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ۔	پس انھوں نے ذبح کیا اور قریب بھی نہ تھے کہ اس کام کو کریں۔

اس طرح مالدار مقتول کا سارا مال اس کو ملا جس نے اپنی والدہ کی ہر طرح فرمانبرداری کی۔قولہ تعالیٰ

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذَالِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمُوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيَاتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔	پس ہم نے کہا کہ اس کے کسی حصّہ سے مقتول کو مارو۔اس طرح زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ مردون کو اور دکھاتا ہے تم کو اپنی نشانیاں تاکہ تم غور کرو۔

گائے کے کسی حصّہ کو مقتول پر مارا گیا اور مقتول نے تھوڑی دیر زندہ ہو کر اپنے بھتیجے کو قاتل ٹھہرایا۔پھر عامیل کے قتل کے بدلہ میں اس کے بھتیجے کو بھی قتل کر دیا گیا۔اس گائے کو اگرچہ بعض مفسّرین بچھڑا لکھتے ہیں لیکن ہم نے گائے اس وجہ سے لکھا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ گائے ہے۔

حضرت موسیٰؑ اور قارُون

قولہ تعالیٰ

اِنَّ قَارُوْنَ کَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰی فَبَغٰی عَلَیْہِمْ وَ اٰتَیْنٰہُ مِنَ الْکُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَہٗ لَتَنُوْٓءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ۔ (القصص)

بے شک قارون موسیٰؑ کی برادری میں سے تھا، پھر وہ لوگوں پر زیادتی کرنے لگا۔ اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور آدمیوں کی جماعت کو بارِ گراں کی دیا کرتی تھیں۔

ابن کثیر میں ہے قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی تھا۔ اس کا نسب یہ ہے۔ قارون بن یعمد، بن قاہیث۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا نسب نامہ یہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بن عمران، بن قاہیث۔

یہ توراۃ کا حافظ تھا، اور بہت خوبصورت اور خوش آواز تھا اس لئے لوگ اس کو منور کہتے تھے، لیکن سامری کی طرح یہ بھی منافق ثابت ہوا۔

تفسیر کشف الرحمن میں ہے کہ یہ بہت مالدار تھا اور اسی وجہ سے متکبر تھا، اس کے خزانہ کی کنجیاں بہت وزنی تھیں۔ پہلے لوہے کی کنجیاں تھیں۔ پھر لکڑی کی بنوائی گئیں۔ جب وہ ساری بھاری ہوگئیں تو پھر چمڑے کی بنوائی گئیں۔ اور فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل سے بیگار لینے پر مقرر تھا، اور مزدوری اس کے ہاتھ سے ملا کرتی تھی، اس کام میں اس نے خوب مال کمایا تھا۔

معارف القرآن میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا مدفون خزانہ اس کے ہاتھ لگا تھا جس کی وجہ سے یہ مالدار ہوا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں فرعون غرق ہوا تو بنی اسرائیل کی بیگار بھی ختم ہوگئی، جس کی وجہ سے اس کی روزی موقوف ہوگئی۔ اس بنا پر یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حسد رکھتا۔ اور آپ کے سو طرح کے عیب نکالتا۔ اور تہمتیں لگاتا۔ اور دوسرے یہ کہ اس کی خواہش تھی کہ بنی اسرائیل کی قیادت مجھے ملے۔ اور اس کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس نے شکایت بھی کی تھی۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جو کچھ ہے اللہ کی طرف سے ہے۔ مگر وہ مطمئن نہ ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حسد کرنے لگا۔ قوم کے علماء نے اس کو زکوۃ دینے کی ہدایت کی تو اس نے صاف

انکار کر دیا کہ میرے اس مال میں کسی کا کوئی حصّہ نہیں ہے۔ یہ مال میں نے اپنی محنت اور ہوشیاری سے حاصل کیا ہے۔

تفاسیر میں مذکور ہے کہ قارون ایک دن نہایت ہی قیمتی پوشاک پہن کر ایک سفید خچر پر بیٹھ کر نکلا اور اس کے جلوس میں ہزاروں پیدل اور سوار تھے، اس نے اپنے غلاموں کو بھی بیش بہا پوشاکیں پہنائی ہوئی تھیں۔ اس کا یہ ٹھاٹھ اور زیب و زینت دیکھ کر دنیاداروں کے منہ میں پانی بھر آیا اور کہنے لگے کہ کاش ہمارے پاس بھی اس جتنا مال ہوتا۔ یہ تو بڑا خوش نصیب اور قسمت والا ہے۔

علماء کرام نے دنیا داروں کی یہ بات سنکر انھیں اس خیال سے روکنا چاہا اور انھیں سمجھانے لگے کہ دیکھو خدا تعالیٰ نے جو کچھ اپنے مومن اور نیک بندوں کے لئے اپنے ہاں تیار کیا ہوا ہے وہ اس سے کڑور درجہ بہتر ہے۔ تمہیں ان درجات کو حاصل کرنے لئے اس دوروزہ زندگی کو صبر سے گزارنا ہوگا، جنت صابروں کا حصّہ ہے۔

قارون کا زمین میں دھنسنا

غرضیکہ قارون کی شرارت بڑھتی گئی اور کسی صورت میں وہ زکوٰۃ دینے پر آمادہ نہ ہوا، اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرتابی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مجمع عام میں ایک عورت کو لیکر گیا اس عورت کو بہت رشوت دیکر اس بات پر آمادہ کیا کہ جب موسیٰؑ وعظ کرنے کیلئے کھڑے ہوں تو ان پر تہمت لگا دینا۔ چنانچہ ایک دن جب موسیٰؑ زنا کی حد بیان کر رہے تھے تو قارون نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ اے موسیٰ! اگر آپ بھی اس قبیح فعل کے مرتکب ہوں تو کیا سزا کے مستحق ہوں گے؟ آپ نے فرمایا بیشک! قارون نے عورت کی طرف اشارہ کیا۔ وہ عورت کھڑی ہوئی اور اپنے ساتھ بدکاری کی نسبت بیان کرنے لگی۔ حضرت موسیٰؑ نے اس سے فرمایا کہ خدا کے غضب سے ڈر کر بیان دے اور جو کچھ کہنا چاہتی ہے کہہ۔

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ عورت کھڑی ہوئی اور اس نے اس طرح کہا کہ تو وہی نہیں جس نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا۔ تو موسیٰؑ کانپ اٹھے اور دو رکعت نماز ادا کی، اور پھر عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اس خدا کی قسم! جس نے سمندر میں سے راستہ دیا، اور تیری قوم کو فرعون کے مظالم سے نجات دی، اور پھر بہت سے احسانات کئے۔ تو جو سچا واقعہ ہے اسے بیان کر! اس پر عورت کا رنگ بدل گیا اور اس نے صحیح واقعہ بیان کر دیا، اور سچے دل سے توبہ کر لی اور وہ تھیلیاں بھی پیش کیں جن پر قارون کی مہر لگی ہوئی تھی۔

اس پر اس مجمع میں قارون پر ملامت ہونے لگی۔موسیٰ علیہ السلام سجدہ میں گر کر دعا مانگنے لگے،ارشاد ہوا زمیں کوحکم دو یہ تمہاری اطاعت کرے گی۔حضرت موسیٰؑ نے زمین سے فرمایا کہ اے زمین اس کو پکڑ لے! قارون زمین کے اندر دھنسنا شروع ہوگیا۔اس سے قبل آپ نے اعلان فرمایا کہ تمام بنی اسرائیل یہاں سے چلے جائیں اور صرف قارون اوراس کے ساتھی یہیں ٹھہریں۔صرف دوآدمی قارون کے ساتھ بیٹھے رہے اوروہ بھی زمین میں دھنسنے لگے،ان سب نے چلّانا شروع کردیااورحضرت موسیٰؑ سے معافی مانگنے لگے۔آپ برابرزمین کوحکم دیتے رہے کہ اس کوپکڑ لے یہاں تک کہ زمین قارون کونگلتی چلی گئی۔

بعض مفسّرین نے صرف قارون کے دھنسنے کا ذکر کیا ہے۔دھنستے دھنستے بھی قارون آنکھوں کے اشارے سے معافی مانگتا رہا،لیکن حضرت موسیٰؑ نے اس کومعاف نہ کیا۔بنی اسرائیل کے بعض لوگوں کوشبہ ہوا کہ حضرت موسیٰؑ نے اس کے مال پر قبضہ کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔اس لئے اس کا سامان بھی دھنسادیا گیا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ دھنستے وقت قارون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تونے میرا مال حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تمام مال ودولت اس کے سر پر رکھ دی۔اوراس طرح اپنے تمام مال سمیت دفن ہوگیا۔نہ اس کواس کے ہم نشینوں میں سے کسی نے پوچھا،نہ نوکروں چاکروں اورغلاموں نے،اورنہ وہ خوداپنی مدد کرنے کے قابل تھا۔ارشاد ہے۔

فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُوْنَهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ۔	پھراس کی مدد کوکوئی ایسی جماعت نہیں ہوئی جواس کوخدا سے بچالیتی اورنہ وہ خوداپنے آپ کوبچاسکا۔

(قصص)

جب قارون کا یہ انجام ہوا تب دنیاداروں کی آنکھیں کھلیں جوکل تک يَالَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَا اُوْتِيَ قَارُوْنَ۔(کاش ہم کوبھی وہ ساز وسامان ملتا جوقارون کوملا۔) کہتے تھے،اس کا حشر دیکھ کر کہنے لگے کہ بس جی معلوم ہوگیا کہ بندوں میں سے کسی پر روزی کی فراخی،اورکسی پر تنگی یہ نصیب اور بدنصیبی کی علامت نہیں اس کو مالداری نے تباہ کردیااورہمیں غریبی نے بچالیا،اگرہم بھی مالدار ہوتے توشاید ہمارا حشر بھی اس جیسا ہوتا۔

اشعار

قارون بڑا تھا ذات کا حافظ تھا وہ تورات کا
منکر ہوا زکوٰۃ کا اے یار! تو غافل نہ ہو

ارضِ مقدّس اور بنی اسرائیل

طور سینا کے جس میدان میں اس وقت بنی اسرائیل تھے یہ سرزمین فلسطین کے قریب تھی، اوران کے باپ دادا حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ، اسحاق ویعقوب علیہم السلام سے خدا کا وعدہ تھا کہ تمہاری اولاد کو پھراس سرزمین کا مالک بنائیں گے لہٰذا ان کو حضرت موسیٰؑ کی معرفت خدا کا حکم ہوا کہ ارض مقدس میں داخل ہوں اور وہاں کے ظالم وجابر حکمرانوں کو نکال کر عدل وانصاف کی زندگی بسر کریں۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ فتح تمہاری ہوگی۔ اس علاقے پر انہی کا قبضہ تھا۔ اور جب حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے تمام اہل وعیال کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے تمام اہل وعیال کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس مِصر تشریف لے گئے تو اس علاقے پر عمالقہ قوم قبضہ جما بیٹھی ۔ وہ بڑے مظبوط جسم والے لوگ تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبل اس کے کہ بنی اسرائیل کو ارض مقدّس میں داخل ہونے پر آمادہ کریں۔ بارہ آدمیوں کو تفتیش حال کیلئے بھیجا تا کہ وہ اس علاقے کی صحیح خبریں لے آئیں۔

ابن کثیر میں ہے کہ اتفاقاً یہ بارہ آدمی قوم عمالقہ کے ایک باغ میں چلے گئے۔ اس دوران اتفاق سے باغ والا بھی پھل توڑنے آ گیا۔ وہ پھل توڑا ہوا ان کے نشان قدم پر چلتا ہوا ان تک پہنچ کر اورانھیں بھی پھلوں کے ساتھ ہی اپنی گٹھڑی باندھ لیا اور اپنے بادشاہ کے پاس جا پہنچا۔ بادشاہ نے جب گٹھڑی کھولی ان کو نکلتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگا کہ اب تو تمہیں ہماری قوت کا اندازہ ہو گیا ہوگا، ہم تمہیں قتل نہیں کریں گے واپس چلے جاؤ اور اپنے لوگوں سے جا کر سارا حال بیان کردو۔

دوسری روایت میں ہے کہ ان سب کو ایک شخص اپنی چادر میں لپیٹ کر گٹھڑی باندھ کر شہر میں لے گیا اور لوگوں کے سامنے انھیں ڈال دیا، تو انھوں نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو انھوں نے کہا کہ موسیٰؑ کی قوم کے لوگ ہیں اور تمہاری خبریں لینے کے لئے ہمیں بھیجا گیا ہے۔ ان لوگوں نے ان بارہ آدمیوں کو چھوڑ دیا۔

غرضیکہ جب یہ لوگ واپس آئے تو حضرت موسیٰؑ کو تمام واقعات سنا دیئے، تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ

واقعات قوم سے ہرگز نہ بیان کرنا، ورنہ یہ لوگ بزدلی دکھائیں گے چوں کہ بنی اسرائیل صدیوں سے فرعون کی غلامی میں رہے تھے جس کی وجہ سے ان کی ہمتیں بالکل پست ہو چکی تھیں۔اس بنا پر حضرت موسیٰؑ نے ان لوگوں کو ہدایت کی تھی کہ قوم کو ہرگز نہ بتانا۔لیکن سوائے دو حضرات کے باقی دس آدمیوں نے قوم کو عمالقہ کی قوت سے آگاہ کر دیا اور واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔قوم نے تمام حالات سن کر موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح جواب دیا جیسا کہ ارشاد ہے۔

قَالُوْ یٰمُوْسٰی اِنَّ فِیْھَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَھَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْھَا فَاِنْ یَّخْرُجُوْ امِنْھَافَاِنَّا دَاخِلُوْنَ۔	انھوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام اس ملک میں تو بڑے زور آور لوگ ہیں، اور جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہم ہرگز قدم بھی نہ رکھیں گے۔ہاں! اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم ضرور داخل ہو جائیں گے۔

غرضیکہ ان لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے ہمراہ لے کر ارض مقدّس کی طرف روانہ ہو گئے۔ادھر عمالقہ قوم کو جب معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک لشکر عظیم لیکر ہماری طرف آرہے ہیں اور ان کو قوم فرعون کا غرق وغارت ہونا پہلے بھی معلوم ہو چکا تھا۔اس لئے یہ لوگ اپنے دور کے مستجابُ الدَّعوات بزرگ ''بلعام بن باعورائ'' کے پاس فریاد لے گئے جس کا مفصّل واقعہ درج ذیل ہے۔

بلعام بن باعُوراء

دائرہ المعارف میں ہے کہ بلعم بن باعور نام تھا۔ابن کثیر میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو لیکر اس سرزمین کا رخ کیا جس میں بلعام بن باعوراء رہتا تھا تو اس بات سے وہاں کے لوگ گھبرا گئے اور اس کے پاس آکر کہنے لگے کہ موسیٰ اور اس کے لشکر کے لئے بددعا کرو، تو اس نے کہا کہ ٹھہرو میں استخارہ کروں گا

پھر جواب دوں گا۔اس نے استخارہ کیا تو جواب ملا کہ موسیٰؑ کے خلاف بددعا ہرگز نہ کرنا کیوں کہ وہ میرے بندے ہیں اور ان میں میرا نبی بھی ہے۔تو اس نے قوم سے کہا کہ مجھے بددعا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔اب لوگوں نے اس کے پاس بہت سے ہدیئے اور تحفے بھیجے۔چاہئے تو یہ تھا کہ وہ بالکل قبول نہ کرتا اور صاف انکار کر دیتا۔لیکن

یہ لوگوں کے دباؤ میں آ گیا، اوران کے ہدیئے قبول کر لئے۔ اور بددعا کرنے کے ارادے سے چلا۔ راستہ میں کئی بار ٹھوکر لگی مگر یہ بیوی کی رضا جوئی اور مال کی محبت میں اندھا ہو چکا تھا۔ اس وقت ایک عجیب کرشمۂ قدرت دیکھنے میں آیا کہ وہ بددعا کے الفاظ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف نکالنا چاہتا وہ اپنی قوم کے خلاف نکلتے، اور موسیٰ ؑ کی فتح کے الفاظ انشاء اللہ کے ساتھ زبان سے نکلتے۔

قوم نے جب یہ دیکھا تو چلّا اٹھی کہ تم تو ہمارے خلاف بددعا کر رہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ مجھے اپنی زبان پر قابو نہیں رہا۔

تفسیر معارف القرآن میں ہے کہ نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم پر تباہی نازل ہوئی اور بلعام کو یہ سزا ملی کہ اس کی زبان اس کے سینہ پر لٹک گئی، اور اب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میری تو دنیا و آخرت برباد ہو گئی۔ قرآن میں یہ واقعہ اس طرح مذکورہ ہے۔

وَ اتۡلُ عَلَیۡهِمۡ نَبَاَ الَّذِیۡۤ اٰتَیۡنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانۡسَلَخَ مِنۡهَا فَاَتۡبَعَهُ الشَّیۡطٰنُ فَکَانَ مِنَ الۡغٰوِیۡنَ۔	اے پیغمبر آپ ان کو اس کا حال پڑھ کر سنا دیجئے جس کو ہم نے اپنی آیات عطا فرمائی تھیں مگر وہ ان کو چھوڑ نکلا۔ پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا اور وہ گمراہوں میں شامل ہو گیا۔

کہنے لگا کہ میں تم کو ایک تدبیر بتا تا ہوں جس سے یہ لوگ ہلاک ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام قرار دیا ہے۔ اگر یہ لوگ کسی بھی طرح زنا میں مبتلا کر دیئے جائیں تو یقینا ان کی ہلاکت ہو سکتی ہے۔ ان کی فوج میں اپنی عورتیں اور خوبصورت لڑکیاں بھیج دو۔ یہ بیوی بچے چھوڑے ہوئے مسافر ہیں اوران عورتوں کو یہ تاکید کر دو کہ بنی اسرائیل کے لوگ ان سے جو کچھ کریں کرنے دیں۔ بلعام کی یہ شیطانی چال ان لوگوں کی سمجھ میں آ گئی اور اس پر عمل کیا گیا۔

ابن کثیر میں ہے کہ لوگوں نے بادشاہ کی بیٹی کو بھی نہ چھوڑا۔ شہزادی کو اس کے والد یا بلعام نے یہ تاکید کر دی تھی کہ سوائے حضرت موسیٰ ؑ کے اور کسی کے تصّرف میں نہ آنا۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ واقعی زنا میں مبتلا ہو گئے۔ شہزادی کے پاس بنی اسرائیل کا ایک سردار آ پہنچا اور اسے فائدہ میں لانا چاہا۔ اس نے کہہ دیا کہ میں موسیٰ ؑ کے سوا کسی کو آنے

دوں گی۔ سردار نے کہا کہ میرا عہدہ ایسا برتر ہے اور میری یہ شان وشوکت ہے۔ تو لڑکی نے اپنے والد کو لکھ بھیجا اور اس کے تصّرف میں آنے کی والد سے اجازت مانگی تو اجازت مل گئی۔ دونوں جب مصروف کار تھے تو ہارونؑ کا ایک بیٹا وہاں آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا ایسا مارا کہ دونوں اسی حالت میں پرو دیئے گئے۔

جب بنی اسرائیل اس فعل شنیع میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر طاعون کا عذاب نازل کیا جس سے ستّر آدمی مر گئے اور یہ عذاب اس وقت تک رہا جب تک ایک بھی زانی بنی اسرائیلی باقی نہ رہا تھا۔ چنانچہ لوگوں نے چن چن کر زانیوں کو قتل کیا اور اللہ کے آگے اس طرح دست بدعا ہوئے کہ الہٰی! ہم تیرے نافرمانوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں۔ اب طاعون کو ختم کر دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سے اس عذاب کو دور فرما دیا۔

قوم کی بزدلی اور جہاد سے انکار

اوپر بتایا جا چکا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بھیجے ہوئے بارہ نقیبوں میں سے دس آدمیوں نے موسیٰؑ کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور قوم کو عمالقہ کی قوت کے متعلق بڑھا چڑھا کر بتا دیا۔ تو بنی اسرائیل نے جب یہ سنا تو حضرت موسیٰؑ کے پاس آ کر جہاد سے انکار کر دیا۔ حالانکہ دو بزرگوں یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا نے ہر طرح تسلّی دی اور ان کا حوصلہ بڑھانے کے لئے ہر تدبیر اختیار کی لیکن ناکام ہوئے۔

قرآن مجید یہ واقعہ اس طرح بیان کرتا ہے۔

قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غَالِبُوْنَ۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔	جو لوگ خدا سے ڈرنے والے تھے ان میں سے دو شخصوں نے جن پر خدا نے انعام کیا تھا۔ بنی اسرائیل سے یوں کہا کہ تم ان لوگوں پر چڑھائی کر کے شہر کے دروازے میں گھس جاؤ، اور یقیناً تم غالب آ جاؤ گے۔ اور اگر تم مومن ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھو۔

تفسیر حقانی میں ہے کہ قوم نے ان دونوں بزرگوں پر حملہ کرنا چاہا لیکن یکا یک عذاب الہٰی متوجہ ہوا، اور اللہ

تعالیٰ نے حضرت موسیٰ ؑ سے فرمایا کہ یہ لوگ کب تک مجھے غصّہ دلاتے رہیں گے، میں ان پر وبا مسلّط کروں گا اور تجھے ایک اور قوم دوں گا۔تب موسیٰ ؑ نے اللہ تعالیٰ کے دربار میں عاجزی کی اور گڑگڑائے۔تب غصّہ الٰہی فرو ہوا۔اب بھی بجائے اس کے کہ بات مان لیتے اور جہاد کے لئے تیار ہوجاتے۔انھوں نے جن الفاظ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کورا اور چٹا جواب دیا قرآن نے اسی طرح نقل کیا ہے۔

قَالُوْ ایٰمُوْسیٰ اِنَّا لَنْ نَدْ خُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْ فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ فَقَاتِلاَ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔

لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ !جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں ہم اس سرزمین میں ہرگز کبھی داخل نہیں ہوں گے۔پس تو اور تیرا رب دونوں جاؤ اور جنگ کرو ،ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔

اس گستاخانہ کلام کو سن کر حضرت موسیٰ ؑ کو بے حد افسوس ہوا اور دربار الٰہی میں ان کا الفاظ کے ساتھ دست بدعا ہوئے۔

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ لَا اَمْلِکُ اِلَّا نَفْسِیْ وَاَخِیْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۔
(المائدہ)

موسیٰ ؑ نے کہا کہ اے میرے رب میں سوائے اپنے اور اپنے بھائی کے کسی اور پر اختیار نہیں رکھتا۔پس تو ہمارے اور اس بے حکم قوم کے درمیان فیصلہ کردے۔

دربار الٰہی میں حضرت موسیٰ ؑ کی دعا قبول ہوگئی۔

تفسیر حقانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب ان میں سے بیس برس والے سے لیکر اوپر والے تک جنھوں نے میری شکائیتیں کی ہیں ان کی لاشیں اس بیابان میں گریں گی، اور اس سرزمین پر نہ پہنچ سکیں گے جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا ہے بجز یوشع اور کالب کے، اور تمہارے کم عمر لڑکوں کے۔اور تم چالیس سال تک اس بیابان میں بھٹکتے پھرو گے۔

تفسیر کشف الرحمن میں ہے کہ چالیس سال تک نہ ان کو گھر واپس جانا نصیب ہوگا اور نہ ملک شام ان کے

ہاتھ لگے گا۔ مگر یہ ایک میدان میں سرگردان اور مارے مارے پھریں گے۔ حضرت موسیٰ ؑ نے اس فیصلہ کو سن کر قوم کا انجام معلوم کر کے افسوس کیا۔ اس پر ارشاد ہوا کہ اس فاسِق قوم پر افسوس نہ کریں۔

چنانچہ ارشاد ہے۔

قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۔ (المائدہ)	اللہ نے فرمایا کہ اب وہ مقدس سر زمین ان پر چالیس سال کیلئے روک دی گئی ہے یہ زمین کے خاص حصّے میں سر مارتے پھریں گے۔ سوائے موسیٰ اس نافرمان قوم کے حال پر افسوس نہ کر۔

چنانچہ ان لوگوں کے لئے کھانے پینے کا بندوبست کر دیا گیا جو پیچھے تفصیل سے گزر چکا ہے۔ اس طویل عرصہ میں یہ تمام لوگ ہلاک ہو گئے۔ جنھوں نے فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا کہا تھا۔ اور ان کی اولاد جوان ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ارضِ شام کا وعدہ ان سے پورا کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی وفات

حضرت موسیٰ علیہ السلام ان تمام صبر آزما حالات میں جن کا ذکر گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے۔ بنی اسرائیل کے لئے رشد و ہدایت میں دہدایت میں مصروف اور ایک اولو العزم پیغمبر کی طرح ہر قسم کی ایذا رسانی اور مخالفت کے باوجود صبر کے ساتھ ان کی اصلاح میں مشغول تھے کہ داعی اجل کو لبیک کہنے کا وقت آ گیا۔

بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو ملک الموت ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا اَجِبْ رَبَّکَ اپنے رب کی جانب سے پیغام اجل کو قبول فرمایئے۔ حضرت موسیٰ نے اس کے منہ پر طمانچہ رسید کیا جس سے اس کی آنکھ پھوٹ گئی۔ تب اس نے دربار الہیٰ میں شکایت کی کہ تیرا بندہ موت نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کی آنکھ پھر درست ہوگئی۔ پھر حکم ملا کہ دوبارہ جاؤ، اور میرے بندے سے کہو کہ کسی بیل کی کمر پر اپنا ہاتھ رکھ دو۔ جس قدر بال تمہارے ہاتھ کے نیچے آئیں ہم ہر بال کے عوض تمہاری عمر میں ایک سال کا اضافہ کر دیں گے۔ فرشتے نے دوبارہ حاضر ہو کر حق تعالیٰ کا پیغام سنایا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ نے دریافت کیا کہ الہیٰ پھر کیا ہوگا؟ تو جواب ملا کہ آخر کار پھر موت ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ اتنی طویل زندگی کے بعد بھی موت ہے تو پھر آج ہی کیوں نہ ہو جائے۔

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ موسیٰؑ کسی حاجت کے لئے باہر نکلے تو فرشتوں کی ایک جماعت قبر کھود رہی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ یہ کس کی قبر ہے یہ بہت عمدہ ہے موسیٰؑ بہت خوش ہوئے۔ فرشتوں نے کہا اگر تم کو پسند ہے تو اس میں لیٹ جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس میں لیٹ گئے آپ کی روح قبض ہوگئی اور دعا کی کہ اس آخری وقت میں ارضِ مقدّس کے قریب کر دے۔

تفسیر حقانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ تیری وفات کے دن آ پہنچے ہیں تو اباریم کے اس پہاڑ پر چڑھ تا کہ میں تجھ کو وہ ملک دکھاؤں جو میں نے بنی اسرائیل کو عنایت کیا ہے۔

تب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یوشع بن نون کو اپا قائمقام مقرر کیا اور الیعذ رکو ہارونؑ کی جگہ مقرر کیا۔ اور صندوق شہادت جس کو تابوت سکینہ کہتے ہیں اور جس میں من کا مرتبان اور حضرت ہارونؑ کی چھڑی اور توراۃ رکھی تھی، بنی لاوی کو سپرد کیا اور بہت کچھ بنی اسرائیل کو وعظ و نصیحت کی اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے والا عہد یاد دلایا کہ میری مانند ایک اور اولو العزم نبی آئے گا، ایسا نہ ہو کہ اس کی نافرمانی کر کے ابدی مصیبت میں گرفتار، اور ہمیشہ کے لئے لوگوں کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاؤ۔

پھر سب سے رخصت ہو کر نیو پہاڑ کی چوٹی پر چڑھے اور دریائے یرُدن کے پار کچھ ملک خدا نے بنی اسرائیل کو دینا کیا تھا دیکھا۔ اور وہیں جان بحق ہو کر اپنے لوگوں سے مل گئے۔ ان کی عمر اس وقت ایک سو بیس برس تھی ۔بنی اسرائیل موسیٰؑ کے لئے مواب کے میدانوں میں تیس سال روتے رہے۔

قبر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس جگہ ہوتا تو تم کو حضرت موسیٰؑ کی قبر کا نشان دکھاتا۔ وہ سرخ ٹیلہ (کشف احمر) کے قریب اس جگہ دفن ہیں اس کو ضیاء مقدّس کہتے ہیں اور اریحا میں سرخ ٹیلہ کے قریب ایک قبر ہے جس کو موسیٰؑ کی قبر کہا جاتا ہے۔ دوسرے تاریخی اقوال کے مقابلہ میں یہ قول اصح ہے۔ اس لئے میدانِ تیہ کے سب سے زیادہ قریب وادیٔ مقدّس کا علاقہ اریحا کی بستی ہے اور اس جگہ وہی سرخ ٹیلہ واقع ہے جس کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔ (قصص القرآن)

دائرۃ المعارف میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی قبر پر قبہ سا بنا ہوا ہے۔ عجیب واقعہ یہ ہے کہ کچھ لوگ وہاں پر شیوخ نظر آتے ہیں اور کچھ سواروں کی طرح اور کچھ نیزے کندوں پر رکھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ملائکہ ہیں ان کو عوام اور خواص سب دیکھتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ اگر حائضہ عورت وہاں جائے یا اس احاطہ میں کوئی گناہ کرتا ہے تو پھر اس جنگل میں ہَوا چلتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم ط

اشعار

صبر کر تجھ پہ جو کچھ آئے بلا　　ہر گھڑی راضی رہا کر بررضا
ابتدا سے ہر زمانے میں سدا　　دوستانِ حق کو غم ہوتا رہا
عقل اس چوں چرا میں خوار ہے

اور تھے فرعون سے موسیٰؑ بتنگ　　کرتے تھے ہر باراس سے بحث وجنگ
حق نے جب آ کر دکھایا اپنا رنگ　　ہو گئے غرق اہل باطل بے درنگ
مر گیا ہر اک بحال زار ہے

سختیاں فرعون نے حضرت پہ کیں　　آپ نے جزٔ صبر دم مارا نہیں
کی نصیحت سب طرح اسکے تیئں　　تا کہ سیدھی راہ پہ آجائے لعین
ہم کو بھی سنت وہی درکار ہے

ہر نبی وہر ولی سے اشقیاء　　بحث کرتے آئے ہیں ابتک سدا
جو ہے سمجھاتا انھیں راہِ خدا　　اس کے دشمن ہوتے ہیں وہ بے حیا
رنج سہنا سنت ابرار ہے

حضرت ہارون علیہ السلام

آپ کا ذکر قرآن مجید میں مندرجہ ذیل مقامات میں آتا ہے۔

۱۔ پارہ ۲	سورہ البقرہ	رکوع ۳۲
۲۔ پارہ ۶	سورہ نساء	رکوع ۲۳
۳۔ پارہ ۷	سورہ انعام	رکوع ۱۰
۴۔ پارہ ۱۱	سورہ یونس	رکوع ۸
۵۔ پارہ ۱۶	سورہ مریم	رکوع ۴
۶۔ پارہ ۱۶	سورہ طٰہٰ	رکوع ۲ تا ۴
۷۔ پارہ ۱۷	سورہ الانبیاء	رکوع ۴
۸۔ پارہ ۱۸	سورہ مؤمنون	رکوع ۳
۹۔ پارہ ۱۹	سورہ فرقان	رکوع ۴
۱۰۔ پارہ ۱۹	سورہ شعراء	رکوع ۲
۱۱۔ پارہ ۲۳	سورہ الصّٰفّت	رکوع ۴

گزشتہ سطور میں ذکر کیا ہے فرعون نے خواب دیکھنے کے بعد اس کی تعبیر اپنے وقت کے نجومیوں سے پوچھی تو انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے جو خطرہ فرعون کو تھا اس سے آگاہ کیا جس کی بنا پر فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔ لیکن کچھ عرصہ تو اس طرح ہوتا رہا پھر قوم فرعون نے شکایت کی کہ اس طرح بنی اسرائیل مکمل طور پر ختم ہو جائیں گیا پھر سارے کام کاج ہمیں خود کرنے پڑیں گے تو فرعون نے حکم دے دیا کہ ایک سال بچوں کو چھوڑ دیا جائے اور ایک سال قتل کئے جائیں۔ حضرت موسیٰؑ اس سال پیدا ہوئے جس سال بچوں کو قتل ہونا تھا۔ اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام معافی کے سال پیدا ہوئے۔ آپ حضرت موسیٰؑ سے تین بڑے تھے۔

نبوت

چونکہ آپ فصیح اللسان تھے اور حضرت موسیٰؑ کی زبان میں لکنت تھی اور غالباً اس بنا پر کہ حضرت موسیٰؑ مدین میں عرصہ

تک رہے اور آپ مصر ہی میں رہے۔اس لئے آپ کو مصری اور عبرانی زبان جو کہ مادری زبان تھی ان ہر دو زبانوں پر مکمل عبور حاصل تھا۔جب حضرت موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے نبوّت سے سرفراز کیا تو آپ نے اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کے لئے بھی ان الفاظ میں نبوت کی دعا کی۔

جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَاَخِیْ ھٰرُوْنُ ھُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْٓ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّکَذِّبُوْنِ۔
(القصص)

اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے،تو اسکو بھی میرے ہمراہ میر امددگار بنا کر بھیج دے،کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ فرعون والے میری تکذیب کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کرتے ہوئے حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی پیغمبری سے سرفراز فرماتے ہوئے جواب دیا۔

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیْکَ وَنَجْعَلُ لَکُمَا سُلْطَانًا فَلاَ یَصِلُوْنَ اِلَیْکُمَا بِاٰیَاتِنَا اَنْتُمَاوَ مَنِ اتَّبَعَکُمَا الْغٰلِبُوْنَ۔
(القصص)

کہا اللہ تعالیٰ نے ہم عنقریب تیرے بازو کو تیرے بھائی کے ذریعہ مظبوط کر دیں گے ،اورتم دونوں کو ایسی ہیبت اورغلبہ عطا کریں گے،جسکی بنا پر وہ تم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے ہماری نشانیاں لیکر جاؤ،تم دونوں اور جو تم دونوں کے پیروکار ہیں سب غالب رہنے والے ہوں گے۔

اورسورہ مریم میں ارشاد ہے۔

وَوَھَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَا اَخَاهُ ھٰرُوْنَ نَبِیًّا۔

اورہم نے اپنی رحمت سے موسیٰؑ کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر موسیٰؑ کو دیا۔

سورہ فرقان میں اس طرح ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًا ۚ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَی الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًا ؕ

(سورہ الفرقان)

اور بے شک ہم نے موسیٰ ؑ کو کتاب دی تھی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارونؑ کو انکا مددگار بنایا تھا پھر ہم نے ان سے کہا کہ تم دونوں ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہمارے دلائل کی تکذیب کی ہے ہم نے انکی تکذیب کرنے والوں کو بالکل ہی ہلاک کر دیا ہے۔

نبوت کے بعد آپ اپنے بھائی حضرت موسیٰ ؑ کے شانہ بشانہ رہے اور ہر معاملہ میں آپ ان کے ساتھ رہے، اور بھائی کی غیر موجودگی میں آپ بیابت کرتے تھے۔ گزشتہ جتنے واقعات حضرت موسیٰ ؑ نے ذکر ہوئے ہیں ان تمام میں حضرت ہارون علیہ السلام اپنے بھائی کے ساتھ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب توراۃ لینے کوہ طور پر تشریف لے گئے تو حضرت ہارونؑ کو اپنا نائب بنایا۔

قرآن مجید میں یہ واقعہ اس طرح وارد ہے۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ۔

اور ہم نے موسیٰ ؑ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور دس راتوں کا۔ اور اضافہ کر کے ہم نے ان کی تکمیل کی، پس موسیٰ کے رب کی مقررہ مدت پوری چالیس راتیں ہو گئیں، اور موسیٰ

نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تم
میری قوم کی نیابت کرنا اور اصلاح
کرتے رہنا اور مفسدین کی راہ پر نہ
چلنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام توراۃ لینے کی غرض سے کوہِ طور پر تشریف لے گئے اور حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنایا۔ کوہِ طور پر بجائے ایک ماہ کے چالیس دن گزر گئے۔ جس کی تفصیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں گزر چکی ہے۔

معارف القرآن میں ہے کہ بنی اسرائیل نے دیکھا کہ مقررہ مدّت تیس روز گزر گئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس نہ آئے تو ان کو یہ بات ناگوار گزری۔ اِدھر حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رخصت ہونے کے بعد قوم کو خطبہ دیا کہ قوم فرعون کی بہت سی چیزیں جو تم نے ان سے مانگ رکھی تھیں، انھوں نے تمہارے پاس امانت رکھوائی تھیں وہ سب تم اپنے ساتھ لے آئے ہو، اگرچہ تمہاری بھی بہت سی چیزیں ان کے پاس رہ گئی ہیں، تم یہ مت سمجھ لینا کہ یہ انکی چیزیں ہماری چیزوں کے بدلہ میں ہوگئیں مگر میں اس کو حلال نہیں سمجھتا کہ تم ان کی چیزوں کو اپنے استعمال میں لاؤ، وہ چونکہ غرق ہو چکے ہیں اس لئے ان کی چیزیں اب واپس نہیں کی جاسکتیں، اس لئے ایک گڑھا کھدوا کر سب کو حکم دیا کہ یہ سب چیزیں خواہ زیورات ہوں یا دوسری اشیاء، سب اس گڑھے میں ڈال دو۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے پھر اس گڑھے پر آگ جلوادی جس سے یہ سب سامان جل گیا، اور فرمایا کہ یہ اب نہ ہمارا رہا اور نہ ان کا۔

سامری

تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ آلِ فرعون کا قبطی آدمی تھا جو موسیٰؑ کے پڑوس میں رہتا تھا، آپ پر ایمان لایا اور جب موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکلے تو یہ بھی ساتھ ہولیا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ یہ بنی اسرائیل ہی کے ایک قبیلہ سامرہ کا رئیس تھا، اور یہ قبیلہ شام میں معروف ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؓ نے فرمایا کہ یہ فارسی تھا کرمان کا رہنے والا تھا، اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ ایسی قوم کا آدمی تھا جو گائے کی پرستش کرنے والی تھی۔ قرطبی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ ہندوستان کا ہندو تھا جو گائے کی عبادت کرتے ہیں۔

مشہور یہ ہے کہ اس کا نام موسیٰ بن ظفر تھا۔ ابن جریر نے ابن عباس ؓ سے روایت کیا ہے کہ موسیٰ سامری پید اہوتو فرعون کو طرف سے تمام بنی اسرائیلی لڑکوں کو قتل کا حکم جاری تھا۔ اس کی والدہ کو خوف ہوا کہ فرعونی سپاہی کہیں اس کو قتل نہ کردیں، بہتر یہ سمجھا کہ اس کو جنگل میں ایک غار کے اندر رکھ کر اوپر سے بند کر دیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، ادھر اللہ نے حضرت جبرئیل امین کو اس کی حفاظت اور غذا دینے پر مامور کر دیا، وہ اپنی ایک انگلی پر شہد، ایک پر مکھن، ایک پر دودھ لاتے اور اس بچے کو چٹا دیتے، یہاں تک کہ یہ غار میں پل کر بڑا ہو گیا، اس کا انجام یہ ہوا کہ یہ کفر میں مبتلا ہوا اور بنی اسرائیل کو بھی مبتلا کیا۔ اس مضمون کو کسی شاعر نے دو شعروں میں اس طرح ضبط کیا ہے۔

اذا المؤلم يخلق سعيداً عقول مربيه وخاب المؤمل

تحيرت فموسى الذى رباه وَموسى الذى رباه فرعون

جبريل كافر مرسل،

(ترجمہ) جب کوئی شخص اصل پیدائش میں نیک بخت نہ ہو تو اس کے پرورش کرنے والوں کی عقلیں بھی حیران رہ جاتی ہیں اور اس سے امید کرنے والا محروم ہو جاتا ہے۔ دیکھو جس موسیٰ علیہ السلام کو جبرئیل امیں نے پالا تھا وہ تو کافر ہو گیا، اور جس کو موسیٰ کو فرعون لعین نے پالا تھا وہ خدا کا رسول بن گیا) (معارف القرآن)

گوسالہ پرستی

معارف القرآن میں ہے کہ جب بنی اسرائیل مصر سے نکلے تو سامری بھی ان کے ساتھ ہو گیا، اس کو یہ عجیب اتفاق پیش آیا کہ اس نے جبرئیلؑ کا ایک اثر دیکھا کہ جہاں ان کا قدم پڑتا ہے اس جگہ زندگی اور نمو پیدا ہو جاتی ہے تو اس نے ایک جگہ سے مٹی مٹھی بھر کر اٹھالی اور اس کو ہاتھ میں لئے ہوئے آرہا تھا کہ ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، آپ کو خیال کہ اس کی مٹھی میں کوئی فرعونی زیور ہے، ہارون علیہ السلام نے اس سے کہا کہ جس طرح سب لوگوں نے اس گڑھے میں زیورات ڈالے ہیں تو بھی ڈال دے، تو اس نے کہا کہ یہ تو اس رسول (جبرئیل) کے نشانِ قدم کی مٹی ہے جس نے تمہیں دریا سے پار کرایا ہے میں اس کو کسی طرح گڑھے میں نہ ڈالوں گا سوائے اس کے کہ آپ یہ دعا کریں کہ میں جس مقصود کے لئے ڈالوں وہ پورا ہو جائے۔ حسب وعدہ حضرت ہارون علیہ السلام نے دعا کر دی جب دعا سے فارغ ہو گئے تو سامری نے کہا کہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ یہ سونا چاندی، لوہا پیتل جو کچھ اس گڑھے میں ڈالا گیا ہے ایک گائے کا بچھڑا بن جائے، حضرت ہارونؑ دعا کر چکے تھے اور وہ قبول ہو چکی تھی، چنانچہ سب چیزوں کا ایک بچھڑا بن گیا، جس میں کوئی روح تو نہ تھی مگر گائے کی طرح آواز نکالتا تھا۔ حضرت ابن عباس ؓ نے اس روایت کو

نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ واللہ! وہ کوئی زندہ آواز نہ تھی بلکہ ہوا اس کے پچھلے حصّہ سے داخل ہوکر منہ سے نکلتی تھی تو اس طرح کی آواز پیدا ہوتی تھی۔

یہ عجیب وغریب واقعہ دیکھ کر بنی اسرائیل کئی فرقوں میں تقسیم ہوگئے۔ فرقہ نے سامری سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ یہی تمہارا اور موسیٰؑ کا خدا ہے، لیکن موسیٰؑ بھول کر دوسری طرف چلے گئے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ط فَقَالُوْ هٰذَا اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ ط

پھر سامری نے لوگوں کے لئے ایک بچھڑا بنا نکالا جو محض ایک مجسمہ تھا اس میں آواز تھی، اس شعبدہ کو دیکھ کر لوگ کہنے لگے کہ تمہارا اور موسیٰ کا معبود یہی تو ہے موسیٰؑ تو بھول گیا۔

ایک فرقہ نے کہا کہ ہم اس بات کی تکذیب یا تصدیق اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں آجاتے۔ اگر واقعی یہ ہمارا خدا ہے تو ہم اس کی مخالفت کرکے گناہ گار نہیں ہوں گے۔ اور اگر یہ خدا نہیں تو ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات مانیں گے۔ اور ایک فرقہ کے دل میں سامری کی بات اتر گئی اور اس نے سامری کی تصدیق کرکے اس کو اپنا خدا مان لیا۔ جب حضرت ہارون علیہ السلام نے یہ فسادِ عظیم دیکھا تو فرمایا کہ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِىْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِىْ ط قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عَاكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى۔

بلاشبہ ہارونؑ نے بنی اسرائیل سے کہہ دیا تھا کہ اے میری قوم تم اس بچھڑے کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کئے گئے ہو۔ یقیناً تمہارا حقیقی رب تو رحمٰن ہی ہے پس تم میری راہ پر چلو اور میرا کہنا مانو۔ قوم نے کہا کہ اس وقت تک جب تک موسیٰ ہمارے پاس لوٹ کر نہ آئے۔ ہم اس پوجا میں لگے رہیں گے۔

اس طرف جب چالیس روز پورے کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو شف ہمکلامی نصیب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس فتنہ کی خبر دی۔ تو موسیٰ علیہ السلام وہاں سے بڑے غصّے میں اور افسوس کی حالت میں واپس آئے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

فَرَجَعَ مُوْسىٰ اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا۔ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِىْ ‏ قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِىُّ ۔ (طٰہٰ)

پس موسیٰ علیہ السلام غصّہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے اور قوم سے کہا اے میری قوم کیا تمہارے رب نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا تم پر کوئی طویل مدت گزر گئی یا تم نے ارادہ کر لیا کہ تم پر خدا کا غضب واقع ہو۔ اس لئے تم نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا۔ قوم کے لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے آپ کے وعدے کا اپنے اختیار سے خلاف نہیں کیا لیکن واقعہ یہ ہوا کہ قبطی قوم کے زیورات کا بوجھ جو ہم پر لدا ہوا تھا وہ ہم نے آگ میں ڈال دیئے۔ پھر اسی سامری نے جو کچھ اس کے پاس تھا اسے بھی آگ میں ڈال دیا۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ کی تختیاں زمین پر رکھ کر اپنے بھائی کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور سخت ڈانٹا۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗ اِلَيْهِ ط

اور آپ نے تختیاں رکھ دیں اور اپنے بھائی کو سر سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

حضرت ہارون علیہ السلام نے عذر صحیح بیان کر دیا اور اس طرح بیان کر دیا اور اس طرح اپنے بھائی سے فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے۔

قَالَ يَابْنَؤُمَّ لَاتَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلاَ بِرَاْسِيْ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ۔ (طٰهٰ)

حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا اے میری ماں جائے ،تو میری ڈاڑھی نہ پکڑ اور نہ سر کے بالوں کو پکڑ، میں اس بات سے ڈرا کہ کہیں تو یوں نہ کہے کہ ہارون تو نے بنی اسرائیل کے درمیان پھوٹ ڈال دی اور میری بات کا لحاظ نہ رکھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی کا صحیح عذر معلوم کر لینے کے بعد ان الفاظ سے اپنے اور بھائی کیلئے اللہ سے استغفار کی۔

قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِکَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔

فرمایا موسیٰؑ نے اے میرے رب میری اور میرے بھائی کی مغفرت فرما اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل فرما۔ اور تو بہترین رحم کرنے والا ہے۔

پھر آپ سامری کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ تو نے یہ حرکت کیوں کی تو اس نے جو جواب دیا قرآن نے اس [illegible]ط کرلیا۔

قَالَ بَصُرْتُ بِمَالَمْ يَبْصُرُوْ ابِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْ تُهَا وَ كَذَ الِکَ سَوَّلَتْ لِیْ نَفْسِیْ۔ (طٰہٰ)

سامری نے کہا میں نے ایسی چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی میں نے اس فرشتے کے نشانِ قدم کی مٹی میں سے ایک مٹھی بھر لی وہی مٹی ڈال دی بچھڑے کے منہ میں اس وقت میرے جی نے ایسی ہی صلاح دی تھی۔

سامری کی سزا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تحقیق کے دوران معلوم کرلیا کہ سارا قصور سامری کا ہے اس سے فرمایا کہ تیرے لئے یہ سزا ہے کہ تو زندگی بھر یہ کہتا پھرے کہ مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے ورنہ وہ بھی عذاب میں گرفتار ہو جائے گا۔ اور تیرے لئے ایک میعاد مقرر ہے۔ اس کے خلاف نہ ہوگا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَکَ فِی الْحَیٰوۃِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ وَاِنَّ لَکَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ جا تیری یہ سزا ہے کہ تو کہتا پھرے مجھے کوئی ہاتھ نہ لگائے اور تیرے لئے ایک میعاد مقرر ہے جس کے خلاف نہ ہوگا۔

مفسیرین نے لکھا ہے کہ سامری جنگل میں چلا گیا اور یہی پکارتا تھا کہ مجھے مت ہاتھ لگانا۔ کیونکہ اگر کوئی اس کو ہاتھ لگا تا تو دونوں کو بخار آ جاتا۔ اس طرح ذلت کی حالت میں جنگل میں ہی واصل جہنم ہوا۔

بچھڑے کا حشر

جب موسیٰ علیہ السلام سامری کو سزا سنا چکے تو بچھڑے کی جانب متوجہ ہوئے، اس کو جلایا اور پھر اس کی راکھ پانی بہا ڈالی۔ جس کو قرآن مجید نے اس طرح ذکر کیا ہے۔

وَانْظُرْ اِلٰی اِلٰھِکَ الَّذِیْ ظَلْتَ	اور تو اپنے معبود کو دیکھ جس کی پوجا پر تو جما
عَلَیْہِ عَاکِفًا لَنُحَرِّ قَنَّہٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّہٗ	بیٹھا تھا یقینا ہم اس کو جلائیں گے پھر اس
فِی الْیَمِّ نَسْفًاؕ اِنَّمَا اِلٰھُکُمُ اللّٰہُ	کی راکھ بکھیر کر دریا میں بہا دیں گے
الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ	بیشک تم
اِلَّا ھُوَ وَسِعَ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًاؕ	لوگوں کا حقیقی معبود تو صرف اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ ازروئے علم کے ہر شئی کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

ابن کثیر میں ہے کہ جس نے بھی اس دریا کا پانی پیا اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس سے سارے گوسالہ پرست معلوم ہو گئے۔ اس وقت بنی اسرائیل کو یقین آ گیا کہ ہم فتنے میں مبتلا ہو گئے تھے، اور سب کو اس جماعت پر محبت اور رشک ہونے لگا جس کی رائے حضرت ہارون علیہ السلام کے مطابق تھی۔ بنی اسرائیل کو اس گناہ عظیم پر افسوس ہوا تو موسیٰؑ سے کہنے لگے کہ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ہمارے لئے توبہ کا دروازہ کھول دے جس سے ہمارے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔ قولہ تعالیٰ۔

وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰی اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً	اور وہ زمانہ یاد کرو جب ہم نے موسیٰؑ سے
ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِہٖ	چالیس راتوں کا وعدہ کیا تھا پھر تم نے اس
وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْکُمْ	کے بعد ایک بچھڑا بنا لیا اور تم ظالم تھے پھر
مِّنْ بَ ْعدِ ذٰلِکَ لَعَلَّکُمْ	اس کے بعد ہم نے تم سے درگزر کیا کہ
تَشْکُرُوْنَ۔	شاید تم احسان مانو گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کو جنہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود مان لیا تھا توبہ کرنے کا حکم دیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ اس طرح ہے کہ جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا تھا ان کو وہ لوگ قتل کریں جنہوں نے نہ تصدیق کی تھی اور نہ تکذیب۔ اور ساتھ ساتھ ان کو آخرت کے عذاب سے بھی ڈرایا۔ اور ان لوگوں کو اللہ کے اس فیصلہ پر آمادہ کیا۔ جب قوم آمادہ ہو گئی تو آپ نے حکم دیا کہ بچھڑا پوجنے والے اپنے گھروں سے بغیر ہتھیار کے نکلیں اور اپنے دروازوں پر زانو مار کر بیٹھ جائیں اور پیٹھیں اپنی زانوں سے باندھ لیں اور اپنے سروں کو گھٹنوں پر رکھ دیں اور تلوار کا زخم

اپنے سر پر لیں اور نہ بدن کو ہلائیں نہ ہاتھ پاؤں ماریں۔ اور جو کوئی ان شرطوں کے خلاف کرے گا اس کی توبہ قبول نہ ہو گی۔

بنی اسرائیل کی توبہ

قولہ تعالیٰ

وَاِذْقَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِ کُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْآاِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْآاَنْفُسَکُمْ ذَالِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ عِنْدَبَا رِئِکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ اِنَّہٗھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ (البقرہ)	اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے اس بچھڑے کو معبود بنا کر بڑا نقصان کیا ہے سو اب تم اپنے خالق کے سامنے توبہ کرو اور ایک دوسرے کو قتل کرو۔ یہی طریقہ تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے۔ پس اللہ نے تم پر توجہ فرمائی، بیشک وہی توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

اس کے بعد جب دوسرا دن ہوا صبح کے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ان لوگوں میں سے بارہ ہزار افراد کو جنہوں نے نہ گوسالہ کی پرستش کی تھی نہ انکار کیا تھا۔ ننگی تلواریں دے کر کہا کہ ان کو قتل کرنے کا کام شروع کرو۔ اور آپ ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر آواز دیتے تھے۔

یا معشر بنی اسرائیل ان اخوانکم اتوکم شاھرین سیو فیھم یریدون ان یقتلوکم فاتقو اللّٰہ واصبروا۔ یعنی۔ اے بنی اسرائیل کے گروہ تمہارے بھائی تم پر تلورایں کھینچے ہوئے آئے ہیں اور تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ پس اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ (تفسیر عزیزی)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے تین گروہ میں سے دو گروہ کو یہ حکم ملا تھا کہ آپس میں قاتل و مقتول ہوں۔ جنہوں نے گوسالہ پرستی کی تھی وہ مقتول ہوں اور جنہوں نے نہ اقرار کیا تھا اور نہ انکار، وہ قتل کریں تا کہ انکار نہ کرنے کا جو گناہ ان سے سرزد ہوا ہے وہ معاف ہو جائے۔ اور جنہوں نے اسی وقت انکار کر دیا تھا اور حضرت ہارونؑ کے ساتھ ہو گئے تھے چوں کہ وہ اس گناہ میں شریک نہ تھے اس لئے ان کو توبہ کی حاجت نہ تھی۔

اور روایتوں میں آیا ہے کہ جب مارنے والوں نے دیکھا کہ جن کے قتل کرنے کا حکم ہوا ہے وہ ان کے بھائی، بھتیجے بھانجے اور دیگر رشتہ دار ہیں تو قتل کرنے میں ہچکچانے لگے اور شفقت طبعی کی بناء پر ان کے ہاتھ کام نہ کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک سیاہ غبار بھیج دیا تا کہ یہ ایک دوسرے کو نظر نہ آسکیں۔ انھوں نے بے دھڑک مارنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کے صبح سے شام تک ستّر ہزار آدمی قتل ہو گئے۔ اور بنی اسرائیل کی عورتیں اور بچے حضرت موسیٰ ؑ کے روبرو فریاد کرنے لگے تو حضرت موسیٰ نے سر برہنہ کر کے دعا فرمائی تو غبار ہٹ گیا اور حکم ہوا کہ مرے ہوئے اور سب زندوں کی توبہ قبول ہوگئی اور مرنے والوں نے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا۔ اور جو زندہ رہا وہ بھی گناہوں سے پاک ہوا۔ (تفسیر عزیزی)

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام تمام واقعات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے۔ اس لئے یہاں صرف وہ واقعہ ذکر کیا گیا کہ جو ان کی نیابت میں ہوا تھا۔

وفات

گزشتہ واقعات میں بیان ہو چکا ہے کہ جب بنی اسرائیل نے ارض مقدس میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ان کو یہ اطلاع کر دی کہ چالیس سال تک اب تم کو اس سرزمین میں بھٹکنا پڑے گا اور اس سرزمین میں ان لوگوں میں سے کوئی بھی داخل نہ ہو سکے گا جنہوں نے اس وقت انکار کر دیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کو یہ بھی بتایا کہ موسیٰ ؑ وہارون ؑ بھی تمہارے پاس ہی رہیں گے کیوں کہ ان کی اور آنے نسل کی رشد وہدایت کے لئے ان کا موجود رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ بنی اسرائیل جب تیہ کے میدان میں پھرتے پھراتے پہاڑ کی اس چوٹی کے قریب پہنچے جو "ہوذ" کے نام سے مشہور تھی تو حضرت ہارون ؑ کو پیغامِ اجل آ پہنچا، تو حضرت ہارون ؑ اپنے بھائی کے ہمراہ ہود پر خدا کے حکم سے چڑھ گئے اور وہیں کچھ روز عبادت الٰہی میں مصروف رہے اور یہیں حضرت ہارون ؑ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت موسیٰ انکی تجہیز وتکفین کے بعد نیچے اترے اور بنی اسرائیل کو بھائی کی وفات سے مطلع کیا تو بنی اسرائیل آپ کی وفات کی خبر سن کر تیس دن تک روتے رہے۔ ابن کثیر نے حضرت علیؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت ہارونؑ کے انتقال کے بعد لوگوں نے حضرت موسیٰ ؑ کی طرف بدگمانی کی کہ کہیں انھوں نے ہی نہ قتل کر دیا ہو، اور آپ کو ستانا شروع کیا تو پروردگار عالم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت ہارون ؑ کا جنازہ اٹھا لائیں، فرشتے جنازہ اٹھا کر بنی اسرائیل کی مجلس کے پاس سے جب گزرے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ہارون علیہ السلام کو زبان دی اور انھوں نے اپنی قدرتی موت کا اظہار کیا۔ اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھائی کے قتل سے بری ہوئے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم ط

ޓޓޓޓޒ

حضرت خضر علیہ السلام

آپ کا ذکر قرآن مجید میں پارہ ۱۵ سورہ کہف رکوع ۹۔۱۰ میں موجود ہے۔

تفسیر معارف القرآن میں مذکور ہے کہ قرآن مجید میں ان کو عَبۡدًا مِنۡ عِبَادِنَا (میرے بندوں میں سے ایک بندہ) کہا گیا ہے۔

نسب نامہ

ابن کثیر میں ہے کہ امام ابن قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے کہ ان کا نام بلیا بن ملکان، بن فانع، بن عاجز، بن شالخ، بن ارفخشذ، بن سام، بن نوح علیہ السلام۔

صحیح بخاری میں ان کا نام خضر بتایا گیا ہے۔ خضر کے لفظی معنیٰ ہرے بھرے کے ہیں۔ ان کا نام خضر ہونے کی عام مفسرین نے یہ وجہ بتائی ہے کہ جس جگہ بیٹھ جاتے تو کسی ہی زمین ہو وہاں گھاس اُگ جاتی اور زمین سرسبز ہو جاتی تھی۔

جمہور علماء کے نزدیک ان کا نبی ہونا خود قرآن میں ذکر کئے ہوئے واقعات سے ثابت ہے۔ اگرچہ قرآن مجید نے یہ واضح نہیں کیا کہ خضرؑ کوئی پیغمبر تھے یا اولیاء اللہ میں سے کوئی فرد تھے۔ حضرت خضرؑ سے اس سفر میں جتنے بھی واقعات ثابت ہیں ان میں بعض تو قطعی طور پر خلاف شرع ہیں اور حکم شریعت سے کوئی استثنا بجز وحی الٰہی کے نہیں ہوسکتا جو نبی اور پیغمبر ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو خطبہ دینے کیلئے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے آپ سے یہ سوال کیا کہ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے۔ حضرت موسیٰ ؑ کے علم میں اپنے سے زیادہ علم والا کوئی نہیں تھا۔ اس لئے فرمایا کہ میں سب سے زیادہ علم والا ہوں۔ آپ کے اس جواب پر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوا۔ وحی آئی کہ ہمارا ایک بندہ مجمع البحرین پر ہے وہ آپ سے زیادہ اعلم ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایسا جواب ان کو کیوں دیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جواب اس لئے دیا کہ حضرت موسیٰ ؑ کی قوم ہٹ دھرم تھی اور ہر بات پر اعتراضات کرتی۔ اگر موسیٰ ؑ اپنے سے زیادہ علم والا کسی اور کو قرار دیتے تو بنی اسرائیل کے لوگ کہتے کہ جا اس بڑے عالم کو لا، ہم تیری بات کیوں سنیں۔ تو اس وجہ سے آپؑ نے فرمایا کہ مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں۔ بہرحال موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے عرض کیا الٰہی ! مجھے ان کا پتہ اور نشانی

بتائی جائے کہ میں ان سے استفادہ کرلوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک بھُنی ہوئی مچھلی اپنے زنبیل میں رکھ لو، اور مجمع البحرین کی طرف سفر کرو، جس جگہ پہنچ کر یہ مچھلی گم ہو جائے بس وہی جگہ ہمارے اس بندے کی ہے۔ حضرت موسیٰ نے اپنے خادم یوشع بن نون کے ہمراہ سفر کی تیاری شروع کردی، اور مچھلی زنبیل میں رکھ لی اور چل دیئے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰىٓ اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا۔

اور جب کہا موسیٰ ؑ نے اپنے خادم سے کہ میں اس وقت تک باز نہ آؤں گا جب تک دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچ جاؤں، یا میں یوں ہی سالہا سال تک چلتا رہوں گا۔ وہ بحیرہ فارس و بحیرہ روم ہے۔

دوران سفر ایک پتھر کے پاس پہنچ کر اس پر سر رکھ کر لیٹ گئے کہ اچانک مچھلی حرکت میں آگئی اور زنبیل سے نکل کر دریا میں چلی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے وہاں پانی کا جریان روک دیا، اور اس جگہ پانی کے اندر ایک سرنگ سی ہوگئی ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مچھلی کا بھولنا

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْ ِمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَاحُوْ تَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ سَرَبًا۔

پھر جب دونوں ان دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے تو وہ اپنی مچھلی وہاں بھول گئے، اور اس مچھلی نے دریا میں سرنگ جیسا اپنا راستہ بنالیا۔

حضرت یوشع بن نون بیدار تھے اور یہ واقعہ دیکھ رہے تھے۔ خیال تھا کہ حضرت موسیٰ ؑ جب بیدار ہوں تو بتاؤں گا۔ مگر بھول گئے اور اس جگہ سے بیدار ہو کر ایک دن اور ایک رات مزید سفر کیا۔ جب دوسرے دن کی صبح ہوگئی تو موسیٰ ؑ نے اپنے رفیق سے کہا کہ اس سفر میں کافی تھک چکا ہوں ناشتہ لاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام کو تھکاوٹ محسوس نہیں ہوئی۔ یہاں تک کہ جس جگہ پہنچنا تھا اس سے آگے نکل آئے۔ اس واقعہ کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے۔

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۔

پھر جب وہ آگے نکل گئے تو موسیٰؑ نے اپنے خادم سے کہا، ہمارا کھانا لے آ۔ ہم نے تو اس سفر میں بڑی تکلیف اٹھائی۔

تو حضرت یوشع بن نون نے اس طرح جواب دیا۔

قَالَ اَرَئَيْتَ اِذْ اَوَيْنَا اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا۔

کہا اس نے کہ آپ نے بھی ملاحظہ کیا کہ جب ہم اس پتھر کے پاس ٹھہرے تھے تو میں وہاں مچھلی رکھ کر بھول گیا، اور یہ بات آپ سے ذکر کرنا مجھ سے شیطان نے بھلا دیا تھا، اس مچھلی نے کچھ عجیب طور پر دریا میں اپنا راستہ بنایا۔

تو موسیٰؑ نے فرمایا کہ وہی تو اس بندے کی جگہ تھی۔ پھر ان نشانِ قدم پر ہی واپس آئے۔

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔

موسیٰؑ نے کہا وہی تو جگہ ہے جس کو ہم تلاش کر رہے ہیں۔ پھر دونوں اپنے نشانہائے قدم کو ڈھونڈتے ہوئے واپس ہوئے۔ پھر جب انھوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پا لیا۔ جس کو ہم نے اپنے پاس سے ایک خاص رحمت دی تھی اور اس کو ایک خاص علم سکھایا تھا۔

اب جب اس پتھر کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص اس کے پاس سر سے پاؤں تک چادر تانے ہوئے لیٹا ہے۔ موسیٰؑ نے (اسی حالت میں) سلام کیا، تو خضرؑ نے فرمایا کہ اس جنگل میں سلام کہاں سے آ گیا۔ اس موسیٰؑ نے فرمایا

کہ میں موسیٰؑ ہوں،توخضرؑ نے سوال کیا کہ موسیٰ بنی اسرائیل؟فرمایاہاں میں موسیٰ بنی اسرائیل ہوں،اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ علم سکھادیں جو اللہ نے آپ کو دیا ہے۔حضرت خضرؑ نے فرمایا۔

اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا۔	یقیناً میرے ساتھ رہ کر تجھ سے صبر نہ ہو سکے گا۔

اے موسیٰ میرے پاس ایک علم ہے جو اللہ نے مجھے دیا ہے وہ آپ کے پاس نہیں،اور جو آپ کو دیا ہے وہ میرے پاس نہیں۔اس لئے آپ سے صبر نہ ہو سکے گا۔تو موسیٰؑ نے فرمایا۔

سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡشَآءَ اللّٰہُ صَابِرًا وَّلَاۤ اَعۡصِیۡ لَکَ اَمۡرًا۔	انشاء اللہ تو مجھ کو ظبط کرنے والا پائے گا۔اور میں تیرے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروگا۔

حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ اگر آپ میرے ساتھ چلنے کو تیار ہیں تو کسی معاملہ کے متعلق مجھ سے مت پوچھنا۔جب تک میں آپ کو اس کی حقیقت نہ بتاؤں۔یہ قول واقرار لینے کے بعد حضرت موسیٰؑ وخضرؑ سفر پر روانہ ہو گئے اور دریا کے کنارے کنارے چلنے لگے۔جیسا کہ ارشاد ہے۔

کشتی پرسواری

فَانۡطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَا رَکِبَا فِی السَّفِیۡنَۃِ خَرَقَہَا قَالَ اَخَرَقۡتَہَا لِتُغۡرِقَ اَہۡلَہَا لَقَدۡ جِئۡتَ شَیۡئًا اِمۡرًا۔	پھر دونوں چلے یہاں تک کہ کشتی میں سوار ہوئے توخضرؑ نے کشتی کا ایک تختہ توڑ کر سوارخ کردیا۔موسیٰؑ نے کہا کہ کیا تو نے کشتی میں اس لئے سوراخ کیا ہے کہ کشتی والوں کو غرق کردے۔بلاشبہ تو نے تو عجیب انوکھی بات کی۔

اتفاقاً ایک کشتی آ گئی تو کشتی والوں سے کشتی پر سوار ہونے کی بات چیت شروع کی،ان لوگوں نے حضرت خضرؑ کو پہنچان لیا اور ان کو بغیر اجرت کے سوار کرلیا۔سوار ہوتے ہی خضرؑ نے ایک کلہاڑی سے کشتی کا ایک تختہ نکال ڈالا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نہ رہا گیا کہنے لگے،ان لوگوں نے بغیر اجرت کے ہمیں سوار کیا ہے۔آپ نے اس کا بدلہ یہ دیا کہ ان کی کشتی توڑ ڈالی کہ سب غرق ہو جائیں،یہ تو بہت برا کام کیا ہے۔توحضرت خضرؑ نے وعدہ یاددلاتے ہوئے

فرمایا۔جیسا کہ ارشاد ہے۔

اَلَمْ اَقُلْ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا۔	کیا میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز صبر نہ کر سکے گا۔

توحضرت موسیٰ علیہ السلام نے عذر کیا کہ میں اپنا وعدہ بھول گیا تھا اس بھول پر آپ سخت گیری نہ فرمائیں جیسا کہ ارشاد ہے۔

قَالَ لَاتُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَاتُرْھِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا۔	موسیٰ ؑ نے کہا کہ میں بھول گیا تھا اس پر مواخذہ نہ کر اور میرے اس کام میں مجھ پر دشواری نہ ڈال۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ موسیٰ ؑ کا پہلا اعتراض خضرؑ پر بھول سے ہو اتھا، دوسرا بطور شرط کے، اور تیسرا قصداً تھا۔

اسی اثناء میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ کر اس نے دریا میں سے ایک چونچ بھر پانی لیا۔حضرت خضرؑ نے موسیٰ ؑ کومخاطب کر کے فرمایا کہ ہم دونوں کا علم بھی اللہ کے علم کے مقابلہ میں اتنی حیثیت بھی نہیں رکھتا جتنی اس چڑیا کی چونچ کے پانی کو اس سمندر کے ساتھ ہے۔

لڑکے کا قتل

فَانْطَلَقَا حَتّٰی اِذَا لَقِیَا غُلاَ مًا فَقَتَلَہٗ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَکِیَّۃً بِغَیْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُکْرًا۔	پھر دونوں روانہ ہوئے یہاں تک کہ ایک لڑکے سے ملے تو خضرؑ نے اس کو قتل کر دیا، موسیٰ ؑ نے کہا کہ کیا تو نے بغیر کسی جان کے بدلے ایک بے گناہ جان کو مار ڈالا۔ بیشک تو نے بیجا بات کی۔

پھر کشتی سے اتر کر دریا کے کنارے چلنے لگے، اچانک خضرؑ نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ دوسرے لڑکوں میں کھیل رہا ہے، خضرؑ نے اپنے ہاتھ سے اس لڑکے کا سر تن سے جدا کر دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ نے ایک معصوم جان کو بغیر کسی جرم کے قتل کر دیا، یہ تو آپ نے بڑا ہی گناہ کیا۔خضرؑ نے پھر وعدہ یاد دلایا اور فرمایا۔

اَلَمۡ اَقُلۡ لَّکَ اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا۔

کیا میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ میرے ساتھ رہ کر تجھ سے صبر نہ ہو سکے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ معاملہ پہلے سے بھی زیادہ سخت ہے اس لئے فرمایا اس کے بعد آپ سے کوئی بات پوچھی تو آپ مجھے اپنے ساتھ سے الگ کر دینا۔

قَالَ اِنۡ سَاَلۡتُکَ عَنۡ شَیۡءٍۢ بَعۡدَهَا فَلَا تُصٰحِبۡنِیۡ قَدۡ بَلَغۡتَ مِنۡ لَّدُنِّیۡ عُذۡرًا۔

اگر میں اس کے بعد تجھ سے پوچھوں تو مجھ کو اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ بلاشبہ تو نے میری طرف سے عذر قبول کرنے کی انتہا کر دی۔

اس کے بعد پھر سفر شروع کیا، یہاں تک کہ ان کا گزر ایک گاؤں پر ہوا، انھوں نے گاؤں والوں سے درخواست کی ہمیں مہمان رکھ لیں۔ گاؤں والوں نے انکار کر دیا۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک دیوار گرنے والی ہے، تو حضرت خضرؑ نے اپنے ہاتھ سے اس دیوار کو سیدھا کھڑا کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ تعجّب ہے کہ ہم نے ان لوگوں سے مہمانی چاہی، انھوں نے انکار کر دیا اور آپ نے ان کا اتنا بڑا کام بغیر کسی اجرت کے کر دیا۔

فَانۡطَلَقَا حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَیَاۤ اَهۡلَ قَرۡیَةِ ۣاسۡتَطۡعَمَاۤ اَهۡلَهَا فَاَبَوۡا اَنۡ یُّضَیِّفُوۡهُمَا فَوَجَدَا فِیۡهَا جِدَارًا یُّرِیۡدُ اَنۡ یَّنۡقَضَّ فَاَقَامَهٗ قَالَ لَوۡ شِئۡتَ لَتَّخَذۡتَ عَلَیۡهِ اَجۡرًا۔

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں والوں پر پہنچے تو ان سے کھانا طلب کیا، مگر گاؤں والوں نے مہمان نوازی سے انکار کیا۔ پھر ان دونوں نے گاؤں میں ایک دیوار دیکھی جو گرنا چاہتی تھی، خضرؑ نے اسکو سیدھا کر دیا۔ اس پر موسیٰؑ نے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو اس دیوار کی درستگی پر ان گاؤں والوں سے کچھ مزدوری لے لیتے۔

حضرت خضرؑ نے وعدے کے مطابق موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنِکَ سَأُنَبِّئُکَ بِتَاْوِيْلِ مَالَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْراً۔	اس وقت میرے اور تیرے درمیان علیحدگی ہوتی ہے۔میں تجھ کو ان چیزوں کی صحیح حقیقت سے اگاہ کردیتا ہوں جن پر تجھ سے صبر نہ ہوسکا۔

کشتی

یہ چند مسکینوں کی تھی۔

کعب الاحبار سے منقول ہے کہ یہ دس بھائی تھے جن میں پانچ اپاہج معذور تھے اور پانچ محنت مزدوری کر کے سب کے لئے معاش کا بندوبست کرتے تھے۔اوران کی مزدوری یہ تھی کہ دریا میں کشتی چلاتے اوراس کا کرایہ حاصل کرتے تھے۔قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے۔

اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِى الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِيْبَهَا وَكَانَ وَرَآئَ هُمْ مَّلِکٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا۔ (سورہ کہف)	وہ جو کشتی تھی وہ چند غریب آدمی کی تھی جو دریا میں اس سے محنت مزدوری کرتے تھے۔میں نے چاہا کہ اس میں عیب پیدا کردوں۔کیونکہ انکے سامنے کی طرف ایک بادشاہ تھا جو ہر بے عیب کشتی کو زبردستی چھین لیا کرتا تھا۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا ہے کہ یہ کشتی جس طرف جارہی تھی وہاں ایک ظالم بادشاہ تھا جوادھر سے گزرنے والوں کی کشتیاں زبردستی چھین لیتا تھا۔

ابن کثیر میں ہے کہ ابن جریج کہتے ہیں کہ اس بادشاہ کا نام ہدو بن بدو تھا۔

توراۃ میں ہے کہ یہ عیص بن اسحاق کی نسل سے تھا۔توراۃ میں جن بادشاہوں کا صریح ذکر ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔حضرت خضرؑ نے اس مصلحت سے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا کہ وہ ظالم بادشاہ اس کشتی کو شکستہ دیکھ کر چھوڑ دے اور یہ مساکین اس مصیبت سے بچ جائیں۔اسی کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر   خضر   دربحر   کشتی   راشکست

صدر   درستی   درشکستِ   خضر ہست

خضر نے دریا میں کشتی توڑ دی۔ سو مصلحتیں خضر کے کشتی کے توڑنے میں تھیں۔

لڑکا

ابن کثیر میں ہے کہ اس کا نام حیسور تھا۔ حدیث میں ہے کہ اس کی جبلّت میں ہی کفر تھا۔ حضرت خضرؑ فرماتے ہیں کہ بہت ممکن تھا کہ اس بچے کی محبت اس کے ماں باپ کو بھی کفر کی طرف مائل کر دے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی پیدائش سے اس کے والدین بہت خوش ہوئے تھے اور اس کی ہلاکت سے بہت غمگین ہوئے۔

معارف القرآن میں ہے کہ حضرت خضرؑ نے بیان فرمایا کہ ہمیں خطرہ تھا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر اپنے نیک اور صالح والدین کو ستائے گا اور کفر میں مبتلا ہو کر والدین کے لئے ایک فتنہ بنے گا اس کی محبت میں والدین کا ایمان بھی خطرہ میں پڑ جائے گا، جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَآ اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۔ فَاَرَدْنَا اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا۔
(کہف)

اور رہا وہ لڑکا تو اس کا حال یہ ہے کہ اس کے والدین ایمان والے تھے۔ ہم اس بات سے ڈرے کہ کہیں ان والدین پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے۔ لہذا ہم نے چاہا کہ ان کا رب انکو اس لڑکے کے بجائے کوئی ایسی اولاد دے دے جو پاکیزگی میں اس مقتول سے بہتر اور رحم کرنے میں اس سے بڑھ کر ہو۔

ابن کثیر میں ہے کہ حضرت خضرؑ فرماتے ہیں کہ ہم نے چاہا کہ خدا انھیں ایسا بچہ دے جو بہت پرہیزگار ہو اور جس پر والدین کو زیادہ پیار ہو، یا یہ جو ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرے۔

معارف القرآن میں ہے کہ ابن ابی شیبہ، ابن منذر و ابن ابی حاتم نے بروایت عطیہ نقل کیا ہے کہ مقتول

لڑکے کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں ایک لڑکی عطا فرمائی جس کے بطن سے ایک نبی پیدا ہوا۔ اور ابن عباس کی ایک روایت ہے کہ اس کے بطن سے دو نبی پیدا ہوئے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ اس کے بطن سے پیدا ہونے والے نبی کے ذریعہ اللہ نے ایک بڑی امت کو ہدایت فرمائی۔

دیوار

قولہ تعالیٰ

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا۔ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ (سورہ کہف)	اور رہی وہ دیوار، تو وہ گاؤں کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا مال مدفون تھا۔ اور ان کا مرحوم باپ ایک نیک آدمی تھا۔ اس لئے تیرے رب نے اپنی رحمت سے چاہا کہ یہ دونوں یتیم اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ خود نکال لیں۔

جیسا کہ آیت سے ظاہر ہو گیا کہ اس دیوار کے نیچے یتیم بچوں کے لئے ان کے والد کا دفن کیا ہوا خزانہ تھا۔

تفسیر معارف القرآن میں ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے کہ وہ سونے اور چاندی کا ذخیرہ تھا (ترمذی)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس پر نصیحت کے مندرجہ ذیل کلمات لکھے ہوئے تھے۔ خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفانؓ نے بھی یہ روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمائی ہے۔ (قرطبی)

(۱) بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

(۲) تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے پھر غمگین کیوں ہوتا ہے۔

(۳) تعجب ہے اس شخص پر جو ایمان رکھتا ہے کہ رزق کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر ضرورت سے زیادہ مشقت اور فضول قسم کی کوشش میں کیوں لگتا ہے۔

(۴) تعجب ہے اس شخص پر جو موت پر ایمان رکھتا ہے پھر خوش و خرم کیسے رہتا ہے۔

(۵) تعجب ہے اس شخص پر جو حساب آخرت پر ایمان رکھتا ہے پھر غفلت کیسے برتتا ہے۔

(۶) تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا کو اور اس کے انقلاب کو جانتا ہے پھر کیسے اس پر مطمئن ہو کر بیٹھتا ہے۔

(۷) لاَ الٰہ الاّ اللہ محمّدٌ رسول اللہ۔ (معارف القرآن)

(۸) اس میں ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ سامان بذریعہ خضرؑ اس لئے کرایا گیا تھا کہ ان یتیم بچوں کا والد کوئی مرد صالح اللہ کے نزدیک مقبول تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی یہ مراد پوری کرنے اور اس کی اولاد کو فائدہ پہنچانے کا یہ انتظام فرمایا۔

محمد بن منکدرؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک نیک بندے کی نیکی اور صلاحیت کی وجہ سے اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد اور اس کے خاندان اور اس کے آس پاس کے مکانات کی حفاظت فرماتے ہیں۔ (مظہری)

اس کے بعد حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا کہ۔

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ذٰلِکَ تَاْوِیْلُ مَالَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا۔	ان کاموں میں سے کوئی میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا یہ ہے حقیقت ان باتوں کی جن پر تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔

خضرؑ زندہ ہیں یا انکی وفات ہو چکی؟

قرآن کریم میں جو واقعہ مذکور ہے اس کا اس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں کہ اس واقعہ کے بعد حضرت خضرؑ زندہ رہے یا وفات پا گئے۔ بعض روایات و آثار سے ان کا زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ جبکہ بعض روایات سے اس کی خلاف معلوم ہوتا ہے، اس لئے اس معاملہ میں ہمیشہ علماء کی آراء مختلف رہی ہیں۔ جو حضرات ان کی حیات کے قائل ہیں وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو حاکم نے مستدرک میں نقل کی ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک شخص سیاہ وسفید ڈاڑھی والا داخل ہوا اور لوگوں کے مجمع کو چیرتے ہوئے اندر پہنچا اور رونے لگا۔ پھر صحابہ کرامؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

اِنَّ فِی اللّٰہِ عَزَاءً مِّنْ کُلِّ مُصِیْبَۃٍ وَعِوَضًا مِّنْ کُلِّ فَائِتٍ وَخَلَفًا مِّنْ کُلِّ ھَالِکٍ فَاِلَی اللّٰہِ فَاَنِیْبُوْا وَاِلَیْہِ فَارْغَبُوْا فَاِنَّمَا الْمَحْرُوْمُ مَنْ حُرِمَ الثَّوَابَ۔	اللہ کی بارگاہ میں صبر ہے اور بدلہ ہے ہر فوت ہونے والی چیز کا۔ وہی قائم مقام ہے ہر ہلاک ہونے والے کا اس لئے اس کی طرف رجوع کرو، اسی کی طرف رغبت کرو کیونکہ محروم وہ شخص ہے جو مصیبت کے ثواب سے محروم ہو جائے۔

(معارف القرآن)

اور صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ دجال مدینہ کے قریب ایک جگہ تک پہنچے گا تو مدینہ سے ایک شخص اس کے مقابلہ کے لئے نکلے گا جو اس زمانہ میں سب انسانوں سے بہتر ہوگا۔ یا بہتر لوگوں میں سے ہوگا۔ ابو اسحاق نے فرمایا کہ یہ خضرؑ ہوں گے۔ (قرطبی)

اسی طرح اولیائے امت میں حضرت خضرؑ کے بے شمار واقعات منقول ہیں۔ بعض واقعات ہم نے اپنی کتاب سفینۃ العارفین میں نقل کئے ہیں اس میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام مشکلات کا حل اس میں ہے کہ جو حضرت سیّد احمد سرہندی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکاشفہ میں فرمایا کہ میں نے خود حضرت خضرؑ سے اس معاملہ کو عالم کشف میں دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں اور الیاسؑ ہم دونوں زندہ نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ قدرت بخشی ہے کہ ہم زندہ آدمیوں کی شکل میں متشکل ہو کر لوگوں کی امداد مختلف صورتوں میں کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(معارف القرآن)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔

ڙڙڙڙ

حضرت یوشع بن نون علیہ السلام

آپ کا ذکر قرآن مجید میں صرف سورۂ کہف رکوع ۹ اور سورہ مائدہ رکوع ۴ میں ہے۔

نسب نامہ

مؤرخین نے آپ کا نسب نامہ اس طرح بیان فرمایا ہے۔ یوشع بن نون، بن افراہیم، بن یوسف، بن یعقوب ،بن اسحاق، بن ابراہیم، علیہم السلام۔

آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خاص خادموں میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ واقعات میں مذکور ہے کہ جب موسیٰؑ نے خضرؑ سے ملاقات کے لئے سفر کیا تھا تو آپ موسیٰؑ کے ساتھ بطور خادم کے تھے۔ کنعان میں جابر اور مشرک قوموں کے حالات معلوم کرنے کیلئے جو وفد گیا تھا اس کے ایک رکن یہ بھی تھے۔ اور جب حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو ان قوموں سے جنگ کرنے کی ترغیب دی اور انھوں نے انکار کیا تب یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے بنی اسرائیل کو جرأت اور ہمت دلانے کی کوشش کی اور خدا کا وعدۂ نصرت یاد دلا یا کر جہاد پر اکسایا۔ اور کہا اگر تم جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ تو یقیناً فتح تمہاری ہوگی۔

نیابت حضرت موسیٰ علیہ السّلام

توریت میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں ہی ان پر ظاہر کر دیا گیا تھا کہ یوشع بن نون میرا خاص بندہ ہے اور بنی اسرائیل کے نوجوان اس کی سرکردگی میں کنعان اور بیت المقدس کو جابر مشرکوں سے پاک کریں گے۔ (قصص القرآن)

بنی اسرائیل پر میدانِ تیہ میں چالیس سال گزرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع کو حکم دیا کہ تم بنی اسرائیل کے اس قافلہ کو لے کر موعودہ سرزمین کی طرف بڑھو۔ اور وہاں پر عمالقہ اور دوسری جابر قوموں سے جنگ کرو اور ان کو شکست دو، میری مدد تمہارے ساتھ ہے۔

ارض مقدس میں داخلہ

حضرت یوشع نے بنی اسرائیل کو خدا کا پیغام سنایا اور وہ سب دشتِ سینا سے نکل کر ارضِ کنعان کے سب سے پہلے شہر اریحا کی طرف بڑھے، اور دشمنوں کو للکارا، تو دشمنوں نے بھی باہر نکل کر سخت مقابلہ کیا، آخر کار شکست کھا گئے اور بنی اسرائیل کو فتح نصیب ہوئی اور اسی طرح بنی اسرائیل لڑتے لڑتے ارضِ مقدس پر قابض ہو گئے۔

توریت میں ہے کہ جب بنی اسرائیل جنگ کیلئے تیار ہوئے تو خدا کے حکم سے تابوت سکینہ ان کے ساتھ تھا۔اس میں عصاء موسیٰؑ پیراہن ہارون، اور منّ کا مرتبان بھی تھا اوران کے علاوہ دوسرے تبرکات بھی تھے، کیوں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ تم منّ ظ کرلو، تاکہ تمہاری آئندہ نسلیں بھی مشاہدہ کرلیں کہ تم پر خدا کا انعام ہوا تھا۔(قصص القرآن)

ابن کثیر میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اپنی زندگی ہی میں ارض مقدس میں جابر طاقتوں کے مقابلہ کے لئے حضرت یوشع کو امیر جیش مقرر کردیا تھا، اور جیش کی روانگی سے قبل ہی موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی۔اب اللہ تعالیٰ نے حضرت یوشع کو نبوّت سے بھی سرفراز فرمادیا۔اور انہی کے ہاتھوں آخر کار ارضِ مقدّس اور جبّار طاقتوں سے پاک ہوئی۔(قصص القرآن)

سورج کا رکنا

ابن کثیر میں ہے کہ جب آپ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا جمعہ کے دن عصر کے بعد جب فتح کا دن آپہنچا تو دشمنوں کے قدم اُکھڑ گئے۔اتنے میں سورج ڈوبنے لگا اور سورج کے ڈوبنے کے بعد ہفتے کی تعظیم کی وجہ سے لڑائی نہیں ہوسکتی تھی۔اس لئے اللہ کے نبی نے فرمایا کہ اے سورج! تو بھی خدا کا غلام ہے اور میں بھی خدا کا محکوم ہوں۔
اے اللہ! اسے ذرا سی دیر روک لے۔چنانچہ اللہ کے حکم سے سورج رک گیا، اور آپ نے دلجمعی کے ساتھ بیت المقدس فتح کرلیا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ اس قدر مال غنیمت ان کو حاصل ہوا کہ اس سے قبل انھوں نے اتنا مال کبھی نہیں دیکھا تھا۔فرمان خدا کے مطابق آگ میں جلانے کے لئے آگ کے پاس لے گئے لیکن آگ نے اسے نہ جلایا۔اس پر اللہ کے نبی حضرت یوشع علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے کسی نے اس میں سے کچھ چرالیا ہے۔میرے پاس ہر قبیلہ کا سردار آئے اور میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔چنانچہ اس طرح کیا گیا، ایک قبیلہ کے سردار کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چپک گیا، آپ نے فرمایا کہ تیرے پاس وہ خیانت کی چیز ہے، جا اُسے لے آ۔اس نے ایک گائے کا سر جو سونے کا بنا ہوا تھا پیش کیا جس کی آنکھیں یاقوت کی اور دانت موتیوں کے تھے۔جب وہ سر بھی دوسرے مال کے ساتھ ڈالا گیا تو آگ نے سب کچھ جلادیا۔(ابن کثیر)

حق کی ناسپاسی

قرآن مجید میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کامیاب کردیا اور جب ان کا شہر میں داخل ہونے کا

وقت آیا توحکم ہوا کہ مغرور اور متکبر انسانوں کی طرح داخل نہ ہونا، بلکہ خدا کا شکرادا کرنے والوں کی طرح درگاہ الٰہی میں خشوع کے ساتھ جھکتے ہوئے اور توبہ واستغفار کرتے ہوئے داخل ہونا، تاکہ خدا کے شکر گزار بندوں اور مغرور وسرکش انسانوں کے درمیان امتیاز رہے، مگر فتح ونصرت کے بعد بنی اسرائیل کی سرشت غالب آئی اور خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مغرور ومتکبّر انسانوں کی طرح بستی میں داخل ہوئے، اتراتے ہوئے سر کو بلند کرتے ہوئے اور اکڑتے ہوئے جارہے تھے، نیازمندی واستغفار کے بجائے سوقیانہ الفاظ کہتے ہوئے، گویا اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے ساتھ مزاح کرتے ہوئے داخل ہورہے تھے۔ آخر غیرتِ حق کو جوش آیا، اور جزاء اعمال کے قانون الٰہی نے عذاب کی صورت میں ان کو آن پکڑا۔

جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْ اهٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْ امِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًاوَّ ادْخُلُو الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْ ا حِطَّةٌ نَّغْفِرْلَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (البقرہ)	اور جب ہم نے حکم دیا کہ تم لوگ اس بستی میں داخل ہو۔ پھر جہاں چاہو اس میں خوب جی بھر کر کھاتے پھرو، اور دروازوں میں عاجزی سے کمر کو جھکاتے ہوئے داخل ہونا، اور زبان سے حِطَّہ (بخشدے) کہتے جانا تو ہم تمہاری خطائیں بخشدیں گے، اور نیک روش اختیار کرنے والوں کو ہم مزید مراعات دیں گے۔

آیت میں لفظ حِطَّۃٌ آیا ہے۔ اس کے بارے میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں مغفرة استغفروا اور حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ اخطط عنا خطایانا۔ (ابن کثیر)

حاصل یہ ہے کہ کہتے ہوئے داخل ہو، خدایا ہم کو بخش دے، ہماری خطاؤں کو معاف کردے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ۔

قیل لبنی اسرائیل ادخلوا الباب سجد و قولو احطة فد خلو ایز حفون علی استاھھم وھم یقولون حطة فی شعیرة۔ (بخاری شریف)

بنی اسرائیل سے کہا گیا کہ تم دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور حِطَّۃٌ کہو، لیکن یہ اپنی سُرینوں پر چلتے ہوئے داخل ہوئے اور کہتے تھے حِطَّۃٌ فِیْ شَعِیْرَۃٍ یعنی گیہوں جو میں۔

قصص القرآن میں ہے کہ حدیث کے اس جملہ ''فدخلو ایز حفون علی استاھھم'' کی صحیح تفسیر وہ ہے جو عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل شہر میں داخل ہوتے وقت سر جھکاتے ہوئے چلنے کے بجائے اکڑتے ہوئے اور سر بلند کرتے ہوئے چل رہے تھے۔ یعنی جس طرح ایک مغرور انسان اکڑتے ہوئے اور مٹکتے ہوئے سرینوں کو حرکت دے دے کر عجب انداز سے چلتا ہے۔ اسی طرح بنی اسرائیل بھی سرینوں کو ابھارے ان کے بل مٹکتے ہوئے داخل ہوئے۔

باب حِطّہ

بیت المقدس کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے جو مشہور معروف ہے۔ اور اب تک آباد اور زیارت گاہ ہے۔ جو کوئی گناہوں کی استغفار کیلئے اس مسجد میں آتا ہے اسی دروازے سے داخل ہوتا ہے۔ وہاں کے مجاوروں کی زبانی مشہور ہے کہ اس دروازے سے داخل ہونا گناہوں سے پاک ہونے کا سبب ہے۔ حالانکہ یہ دروازہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بیت المقدس کی تعمیر کے وقت تیار ہوا۔ حضرت موسیٰؑ کے عہد میں نہ بیت المقدس تھا اور نہ دروازہ۔ البتہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور پچھلے انبیاء نے وحی اور کشف کے ذریعہ اس دروازے کو اس گاؤں کے دروازے کے ساتھ تشبیہ دے کر (باب حِطّہ) کا لقب دیا ہو کہ خاصیت میں دونوں مناسب ہیں۔ (عزیزی)

نافرمانی کی سزا

قولہٗ تعالیٰ

فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْ اِرجْزًا مِّنَ السَّمَآئِ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ۔

پھر جو ظالم لوگ تھے انھوں نے اس لفظ کی جگہ جس کی ان سے فرمائش کی گئی تھی ،دوسرا لفظ بدل دیا۔اس پر ہم نے اُن ظالموں پر ان کی نافرمانی کے باعث آسمان سے عذاب نازل کیا۔

اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ جب انھوں نے یہ حرکت کی تو ان پر طاعون مسلّط کیا گیا،جس کی وجہ سے ایک دن میں ان کے چوبیس ہزار آدمی ہلاک ہو گئے۔ یہ عذاب آسمان سے اس طرح نازل ہوا کہ آسمان کے ہر دروازے سے زہر آتی اور ان کے مساموں کے راستہ سے ان میں داخل ہوتی اور روح کے مزاج کو فاسد کر کے خون میں سمیّت پیدا کر دیتی۔ یہاں تک کہ طاعون ظاہر ہوا اور اس کی زہر ان کے دل تک پہنچی ،جس سے وہ ہلاک ہوئے۔(عزیزی)

صحیح مسلم اور باقی حدیث کی کتابوں میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون رجز ہے اور اس کا عذاب کا بقیہ ہے جو پہلے لوگوں کو دیا گیا۔پس جب کسی شہر اور ملک میں پڑے اور تم اس میں ہو تو وہاں سے مت بھاگو،اور اگر سنو کہ کسی ملک یا شہر میں وبا پڑی ہوئی ہے تو اس میں مت جاؤ۔(عزیزی)

وفات

تفسیر حقانی میں ہے کہ جس زمانے میں یوشع علیہ السلام نے اریحا پر حملہ کیا تھا،اس زمانے میں دریائے یرون پر پُل نہ تھا،جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قلزم کو پار کیا تھا اسی طرح اب بھی دریا بیچ سے خشک ہو گیا تھا اور تمام بنی اسرائیل اتر کر شہر اریحا یا یریحو پر حملہ آور ہوئے ،رفتہ رفتہ وہ تمام ملک فتح کر کے بنی اسرائیل کو تقسیم کر دیا اور نابلس کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو دفنایا۔یہیں پر حضرت یوسفؑ کی بیع بھی ہوئی تھی۔آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات سے اٹھائیسویں برس انتقال فرمایا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط

حضرت الیسَعؑ علیہ السلام

آپ کا ذکر نامی قرآن مجید میں صرف دو جگہ پر آیا ہے۔

۱۔ پارہ ۷ سورۃ الانعام رکوع ۱۰

۲۔ پارہ ۲۳ سورۃ صٓ رکوع ۴

نسب نامہ

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ کی اسرائیلی روایات میں ہے کہ ان کا نام الیسع ہے اور اخطوب کے بیٹے ہیں۔

ابن اسحاق نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ کتب تاریخ میں یہ مذکور ہے کہ آپ حضرت الیاس علیہ السلام کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور ابن عسا کر نے اپنی تاریخ میں آپ کے نسب کے متعلق یہ نقل کیا ہے کہ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور آپ کا نسب نامہ اس طرح ہے۔ الیسع بن عدی، بن شوتم بن افراہیم بن یوسفؑ، بن یعقوبؑ، بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السَّلام۔ (قصص القرآن)

بعث

آپ حضرت الیاس علیہ السلام کے نائب اور خلیفہ ہیں۔ اوئل عمر میں انہی کی رفاقت میں رہتے تھے اور ان کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل کی رہنمائی کیلئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوّت سے سرفراز فرمایا۔ اور آپ نے حضرت الیاسؑ ہی کے طریقہ پر بنی اسرائیل کی رہنمائی فرمائی۔ یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ آپ کی عمر مبارک کیا ہوئی اور آپ نے بنی اسرائیل میں کتنے عرصہ تک حق تبلیغ ادا کیا۔ (قصص القرآن)

قرآن کریم نے دو مقام پر آپ کے صرف ذِکر ہی پر اکتفا کیا ہے۔

(۱) وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۔وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ (انعام)	اور اسماعیلؑ اور الیسع اور یونس اور لوط کو ہدایت عطا کی۔ اور ان سب کو ہم نے اپنے زمانے میں اقوام عالم پر فضیلت دی تھی۔
(۲)وَاذْكُرْ اِسْمَاعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَاالْكِفْلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ۔	اور آپ اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے۔ یہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے۔

موعظت

بنی اسرائیل کے ان نبیوں اور پیغمبروں کے واقعات سے جو جلیل القدر انبیاء علیہم السلام سے شرفِ صحبت اور مخلصانہ اتباع میں خلافت کے بعد منصب نبوّت پر سرفراز ہوئے۔

یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحبتِ نیکاں حصول خیر کیلئے اکسیرِ اعظم ہے۔ اگر ریاضت وطاعت کا سلسلہ ہزاروں سال بھی رہے۔ مگر کسی کامل کی صحبت سے محرومی ہو تو بلاشبہ یہ ایک بہت بڑی خامی ہے۔ جس کا مدعا صحبت کامل کے علاوہ کچھ نہیں۔

یک زمانہ صحبت باولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

آپ کا ذکر قرآن مجید میں صرف دو جگہ مذکور ہے۔

۱۔ پارہ ۱۷ سورہ انبیاء رکوع ۶

۲۔ پارہ ۲۳ سورہ ص رکوع ۴

نسب نامہ

نسب کے بارے میں قرآن مجید اور حدیث نبویؐ کی روشنی میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ آپ کے نبی اور پیغمبر تھے۔ اس سے زائد سکوت ہے۔ اور سیر و تواریخ میں بھی کافی جستجو کے بعد بھی ہمیں کوئی اس سلسلہ میں معلومات نہیں پہنچ سکیں، جن کے ذریعے ذوالکفلؑ کے حالات و واقعات پر مزید روشنی پڑ سکے۔ چنانچہ تورات بھی خاموش ہے اور اسلامی تاریخ بھی۔ (قصص القرآن)

آثار و روایات

ابن کثیر نے مشہور معزز تابعی حضرت مجاہدؒ سے ان کے متعلق ایک قصہ نقل کیا ہے کہ جب الیسعؑ بہت بوڑھے گئے تو ایک دن ارشاد فرمایا کاش میری زندگی ہی میں کوئی شخص ایسا ہوتا جو میرا قائم مقام ہوسکتا اور مجھ کو یہ اطمینان ہو جاتا کہ وہ صحیح نیابت کرنے کا اہل ہے۔ اس کے بعد انھوں نے بنی اسرائیل کا اجتماع کیا اور فرمایا کہ تم میں سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں بشرطیکہ وہ مجھ سے تین باتوں کا عہد کرے۔ (۱) دن بھر روزہ رکھے۔ (۲) شب کو یادِ خدا میں مشغول رہے۔ (۳) کبھی غصّہ نہ لائے۔ یہ سن کر ایک شخص کھڑا ہوا جو لوگوں کی نظر میں بے وقعت نظر آتا تھا۔ اور کہنے لگا کہ اس خدمت کے لئے میں حاضر ہوں۔ حضرت الیسع علیہ السلام نے اپنی تینوں شرطیں دوبارہ بیان کیں اور دریافت کیا کہ ان کی پابندی کرو گے؟ اس شخص نے جواب دیا بیشک۔ تو حضرت الیسعؑ نے دوسرے دن پھر اجتماع کیا اور کل کی بات کو دہرایا، سب خاموش رہے اور وہی شخص پھر آگے بڑھا اور خود کو اس خدمت کے لئے پیش کیا اور تینوں شرطیں پوری کرنے کا عہد کیا۔ تب حضرت الیسعؑ نے اس کو اپنا خلیفہ مقرر بنالیا۔ ابلیس نے دیکھا تو اس سے برداشت نہ ہوسکا۔ اور اس نے اپنی ذریت کو جمع کر کے کہا ایسی صورتیں اختیار کرو کہ جس سے یہ شخص بہک جائے اور اپنی شرطوں پر قائم نہ رہ سکے۔ شیاطین نے بہت کوششیں کیں مگر سب ناکام رہے۔ تب ابلیس نے کہا کہ میں ہی اس کام کو سرانجام دے سکوں گا۔ تم سے یہ کام نہیں ہوسکتا۔

حضرت الیسع ؑ کے خلیفہ کا یہ دستور تھا کہ وہ دن رات میں دو پہر کو تھوڑی دیر قیلولہ کیا کرتا اور کچھ سو کر تھکان رجع کر لیتا تھا۔ چنانچہ ایک دن ابلیس پراگندہ حال بوڑھے کی شکل میں اسی وقت اس کے دروازے پر پہنچا جب وہ آرام کر رہا تھا اور دروازہ پر ہاتھ مارا وہ شخص آرام چھوڑ کر آیا اور دریافت کیا کہ کون ہے؟ ابلیس نے جواب دیا کہ ایک مظلوم وناتوں بوڑھا ہے۔ اس نے دروازہ کھولا اور حال دریافت کیا۔

ابلیس نے کہا کہ میرے اور میری قوم کے درمیان خصومت ہے، انھوں نے مجھ پر ظلم کر رکھا ہے، اور داستانِ ظلم کو اتنا طول دیا کہ قیلولہ کا وقت ختم ہو گیا۔ بنی اسرائیل کے اس امیر نے فرمایا کہ اب تم جاؤ شام کو جب مجلس منعقد ہو گی تب تم آنا تمہاری دادرسی کروں گا۔ وہ چلا گیا۔ شام کو جب مجلس منعقد ہوئی تو خلیفہ نے دیکھا کہ وہ شخص موجود نہیں ہے۔ اور مجلس بھی برخاست ہو گئی تب بھی وہ شخص نہ آیا۔ صبح کو جب مجلس منعقد ہوئی تو چاروں طرف اسے پھر تلاش کیا لیکن کہیں اس کا نشان نہ ملا۔ مجلس ختم ہونے پر جب خلیفہ نے قیلولہ کیلئے تنہائی اختیار کی تو پھر کسی نے دروازہ پر دستک دی۔ دروازہ کھولا تو اسی بوڑھے کو موجود پایا۔ اس نے کل کی طرح پھر گفت وشنید کی۔ تب خلیفہ نے کہا کہ میں نے تمہیں کہا تھا کہ مجلس میں آنا مگر تم نہ آئے۔ ابلیس نے کہا کہ میری قوم بڑی خبیث ہے جب آپ کو مجلس میں پاتی ہے تو آہستہ سے اقرار کر لیتی ہے کہ جھگڑا نہ کرو ہم تمہارا حق ضرور دیں گے لیکن آپ کے مجلس برخاست کر دینے کے بعد پھر منکر ہو جاتی ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ آج شام کو ضرور آجانا میں اپنی موجودگی میں حق رسی کروں گا۔ اس گفت وشنید میں بھی قیلولہ کا وقت جاتا رہا اور خلیفہ کو نیند کی تکلیف نے بہت ستایا مگر شام کی مجلس حسبِ وعدہ منعقد کی اور چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر آج پھر وہ بوڑھا نظر نہ آیا اور نہ ہی صبح کی مجلس میں وہ آیا۔ تب تیسرے دن جب نیند کے غلبہ نے عاجز کر دیا تو خلیفہ نے اہل خانہ کو حکم دیا کہ آج دروازہ پر خواہ کوئی شخص بھی آئے قیلولہ کے وقت دروازہ ہرگز نہ کھولیں۔ خلیفہ ابھی لیٹا ہی تھا کہ بوڑھا پھر آموجود ہوا اور دروازے پر دستک دینی شروع کی، اندر سے جواب ملا کہ آج خلیفہ کا حکم ہے کہ کسی کے لئے دروازہ نہ کھولا جائے۔ بوڑھے نے کہا کہ میں دو روز سے اپنے ایک اہم معاملہ میں حاضر ہو رہا ہوں اور خلیفہ نے مجھ کو اس وقت بلایا تھا لہذا دروازہ کھول دو، مگر دروازہ نہ کھولا۔ لیکن اہل خانہ نے دیکھا کہ دروازہ بند ہونے کے باوجود وہ شخص اندر موجود ہے اور خلیفہ کے کمرے کے دروازہ پر ستک دے رہا ہے۔ خلیفہ نے دروازہ کھولا اور گھر والوں سے کہا کہ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ آج دروازہ نہ کھولنا۔ پھر یہ شخص کیسے داخل ہوا؟ ساتھ ہی دروازہ پر نظر کی تو اس کو بند پایا اور بوڑھے کو اپنے قریب دیکھا۔ تب خلیفہ حقیقتِ حال کو سمجھا اور بوڑھے سے مخاطب ہو کر کہا کہ خدا کے دشمن کیا تو ابلیس ہے؟ اس نے کہا ہاں میں ابلیس ہوں تو نے جب مجھے ہر طرح سے تھکا دیا اور میری ذریّت جب کسی طرح تجھ پر قابو نہ

پاسکی تب میں نے یہ آخری صورت اختیار کی تا کہ تجھ کو غضبناک کر کے ایفائے عہد میں نا کام بنادوں، مگر افسوس کہ میں خود ہی نا کام ہو گیا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے خلیفہ کو ذوالکفل کے نام سے مشہور کر دیا اس لئے کہ اس نے جن شرائط کا حضرت الیسع علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا اس کو پورا کر دکھایا۔ (قصص القرآن)

بعض کہتے ہیں کہ حضرت ذوالکفلؑ شام کے بادشاہ کے مقرّب تھے اور اس بادشاہ کو بنی اسرائیل سے بڑی عداوت تھی، ہمیشہ ان کے ملک پر فوج کشی کرتا اور ایک جماعت کو قتل کرتا۔ ایک دفعہ بنی اسرائیل سے لڑائی کے لئے بڑی تعداد میں فوج بھیجی، اس فوج نے مقابلہ کے بعد ایک سو علماء وصلحا کو قید کر کے بادشاہ کے پاس بھیجا، بادشاہ نے ان کو قتل کرنا چاہا تو ذوالکفل علیہ السلام یہ سن کر بادشاہ کے پاس گئے کہ اب سیاست کا وقت گزر چکا ہے ان کو میرے حوالے کرو میں کفیل ہوں، کل صبح سیاست گاہ میں حاضر کروں گا۔ بادشاہ نے ان سب کو ان کے سپرد کر دیا۔ حضرت ذوالکفل علیہ السلام ان کو اپنے شہر لے گئے اور طوق وزنجیروں سے آزاد کیا اور نہایت تعظیم سے رات کو کھانا کھِلا کر ان کو چھوڑ دیا۔

ان علماء کی اس طرح خلاصی ہوگئی اور حضرت ذوالکفل علیہ السلام کو بھی خدا تعالیٰ بادشاہ کے شر سے محفوظ رکھا۔ اس دن سے یہود میں ان کا لقب ذوالکفل قرار پایا۔ (روضۃ الاصفیاءؒ)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم ط

حضرت شمویل علیہ السلام

قرآن مجید میں آپ کا نام تو ذکر نہیں، سورۃ البقرہ رکوع ۳۲۔۳۳ میں بنی اسرائیل کا جو ایک واقع ذکر کیا گیا ہے، تمام مفسّرین کرام کے نزدیک یہ واقعہ آپ کے زمانہ کا ہے۔

نام ونسب

ابن کثیر میں آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے۔شمویل بن بالی، بن علقمہ، بن ترخام، بن یہد، بن بہرض، بن علقمہ، بن ماجب، بن عمرصا، بن عذریا، بن صفیہ، بن علقمہ، بن ابویاشف، بن قارون، بن یصہر، بن قاہث، بن لاوی، بن یعقوبؑ، بن اسحاق، بن ابراہیمؑ۔

تفسیر کشف الرحمن میں ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل میں ابتری اور بد دینی پھیلی تو ان کو سنبھالنے کے لئے حضرت یوشعؑ مقرر ہوئے، ان کے بعد حضرت کالب بن یوقنا آئے پھر حضرت الیاسؑ تشریف لائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت الیسع کو بھیجا۔غرضیکہ ان میں پے در پے رسول آتے رہے مگر ان کی نافرمانی اور سرکشی میں روز بروز اضافہ ہوگیا۔ یہاں تک کہ توراۃ کو بھی بھلا بیٹھے، اور فسق وفجور میں مبتلا ہو گئے۔تو اللہ نے ان پر عذاب بھیجا۔اور قوم عمالقہ جو مصر اور فلسطین کے ساحلی علاقے میں آباد تھی ان پر حملہ آور ہوئی اور ان کو قتل کر کیا اور ان کے بہت سے صوبوں پر قبضہ کر لیا۔اس طرح یہ لوگ اپنی بداعمالیوں کے باعث کافروں کے زیرِ نگین ہو گئے، اور جالوت کی رعایا بن گئے۔

بنی اسرائیل کے لئے یہ ایک نازک دور تھا، نہ کوئی نبی اور رسول ان میں موجود تھا۔نہ کوئی امیر اور سردار تھا۔خاندان نبوّت میں سے ایک حاملہ عورت کے علاوہ کوئی باقی نہ تھا۔اس نکبت وادبار کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر فضل وکرم فرمایا۔اس عورت کے ہاں ایک بچہ تولد ہوا، اس کا نام شمویل رکھا گیا۔(قصص القرآن)

جب آپ سن رشد کو پہنچے تو تمام بنی اسرائیل میں شرافت ودیانت کی بنا پر ممتاز اور نمایاں نظر آنے لگے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔اور بنی اسرائیل کی رشد وہدایت پر مامور کیا۔قوم کے لوگوں نے آپ سے مطالبہ کیا کہ اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو ہمارے لئے ایک امیر اور بادشاہ مقرر کر دیں۔تا کہ ہم ان کی سرپرستی میں کافروں سے جہاد کریں اور اپنے ملک کو ان ظالموں سے آزاد کرائیں۔

قرآن کریم نے اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

اَلَمْ تَرَاِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْٓ
اِسَرَائِیْلَ مِنْ ۢ بَعْدِ
مُوْسٰی اِذْقَالُوْ الِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ
لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ
قَالَ هَلْ عَسَبْتُمْ اِنْ کُتِبَ
عَلَیْکُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا
قَالُوْا وَمَالَنَا اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰہِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا
وَاَبْنَآئِنَا۔

کیا تم آپ نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے اس قصّے کو ملاحظہ نہیں کیا جو موسیٰ کے بعد پیش آیا۔ جب انھوں نے اپنے پیغمبر سے کہا کہ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے تا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ پیغمبر نے جواب دیا کہ تم سے اس کی یہی توقع ہے کہ اگر تم پر جہاد فرض کیا جائے تو تم جہاد نہ کرو گے انھوں نے کہا کہ ہمارے لئے ایسی کون سی گنجائش باقی ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں۔ حالانکہ ہم اپنے گھروں سے بے گھر کر دیئے گئے۔

پیغمبر خدا نے اندیشہ ظاہر کیا کہ اگر تم پر جہاد کا حکم جاری کیا گیا۔ اور بادشاہ مقرر ہو گیا۔ تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جہاد سے انکار کر دو۔ اس پر انھوں نے بڑے وثوق سے یقین دلایا کہ ہمارے انکار کرنے کا سرے سے جواز ہی نہیں، ان ظالموں نے تو ہمیں گھر بار، اور بچوں سے الگ کر دیا ہے اور انھوں نے ہم پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے ہیں، اس لئے اب ہم چاہتے ہیں کہ ہمارا ایک بادشاہ ہو، اور اس کی سرپرستی میں ہم اپنے ملک کو آزاد کرا لیں، اور ظالموں سے انتقام لیں۔

طالوت کی تقرری

قولہ تعالیٰ

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰی یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَیْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ۔ (سورۃ البقرہ)	اور ان لوگوں سے ان کے پیغمبر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ مقرر کر دیا ہے تو کہنے لگے کہ اس کو ہم پر حکومت کرنے کا حق کیسے ہو سکتا ہے جب کہ ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں اور ان کو تو مال کی وسعت بھی نہیں عطا کی گئی۔

تفسیر کشف الرحمن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت شمویل علیہ السّلام کو ایک نشان بتلایا گیا تھا، حسنِ اتفاق سے وہ نشان حضرت طالوت ہر صحیح نکلا۔ حضرت طالوت حضرت یعقوب علیہ السّلام کے صاجزادے بن یامین کے خاندان سے تھے، اور ایک عرصے سے یہ دستور چلا آتا تھا کہ نبوّت حضرت یعقوبؑ کے صاحب زادے لاوی کے خاندان میں جاری تھی اور مملکت آپ کے صاجزادے یہودا کی اولاد میں۔ بنیامین کی اولاد میں نہ نبوّت تھی نہ بادشاہت ۔طالوت ایک غریب چرواہے تھے یا پانی بھرنے، پلانے کا کام کرتے تھے، بہر حال جب طالوت کی بادشاہت کا اعلان بنی نے اس طرح کیا۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا۔	کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ مقرر فرما دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو بسر و چشم قبول کرنے کے بجائے انھوں نے اعتراضات شروع کر دیئے۔ اور اپنی پرانی عادت کے مطابق جیسا کہ گائے کے ذبح کے واقعہ میں تفصیل سے گزرا ہے۔ یہاں بھی اعتراضات شروع کر دیئے کہ ان کے پاس مال و دولت نہیں ہے اس لئے ہم انھیں بادشاہ تسلیم نہیں کرتے۔

اس پر حضرت شمویل علیہ السلام نے جو جواب دیا وہ قرآن مجید میں اس طرح مذکور ہے۔

قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰهُ عَلَیۡکُمۡ وَزَادَهٗ بَسۡطَةً فِی الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِ ؕ وَاللّٰہُ یُؤۡتِیۡ مُلۡکَهٗ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ؕ (البقرہ)	نبی نے جواب دیا کہ بلاشبہ اللہ نے تمہارے مقابلہ میں اسی کو پسند فرمایا ہے اوراس کا علم کو وسعت اور قدو قامت کے پھیلاؤ میں بڑھا دیا ہے، اور اللہ اپنی سلطنت جس کو چاہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ صاحب وسعت اور بڑا جاننے والا ہے۔

پیغمبر نے جواب دیا کہ اوّل تو تمہارے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے اس کو پسند فرمالیا ہے، پھر اس کو سیاسی امور اور جنگی فنون کا علم وسیع پیمانے پر دیا ہے، اور اس کے ظاہری جسم اور قدو قامت کے پھیلاؤ میں بھی اس کو زیادتی دی۔ مطلب یہ ہے کہ پیغمبر نے ان کے اعتراضات کے کئی جواب دیئے (۱) اللہ تعالیٰ کو انتخاب اور برگزیدگی کا حق حاصل ہے اس نے اس کو چن لیا ہے اور پسند فرمالیا ہے (۲) پھر میدانِ جہاد میں سیاسی علم اور فن حرب کی ضرورت ہوتی ہے، وہ علم اس کو اللہ تعالیٰ نے خوب شرح وبسط کے ساتھ دیا ہے۔ (۳) بادشاہ کو ظاہری وجاہت اور رعب ودبدبہ کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا جسم کا پھیلاؤ بھی کافی دیا ہے کہ تم سب میں وہ بلند قامت ہے اور ہر شخص کے دل میں اس کے دیکھنے سے ہیبت پیدا ہوتی ہے۔ (۴) اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے سلطنت اور بادشاہت سب اسی کی ہے وہ جس کو چاہے دیدے، تم کون ہو اعتراض کرنے والے۔ (۵) اللہ صاحب وسعت وکشائش ہے اس کو کیا مشکل ہے کہ وہ اس کو مال بھی دیدے۔ یہی تمہارا بڑا اعتراض تھا جب سلطنت دیدی گئی تو مال کا شبہ ہی ختم ہو گیا۔ (٦) وہ بڑا علیم اور خوب جاننے والا ہے کہ بادشاہت کا اہل کون ہے اور کس میں بادشاہت کی صلاحیت ہے۔ (کشف الرحمن)

نسب نامہ

ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے طالوت کا سلسلۂ نسب اس طرح بیان کیا ہے۔ طالوت بن قیش، بن افیل، بن صادر بن نخورت، بن افیح، بن انیس، بن نبیامین، بن اسحاق، بن ابراہیم علیہم السّلام۔

لوگوں نے پیغمبر سے طالوت کے بادشاہ ہونے کی علامات دریافت کیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ نشانی بتلائی کہ تمہارے پاس تابوتِ سکینہ جو تم سے چھن گیا ہے واپس آجائے گا۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ
يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ
مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ
الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔
(البقرہ)

ان لوگوں سے ان کی نبی نے کہا کہ طالوت کے بادشاہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق آجائیگا جس میں تمہارے رب کی جانب سے تسکین قلب کا سامان ہے اور کچھ وہ بقیہ اشیاء بھی ہیں جو حضرت موسیٰ وہارون چھوڑ گئے تھے،اس کو فرشتے اٹھا کر لائیں گے۔ بلاشبہ اس میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

تابوت سکینہ

بنی اسرائیل میں اوپر کے لوگوں سے ایک صندوق چلا آتا تھا انکا خیال اس کے متعلق یہ تھا کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اترا ہے۔ بہرحال جب یہ صندوق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو وہ اس میں توراۃ رکھتے تھے۔اور یہ صندوق ایک متبرک چیز خیال کی جاتی تھی، جب کبھی دشمنوں سے لڑتے تو اس صندوق کی اسلامی لشکر فرشتے نگرانی کرتے اور اس کی برکت سے فتح کے امیدوار رہتے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل میں خرابی پھیلی تو عمالقہ کے لوگ وہ صندوق ان سے چھین کر لے گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں دہشت ڈال دی، کیوں کہ ان کے بہت سے آدمی اس صندوق کی بے ادبی کی وجہ سے مر گئے، تو انھوں نے گھبرا کر اس کو دو بیلوں پر لاد کر اپنے ملک سے باہر نکال دیا اور بیلوں کو چھور کر چلے گئے، فرشتے ان بیلوں کو ہنکا کر لے آئے اس طرح وہ صندوق طالوت بادشاہ کے مکان پر پہنچ گیا (کشف الرحمن)

اور موضح القرآن میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا اس میں تبرکات تھے، حضرت موسیٰ ؑ وہارون ؑ لڑائی کے وقت اس کو آگے بھیج دیتے اور دشمن پر حملہ کرتے تو اللہ تعالیٰ فتح دے دیتا۔ جب یہ بدنیت ہو گئے تو وہ صندوق ان سے چھینا گیا، غنیم کے ہاتھ لگا اور جب طالوت بادشاہ بنا تو ہو صندوق خود

بخو درات کے وقت اس کے گھر کے سامنے آموجود ہوا۔

سبب یہ ہوا کہ غنیم کے شہر میں جہاں یہ رکھا تھا ان پر بلا پڑی، پانچ شہر ویران ہو گئے، تب ناچار ہوئے۔ اور اسے دو بیلوں پر لاد کران کو ہانک دیا۔ کہتے ہیں کہ اس میں توراۃ کی تختیاں تھیں اور حضرت ہارون علیہ السّلام کا عمامہ اور موسیٰ علیہ السلام کے نعلین تھے اور ہارونؑ وموسیٰؑ کے کچھ کپڑے تھے اور ایک بوری میں من وسلوٰی کے زمانہ کی بچی ہوئی ترنجبین تھی اور چند وہ کلمات تھے جو پریشانی کے وقت پڑھے جاتے ہیں تو اللہ پاک پریشانی کو دور فرمادیتا ہے۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

لا الہ الا اللّٰہ الحلیم الکریم سبحان اللّٰہ رب السمٰوٰت السبع ورب العرش العظیم والحمد للہ رب العلمین۔ (کشف الرحمن)

ان تبرکات کی وجہ سے مجاہدین کے قلب کو تسلی ہوتی تھی اور اسی غرض سے یہ صندوق میدان جہاد میں مسلمانوں کے ہمراہ ہوتا تھا، اور اس کی برکت سے مسلمان اوران کا بی کامیاب ہوتا تھا۔

جواہرالتفسیر میں ہے کہ تابوت سکینہ چوب شمشاد یا صندوق کا تین گز طویل اور دو گز عرض کا تھا اس کو پروردگار عالم نے حضرت آدم علیہ السلام پر بھیجا تھا۔ اس نے پیغبروں کی تصویریں تھیں جو حضرت آدمؑ کی اولاد میں پیدا ہونے والے تھے اور ہر پیغمبر کے گھر کے نمونے تھے اور جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر یاقوت سرُخ کا تھا اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر مبارک تھی کہ دیکھنے والے حیران ہوجاتے تھے۔ یہ صندوق حضرت آدم علیہ السلام پر اس وقت نازل ہوا تھا کہ جس وقت حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام سے نور محمدی صلی اللہ وسلم کی حفاظت کے بارے عہد نامہ تحریر کرا کر لیا تھا وہ عہد نامہ یاقوت کی قلم سے بہشتی ریشم پر لکھا گیا تھا اس پر فرشتوں کی گواہیاں تھیں پھر وہ عہد نامہ اس تابوت میں رکھ کر حضرت شیث علیہ السّلام کے سپرد کر دیا اور یہ تاکید کردی گئی کہ جس آدمی پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک ظاہر ہو وہ آدمی حامل عہد کا رہے کہ اس سے ہرگز بدکاری کا شائبہ نہ ہو ہر قرن میں اپنے اپنے وارثوں کو اس عہد و پیمان پر رہنا ہوگا تا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک آپؐ کا نور مبارک پاک پشتوں اور رحموں میں نقل ہوتا آئے یہ تابوت حضرت الیسع علیہ السّلام تک پہنچا پھر قوم عمالقہ نے بنی اسرائیل پر غلبہ کر کے تابوت سکینہ کو بھی لوٹ لیا پھر بنی اسرائیل روتے رہتے تھے عمالقہ نے وہ تابوت اپنے بت خانہ میں رکھ دیا تمام بُت اس کے اردگرد جو تھے گر پڑے۔ ایک بت پرست آئے تو یہ حال دیکھ کر حیران ہو گئے پھر تابوت کو اس بُت پر رکھ کر چلے گئے پھر جب آئے تو بُت نیچے تھا اور تابوت اوپر تھا۔ پھر لوہے کی میخیں لیکر بُت کو تابوت پر مظبوط کر دیا

دوسرے دن دیکھا تو بُت ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے پڑا ہے اور تابوت بُت پر رکھا ہوا ہے سخت پریشان ہوئے۔ایک بنی اسرائیل نے بتایا کہ یہ تابوت بنی اسرائیل کو خدا کی طرف سے ملا تھا بت خانہ تو اس کی جگہ نہیں۔اگر یہ تابوت چند دن بت خانہ میں رہا تو پھر بُت خانہ کا نام نشان نہ رہے گا۔پھر قوم عمالقہ نے وہ تابوت ایک گاؤں کے حد میں دفنا دیا پھر اس گاؤں کے سب لوگ مر گئے پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ رکھا وہاں بھی وبال آ گیا اسی طرح پانچ شہر ویران ہو گئے آخر لاچار ہو کر بیل گاڑیوں پر لاد کر ہانک دیا جو حضرت شمویل علیہ السلام تک پہنچا۔اور بعض روایات میں ہے کہ بنی اسرائیل کا کسی بات میں جھگڑا ہو جاتا تو اس تابوت کے پاس آ کر اپنے اپنے بیانات کرتے تو اس تابوت سے فیصلے کی آواز آتی پھر اسی پر عمل کرتے۔اب وہ تابوت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصاء بحیرہ طبریہ میں ہے اور قیامت کے قریب ظاہر ہو گا۔

(جواہر التفسیر اور دائرۃ المعارف)

اس تمام ردوکد کے بعد بنی اسرائیل کو انکار کرنے کے لئے کوئی چارۂ کار نہ تھا اور حضرت شمویل علیہ السلام کے الہامی فیصلہ پر طالوت کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنا دیا گیا۔

طالوت اور جالوت کی جنگ اور بنی اسرائیل کا امتحان

اب طالوت نے بنی اسرائیل کو نفیر عام دے دیا کہ وہ دشمنوں کے مقابلہ کیلئے نکلیں۔جب بنی اسرائیل طالوت کی سربراہی میں روانہ ہوئے تو بنی اسرائیل کی آزمائش کا ایک مرحلہ پیش آیا۔وہ یہ کہ طالوت نے سوچا کہ جنگ کا معاملہ بے حد نازک ہے اور اس میں بعض مرتبہ ایک آدمی کی بُزدلی یا منافقانہ حرکت پورے لشکر کو تباہ و برباد کر دیتی ہے،اس لئے ضروری ہے کہ پہلے اس گروہ کو آزما لیا جائے کہ کون شخص تعمیلِ حکم اور ضبط نفس اور صداقت واخلاص کا حامل ہے،اور کس میں یہ اوصاف نہیں پائے جاتے۔کیونکہ میدانِ جہاد میں صبر وثابت قدمی اور اطاعت وانقیاد اصل ہیں۔اس لئے طالوت نے شمویل علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق ایک نہر کو بطور امتحان گاہ مقرر کیا اور اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ تم کو نہر کے پانی سے آزمانا چاہتا ہے۔اس نہر کے پانی کا حکم یہ ہے کہ کوئی شخص اس کا پانی بالکل نہ چکھے،جو اس کی خلاف ورزی کرے گا وہ خدا کی جماعت سے نکال دیا جائے گا۔ہاں البتہ سخت پیاس کی حالت میں گھونٹ پھر پانی پی کر حلق تر کر لینے کی اجازت ہے۔مقصود یہ تھا کہ کوئی شخص معمولی پیاس پر صبر وضبط کی قدرت نہیں رکھتا وہ ایسے نازک موقع پر کس طرح ثابت قدم رہ سکتا ہے۔جنہوں نے علی الاعلان خلاف ورزی کی تھی ان کو جماعت سے جدا کر دیا گیا۔ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہوئی۔ستر ہزار اور ایک لاکھ بیس ہزار کے درمیان بتائی جاتی ہے۔ہوسکتا ہے کہ اس سے کم وبیش ہو۔وہ جماعت سے خارج بھی ہوئے اور ان کی پیاس بھی نہ بجھی۔

مفسرین کہتے ہیں کہ یہ واقعہ نہر اردن پر پیش آیا۔ چنانچہ جو ناقص الایمان تھے وہ چھٹ گئے اور جو کامل الایمان تھے وہ نمایاں ہو گئے۔ ان کی کل تعداد تین سو تیرہ تھی، پھر ان میں بھی بعض اکمل تھے جو ظاہری اسباب سے بے نیاز اور بالاتر تھے۔ انھوں نے مخلص مسلمانوں کی ہمت بڑھائی۔ قرآن مجید میں یہ واقعہ اس طرح ذکر ہوا ہے۔

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ
قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ
شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ اِلَّا مَنِ
اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا
مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۔
(البقرہ)

پھر جب طالوت فوجیں ہمراہ لیکر باہر نکلا تو اس نے کہا یقینا اللہ تم کو ایک نہر سے آزمائے گا جس نے اس کا پانی پی لیا وہ میرا نہیں اور جس نے اس کے پانی کو نہ چکھا وہ میرا ہے مگر ہاں جو اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر لے۔ پھر ان میں سے سوائے چند کے سب نے اس سے پانی پی لیا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جب لشکر نہر سے پار ہو گیا تو جن لوگوں سے حکم کی خلاف ورزی کر کے پانی پی لیا تھا وہ کہنے لگے کہ ہم جالوت جیسے قوی ہیکل سے اور اس کی جماعت سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ لیکن جن لوگوں نے ضبطِ نفس اور اطاعت امیر کا ثبوت دیا تھا انھوں نے بے خوف ہو کر کہا کہ ہم ضرور دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ اس لئے کہ خدا کی قدرت کا یہ مظاہرہ اکثر ہوتا رہتا ہے کہ چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آ جایا کرتی ہیں۔ البتہ ایمان باللہ اور اخلاص وثبات شرط ہے۔

ارشاد ربّانی ہے

فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْ مَعَهٗ قَالُوْ الاَ طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُو اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔

(البقرہ)

پھر جب وہ اور اس کے ایمان والے ساتھی اس نہر کو پار کر گئے تو کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہم میں طاقت نہیں کہ ہم آج جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ مقابلہ کرسکیں اور جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ ان کو خدا کے سامنے جاتا ہے انھوں نے کہا کہ بسا اوقات ہوتا رہا ہے کہ چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بری جماعتوں پر غالب آئی ہیں اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔

مجاہدین کے اس لشکر میں حضرت داؤدؑ کے والد ایشا بھی تھے لشکر آگے بڑھا اور دشمن کی فوج کے مقابل صف آراء ہوا۔ دشمن کی فوج کا سردار جالوت نامی دیوہیکل شخص تھا۔ اس کے لشکر کی تعداد بھی زیادہ تھی۔

مجاہدین نے اللہ پاک کی درگاہ میں نہایت اخلاص وتضرع کے ساتھ دعا کی کہ۔

رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

(سورہ البقرہ)

اے ہمارے رب! صبر ہم پر انڈیل دے اور ہم کو ثابت قدم رکھ، اور اس کافر قوم پر غالب کرنے میں ہماری مدد فرما۔

جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو جالوت اپنا فوجی لباس پہن کر تنہا آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ تم سب کے لئے میں اکیلا ہی کافی ہوں، آؤ پہلے مجھ سے مقابلہ کرو۔ اس وقت شمویل علیہ السلام کے فرمان کے مطابق طالوت نے داؤدؑ کے والد صاحب کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ تمہارے کتنے لڑکے ہیں، انھوں نے کہا کہ چھ لڑکے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام چھوٹے تھے اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ مگر اللہ کے نبی کے حکم سے حضرت داؤد علیہ السلام کو بلایا گیا۔ جب داؤدؑ حسب طلب آرہے تھے تو راہ میں ان کو تین پتھروں نے آواز دیکر کہا کہ اے داؤد ہمیں اٹھالے ہم تجھے کام دیں گے۔ حضرت داؤدؑ نے وہ پتھر اٹھالیے اور نبی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت شمویل علیہ السلام نے جالوت کے مقابلہ کیلئے آپ کو منتخب فرمایا۔ چنانچہ آپ نے وہ تینوں پتھر اپنے گوپئے میں رکھ کر آگے بڑھے اور جالوت کو للکارا۔ جالوت نے کہا مجھ کو تجھ پر رحم آتا ہے کیوں میرے ہاتھ سے مرنے کی خواہش کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں ہی تیرا مقابلہ کروں گا چنانچہ آپ نے وہ گوپیا پھرا کر تینوں پتھر اس کے ماتھے پر مارے، اس کا صرف ماتھا ہی کھلا ہوا تھا باقی سارا سم زرہ سے ڈھکا ہوا تھا۔ حسن اتفاق سے وہ پتھر اس کے سر میں گھس گئے اور سر پاش پاش ہو گیا۔ (کشف الرحمن)

جالوت کے مرتے ہی اس کا سارا لشکر پسپا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی اور دشمنوں کو شکست دی۔ اور مسلمانوں کو ان کا ملک واپس ملا۔ کما قولہ تعالیٰ۔

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ (البقرہ)	پھر طالوت کے ساتھیوں نے خدا کے حکم سے جالوت والوں کو شکست دیدی، اور داوٗد نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے داوٗد کو سلطنت اور نبوت عطا فرمائی اور جو کچھ بھی چاہا اسے سکھا دیا۔

اس واقعہ نے حضرت داوٗدؑ کی شجاعت کا دوست دشمن دونوں کے قلوب پر سکہ بٹھا دیا اور آپ بے حد ہر دل عزیز ہو گئے اور آپ کی شخصیت بہت نمایاں اور ممتاز نظر آنے لگی، اور طالوت نے اپنی لڑکی کا نکاح آپ سے کر دیا اور آپ کو اپنا ولی عہد بنا دیا، چنانچہ آپ طالوت کے بعد بادشاہ ہوئے اور اللہ نے آپ کو ملک اور سلطنت کے ساتھ ساتھ نبوت سے بھی سرفراز فرمایا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْم ط

حضرت داؤد علیہ السلام

قرآن مجید میں آپ کا ذکر مندرجہ ذیل مقامات پر آیا ہے۔

۱۔	پارہ ۲	سورہ بقرہ	رکوع ۳۳
۲۔	پارہ ۶	سورہ نساء	رکوع ۲۳
۳۔	پارہ ۷	سورہ انعام	رکوع ۱۰
۴۔	پارہ ۱۵	سورہ الاسراء	رکوع ۶
۵۔	پارہ ۱۷	سورہ الانبیاء	رکوع ۶
۶۔	پارہ ۱۹	سورہ النمل	رکوع ۲
۷۔	پارہ ۲۲	سورہ سبا	رکوع ۲
۸۔	پارہ ۲۳	سورہ ص	رکوع ۲

گزشتہ واقعہ میں آپ کا مختصر ذکر آچکا ہے اور یہ واضح ہو چکا ہے کہ قتل جالوت میں بے پناہ شجاعت کے اظہار نے بنی اسرائیل کے قلوب پر آپ کی محبت وعظمت کا سکی بٹھا دیا تھا۔ چنانچہ آپ آگے چل کر خدا کے رسول اور پیغمبر بنے اور بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کے لئے رسول اور ان کی اجتماعی زندگی کیلئے خلیفہ مقرر ہوئے۔

نسب نامہ

ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں آپ کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے کہ۔ داؤد بن ایشا بن عوبد، بن عابر، بن سلمون، بن نخشون، بن عونیاذب، بن ارم، بن حصرون، بن فارص، بن یہودا، بن یعقوبؑ، بن اسحاقؑ بن ابراہیم علیہم السّلام۔

توراۃ کے بیان مطابق آپ اپنے تمام بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔

حلیہ مبارک

محمد بن اسحاق نے وہب بن منبہؒ کے واسطے سے آپ کا حلیہ مبارک اس طرح نقل کیا ہے۔ پست قد نیلگوں آنکھیں، جسم پر بال بہت کم تھے اور چہرے سے طہارت قلب کی شعائیں جھلکتی تھی۔ (قصص القرآن)

پچھلے واقعات میں گزر چکا ہے کہ حضرت داؤدؑ طالوت کی فوج میں شامل تھے اور جالوت کو قتل کرنے کی بناء پر

آپ بادشاہ مقرر ہوئے آپ شجاعت اور فکر وتدبّر جیسے اوصاف کے پیش نظر کامل واکمل انسان تھے، فتح وکامرانی آپ کے قدم چومتی تھی اور آپ پر خدا کے فضل کا یہ حال تھا کہ دشمن کے مقابلہ میں آپ کی جماعت کتنی ہی مختصر ہوتی کامیابی ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتی۔ اس لئے تھوڑے عرصہ میں آپ نے شام عراق فلسطین اور شرق اردن کے علاقوں پر اپنا حکم نافذ کرلیا۔ اور خلیج عقبہ سے لیکر فرات کے تمام علاقوں اور دمشق تک تمام ملک آپ کے زیرِ نگیں تھا۔ اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ کی حکومت بلا شرکت ساری اقوام

کی واحد سلطنت تھی۔ پھر اتنی عظیم مملکت کے ساتھ ساتھ وحی الہیٰ کے شرف نے آپ کی عظمت وشوکت کو اور بھی زیادہ بلند کردیا تھا۔ رعایا کو یقین تھا کہ اگر حضرت داؤد علیہ السّلام کے سامنے انتہائی پیچیدہ اور کذب واختراء سے ملمع معاملہ بھی پیش ہوجائے تب بھی وحی الہیٰ کے ذریعے آپ پر حقیقتِ حال منکشف ہوجاتی تھی، اس لئے جن وانس میں سے کسی کو بھی یہ حوصلہ نہیں ہوتا تھا کہ ان کے احکام کی خلاف ورزی کریں۔

(قصص القرآن)

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ دو افراد ایک بیل کا جھگڑا لے کر حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوئے۔ ہر ایک یہ کہتا تھا کہ یہ بیل میرا ہے۔ آپ نے اس قضیہ کا فیصلہ دوسرے دن پر موخر کردیا، دوسرے دن آپ نے مدعی سے فرمایا کہ رات کو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ تجھے قتل کردیا جائے لہذا تو صحیح صحیح بات بیان کر، تو اس نے کہا کہ اللہ کے نبی اس مقدمہ میں تو میرا بیان قطعاً سچ ہے۔ لیکن اس واقعہ سے قبل میں نے اس مدعیٰ علیہ کے والد کو دھوکہ دے کر قتل کردیا تھا۔ اس پر آپ نے اس کو قتل کا حکم صادر فرمایا۔ (تاریخ ابن کثیر)

اس قسم کے واقعات اکثر ہوتے تھے جس کی وجہ سے آپ کے حکم اور عظمت کے سامنے سب پست اور فرمانبردار تھے۔ قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی عظمت ومملکت اور تدبر وحکمت اور نبوت کا اظہار کیا گیا ہے۔

قولہ تعالیٰ۔

وَ شَدَدْنَا مُلْکَهٗ وَ اٰتَیْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَ فَصْلَ الْخِطَابِ (صٓ) — اور ہم نے اس کی حکومت کو مظبوط کیا اور اس کو حکمت (نبوت) عطا کی اور صحیح فیصلہ کی قوت بخشی۔

فصل الخطاب کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ بعض نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد زورِ بیان اور قوّت خطابت ہے۔ چنانچہ آپ اونچے درجے کے خطیب تھے اور خطبوں میں حمد وصلوٰۃ کے بعد امّا بعد آپ ہی نے سب سے پہلے کہنا

شروع کیا تھا۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد بہترین قوّتِ فیصلہ ہے۔ یعنی اللہ نے آپ کو جھگڑے چکانے اور تنازعات کے فیصلے کرنے کی قوّت عطا فرمائی تھی۔ (معارف القرآن)

زبور اور لحنِ داؤدی

قولہ تعالیٰ

وَ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا۔ اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی اسرائیل کی رشد و ہدایت کے لئے زبور کتاب عطا کی۔ چنانچہ آپ نے شریعتِ موسوی کو از سرِ نو زندہ کیا، اسرائیلیوں کو راہِ ہدایت دکھائی اور نورِ وحی سے مستفیض ہو کر تشنہ گانِ معرفتِ الٰہی کو سیراب فرمایا۔ زبور خدا کی حمد کے نغموں سے معمور تھی۔ اور حضرت داؤد علیہ السّلام کو خدا تعالیٰ نے ایسا لہجہ اور سحر انگیز لحن عطا فرمایا تھا کہ آپ جب زبور کی تلاوت فرماتے تو جن و انس، حتیٰ کہ وحوش و طیور تک وجد میں آ جاتے اس لئے لحنِ داؤدی آج تک ضرب المثل ہے۔

مسند عبدالرزاق میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسنِ صوت کو سنتے تو فرماتے کہ ابوموسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے لحن داؤدی عطا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح فرمایا ہے۔

وَلَقَدۡ اٰتَیۡنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضۡلًا ؕ یٰجِبَالُ اَوِّبِیۡ مَعَهٗ وَ الطَّیۡرَ ۚ

اور ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے برتری عطا کی تھی، ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا کہ اے پہاڑ داؤد کے ساتھ تسبیح میں موافقت پیدا کرو اور پرندوں کو بھی یہی حکم دیا۔

اس سے مراد وہ صفات ہیں جو دوسروں سے زائد آپ کو عطا کی گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی و پیغمبر کو بعض امتیازی صفات عطا کی ہیں جو ان کی مخصوص فضیلت سمجھی جاتی ہے۔ آپ کو نبوت و رسالت کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کی سلطنت و حکومت بھی عطا فرمائی۔ اور ایسی خوش آوازی دی کہ جب اللہ کے ذکر اور زبور کی تلاوت میں مشغول ہوتے تو پرندے ہوا میں اڑتے ہوئے سننے کو جمع ہو جاتے تھے اور اللہ نے پہاڑوں کو حکم دیا کہ جب داؤدؑ اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں تو تم بھی وہ کلمات پڑھ کر لوٹاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اَوِّبِیۡ کی تفسیر سَبِّحِی فرمائی۔ (ابن کثیر)

یہ پہاڑوں کی تسبیح جو وہ حضرت داؤدعلیہ السّلام کے ساتھ ساتھ کرتے تھے اس عام تسبیح کے علاوہ ہے جس میں کل مخلوق شریک ہے جو ہر وقت اور ہر زمانے میں جاری ہے۔جس کے بارے میں ارشاد ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَئْیٍ اِلاَّ یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّاتَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ۔

اور دنیا کی کوئی ایسی چیز نہیں جو اللہ کی حمد وثنا نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

حضرت داؤدعلیہ السّلام کی آواز کے ساتھ پہاڑوں کی آواز ملانا اور تسبیح کو دھرانا یہ صدائے بازگشت کے طور پر نہ تھا جو عام طور پر گندہ یا کنویں وغیرہ میں آواز دیتے وقت آواز کے لوٹنے سے سنی جاتی ہے۔کیونکہ قرآن کریم نے حضرت داؤدعلیہ السّلام پر خصوصی انعام وفضل کی حیثیت سے ذکر فرمایا ہے۔آواز بازگشت میں کسی کی خصوصیت کا کیا تعلق ہے وہ تو ہر انسان چاہے کافر ہی ہو بازگشت کی جگہ میں اس کی آواز بھی لوٹتی ہے۔(معارف القرآن)

حضرت داؤدؑ کے ہاتھ پر لوہے کا موم ہونا

شاہی اور شہنشاہی کے باوجود آپ بیت المال سے ایک حبہ بھی نہیں لیتے تھے۔اپنا اور اہل وعیال کی معاش کا بار بیت المال پر نہیں ڈالتے تھے بلکہ اپنی محنت اور ہاتھ کی کمائی سے حلال روزی حاصل کرتے اور اس کو ذریعہ معاش بناتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ہر کسی انسان کا بہترین رزق اس کے اپنے ہاتھ سے کمایا ہوا رزق ہے اور بلاشبہ حضرت داؤدعلیہ السّلام اپنے ہاتھ سے روزی کماتے تھے۔(بخاری کتاب التجارت)

شیخ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت داؤدعلیہ السّلام دعا مانگا کرتے تھے کہ خدایا ایسی صورت پیدا فرمادے کہ میرے لئے ہاتھ کی کمائی آسان ہوجائے کیوں کہ بیت المال پر میں اپنی معاش کا بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔دراصل حضرت داؤدعلیہ السلام کا یہ پاک جذبہ اس پیغمبرانہ امتیازات میں سے تھا جس کا ذکر قرآن عزیز نے تمام پیغمبروں کی رشد وہدایت کے سلسلہ میں کیا ہے کہ ہر نبی اپنی امت کو جب پیغام الٰہی سناتا ہے تو ساتھ ساتھ یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ میں تم سے اس خدمت کا کوئی معاوضہ نہیں چاہتا میرا معاوضہ تو اللہ کے ذمہ ہے۔

ابن کثیر نے ابن عساکر کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت داؤدعلیہ السلام بھیس بدل کر نکلا کرتے اور لوگوں سے اور باہر سے آنے جانے والوں سے دریافت فرماتے کہ داؤد کیسا آدمی ہے،لیکن ہر شخص کو تعریف کرتا ہوا پاتے،کسی سے

کوئی بات اپنی نسبت قابل اصلاح نہ سنتے۔

ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو انسانی شکل میں نازل فرمایا، آپ کی اس سے ملاقات ہوئی تو اس سے بھی یہی سوال کیا اس فرشتے نے کہا کہ داؤد ہے تو اچھا آدمی لیکن اس میں اگر ایک کمی نہ ہوتی تو وہ کامل بن جاتا۔ آپ نے بڑی رغبت سے پوچھا کہ وہ کیا ہے تو اس نے کہا کہ یہ اپنا بوجھ مسلمانوں کے بیت المال پر ڈالے ہوئے ہے خود بھی اس میں سے لیتا ہے اور اپنے اہل وعیال کو بھی اسی میں سے کھلاتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السّلام کے دل پر یہ بات اثر کر گئی اور اسی وقت جناب باری تعالیٰ کی طرف نہایت تضرّع وزاری سے جھکے اور دعائیں کرنے لگے کہ خدایا مجھے کوئی کام کاج ایسا سکھادے جس سے میں اتنا حاصل کر لیا کروں جو مجھے اور میرے اہل وعیال کو کافی ہو جایا کرے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں زِرہیں بنانا سکھلائیں پھر اپنی رحمت سے ان کے لئے لوہے کو بالکل نرم کر دیا۔ لوہے کو جس قدر کھینچتے اور جدھر موڑتے لوہا موم کی طرح اُدھر ہی مڑ جاتا۔

حضرت داؤد کو زرہ سازی کی صنعت اللہ نے سکھائی

اشعار

حضرت داؤد بھی تھے بادشاہ قوت انکی تھی زرّہ سازی کی راہ
اس مشقت پر ذرا کرنا نگاہ کیامقام خوف ہے دنیا میں آہ
کیا یہاں تقدیر سے تکرار ہے

قولہٗ تعالیٰ

وَاَلَنَّالَهُ الْحَدِيْدَ ۔اَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ وَاعْمَلُوْ ا صَالِحًا۔اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ (سبا)	اور ہم نے اس کیلئے لوہے کو نرم کر دیا۔کہ اے داؤد پوری پوری زرہیں بنا اور جال بننے میں کڑیوں کا صحیح اندازہ رکھ،اورتم سب نیک کام کرتے رہو بیشک تم جو کام کرتے ہو میں وہ سب دیکھ رہا ہوں

زِرہ کی قیمت

خدا کا ایسا فضل آپ پر ہوا کہ آپ کے لئے لوہا بالکل نرم کر دیا گیا نہ انھیں لوہے کو بھٹی میں ڈال کر گرم کرنے کی ضرورت تھی اور نہ ہی ہتھوڑے مارنے کی حاجت ۔لوہا ہاتھ میں آتے ہی ایسا ہو جاتا جیسے دھاگہ،اب اس لوہے سے بفرمانِ خداوندی آپ زرہیں بناتے تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دنیا میں سب سے پہلے زرہ آپ ہی نے ایجاد کی ہے ۔دن میں صرف ایک زرہ بناتے جو چھ ہزار میں بک جاتی۔ دو ہزار گھر بار کے خرچ کیلئے رکھ لیتے اور باقی چار ہزار لوگوں کے کھلانے پلانے میں صرف کر دیتے۔(ابن کثیر)

زرہ بنانے کی ترکیب داؤد علیہ السلام کو خود خدا نے سکھائی۔

جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ — اور ہم نے داؤدؑ کو زرّہ بنانا سکھایا تاکہ
لِتُحْصِنَكُمْ مِنْ بَاْسِكُمْ۔ — وہ تم کو تمہاری لڑائی میں ظ رکھے۔

(انبیاء)

پرانے زمانے کی لڑائی میں یہ زرّہ بڑے بچاؤ کا کام دیتی تھی۔ یہ ایک قسم کا کرتا ہوتا تھا جو لوہے کی تاروں سے بُنا جاتا تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں چونکہ لوہا نرم ہو جاتا تھا اس لئے آپ بغیر کسی تکلیف کے اور بدوں آگ کے یہ کام کیا کرتے تھے۔

صنعت و حرفت کی بڑی فضلیت ہے

آیت مذکورہ سے ثابت ہوا کہ اشیائے ضرورت کی ایجاد، صنعت و حرفت ایک ایسی چیز ہے کہ حق تعالیٰ نے خود اس کی تعلیم دینے کا اہتمام فرمایا ہے۔ اور اپنے عظیم الشان پیغمبروں کو سکھایا۔ حضرت داؤد علیہ السّلام کو زرہ سازی کی صنعت سکھانا مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہے۔

حضرت نوح علیہ السّلام کو کشتی بنانی اس طرح سکھائی گئی (وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا یعنی ہمارے سامنے کشتی بناؤ) اسی طرح دوسرے انبیاء علیہم السّلام کو بھی مختلف صنعتیں سکھانا بعض روایات سے ثابت ہے۔ الطب النبوی کے نام سے ایک کتاب امام حدیث حافظ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت کے ساتھ چھپی ہے اس میں ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ انسانی زندگی کے لئے جتنی اہم اور ضروری صنعتیں ہیں، مثلاً مکان بنانا کپڑا بننا درخت بونا اور دکھانے کی چیزیں تیار کرنا نقل و حرکت کے لئے پہیوں کی گاڑی بنا کر چلانا وغیرہ، یہ سب ضروری صنعتیں اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی انبیاء علیہم السّلام کو سکھلائیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس صنعت کے ذریعہ لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوں اس کا سیکھنا اور سکھانا داخل ثواب ہے، بشرطیکہ نیت خدمت خلق کی ہو، صرف کمائی ہی مقصود نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو صنعتکار اپنی صنعت میں نیک نیت یعنی خدمت خلق کا جذبہ رکھے اس کی مثال امّ موسیٰ کی ہو جاتی ہے کہ انھوں نے اپنے ہی بچے کو دودھ پلایا اور معاوضہ فرعون کی طرف سے مفت میں مِلا۔ (معارف القرآن)

حضرت داؤد علیہ السّلام کے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا جس کا آپ نے فیصلہ کیا۔ آگے اس کا ذکر ہے۔

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ اِذْ يَحْكُمَانِ فِى الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۔وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شَاهِدِيْنَ۔ (انبیائ)	اور داوٗد اور سلیمان کے اس واقعہ کا بھی تذکرہ کیجئے کہ جب وہ دونوں کسی کھیتی کے جھگڑے کا کہ اس کھیتی میں کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت گھس تئی تھیں۔ فیصلہ کرنے لگے اور ہم اس فیصلہ کو جو لوگوں کے متعلق ہوا تھا دیکھ رہے تھے۔

واقعہ

ایلیا نامی ایک باغبان تھا، اس کے باغ میں یوحنا چرواہے کی بکریاں بے خبری کی وجہ سے گھس آئیں اور باغ کو خراب کر گئیں۔ یہ مقدمہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے باغ والے کے نقصان میں یوحنا کی بکریاں ایلیا کو دلوا دیں۔ چونکہ نقصان کی قیمت بکریوں کی قیمت کے برابر تھی اس لئے بطور ضمان بکریاں ایلیا کو دلوادیں۔ بعض مفسرین نے باغ کے بجائے کھیت کا ذکر کیا ہے۔ (کشف الرحمن)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ کھتی انگور کی تھی جس سے خوشے لٹک رہے تھے۔ (ابن کثیر)

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کا یہ فیصلہ سن کر بکریوں والے اپنی بکریاں دے کر صرف کتوں کو ساتھ لیکر واپس جا رہے تھے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام نے ان سے پوچھا کہ تمہارا فیصلہ کیا ہوا؟ انھوں نے بے خبر دی تو آپ نے فرمایا کہ میں اگر اس جگہ ہوتا تو اس طرح فیصلہ کرتا۔ (ابن کثیر)

جب اس کی اطلاع حضرت داوٗد علیہ السلام کو ملی تو انھوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو بلا کر پوچھا کہ اگر یہ معاملہ تمہارے سپرد کیا جائے تو تم اس میں کیا فیصلہ کروگے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں باغبان کو بکریاں دلواؤں کہ وہ ان بکریوں کے دودھ سے فائدہ اٹھائے اور ان سے بچے حاصل کرے، اور یوحنا کو حکم دوں کہ وہ باغ کی آبیاری کرے۔ جب باغ اپنی اصلی حالت پر آجائے تو وہ باغ یا کھیت اصل مالک کو لوٹا کر اپنی بکریاں اس سے حاصل کرلے۔ اس پر حضرت داوٗد علیہ السلام نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا فیصلہ نافذ کر دیا۔ حضرت داوٗدؑ نے ایک شرعی فیصلہ کیا تھا اور حضرت سلیمانؑ نے صلح کا طریقہ اختیار کیا۔ کما قولہ تعالیٰ۔

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمَانَ وَ کُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّ عِلْمًا۔

پھر ہم نے فیصلہ کی آسان شکل سلیمانؑ کو سمجھا دی اور دونوں ہی کو فیصلہ کی صلاحیت اور علم عطا کیا تھا۔

دوسرا واقعہ

مسندِ احمد میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ دو عورتیں تھیں جن کا ساتھ ان کے دو بچے بھی تھے۔ بھیڑیا آ کر ایک بچے کو اٹھا کر لے گیا۔ ایک بچہ جو رہ گیا تھا اس پر دونوں عورتیں آپس میں جھگڑنے لگیں کہ یہ میرا ہے۔ آخر یہ مقدمہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا آپ نے بری عورت کے حق میں یہ فیصلہ دیدیا کہ یہ بچہ تیرا ہے۔ جب یہ یہاں سے نکلیں تو راستہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام تھے انھوں نے دونوں کو بلا کر فرمایا کہ چھری لاؤ میں اس بچے کو کاٹ کر آدھا آدھا ان دونوں کو دے دیتا ہوں، اس پر بڑی تو خاموش ہوگئی مگر چھوٹی نے واویلا شروع کر دیا کہ خدا آپ پر رحم کرے آپ ایسا نہ کیجئے بلکہ یہ لڑکا اسی کا ہے اسی کو دے دیجئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اس معاملہ کو سمجھ گئے اور بچہ چھوٹی عورت کو دلا دیا۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم شریف میں بھی ہے۔

تیسرا واقعہ

ایسا ہی ایک واقعہ ابن کثیر نے ابن عساکر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ایک خوبصورت عورت سے ایک رئیس نے ملنا چاہا لیکن عورت نے نہ مانا، اسی طرح تین اور شخصوں نے بھی اس سے برائی کا ارادہ کیا لیکن وہ باز رہی، اس پر وہ رؤسا بگڑ گئے، اور آپس میں اتفاق کر کے حضرت داؤد علیہ السلام کی عدالت میں جا کر سب نے گواہی دی کہ یہ عورت اپنے کتے سے ایسا کام کراتی ہے۔ چاروں کے متفقہ بیان پر حکم ہوا کہ اسے رجم کیا جائے، اسی شام کو حضرت سلیمان اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ بیٹھ کر آپ حاکم بنے اور چار لڑکے ان لوگوں کی طرح آپ کے پاس اس مقدمہ کو لائے اور عورت کی نسبت یہی کہا، آپ نے حکم دے دیا کہ ان چاروں کو الگ الگ کر دو۔ پھر ایک کو اپنے پاس بلایا اس سے کتّے کا رنگ تو اس نے کہا کہ سیاہ تھا۔ دوسرے کو اپنے پاس بلایا اور اس سے بھی یہی پوچھا تو اس نے کہا کہ سرخ رنگ کا تھا، تیسرے نے کہا کہ خاکی رنگ کا تھا۔ چوتھے نے کہا کہ اس کا رنگ سفید تھا۔ آپ نے اسی وقت فیصلہ دے دیا کہ یہ نری تہمت ہے اور ان چاروں کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت داؤدؑ کے سامنے بھی یہی واقعہ بیان کیا گیا۔ آپ نے اسی وقت ان چاروں امیروں کو بلایا اور اسی طرح ان سے الگ الگ اس کتے کے رنگ کے متعلق سوال کیا تو یہ گڑبڑا گئے۔ کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ۔ آپؑ کو ان کا جھوٹ معلوم ہو گیا اور حکم دیا کہ انھیں قتل کر دیا جائے۔ (ابن

کثیر)

حضرت داؤد علیہ السلام کی آزمائش اور استغفار

قرآن مجید نے مندرجہ ذیل آیت میں یہ واقعہ درج فرمایا ہے۔

وَهَلْ اَتٰکَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُ الْمِحْرَابَ ۔اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ فَاحْكُمْ	اور اے پیغمبر ان مقدمہ والوں کی خبر بھی آپ کو پہنچی ہے جب کہ وہ عبادت خانے کی دیوار پھاند کر داؤدؑ کے پاس پہنچے اور داؤد انکو دیکھ کر گھبرا گئے وہ کہنے لگے کہ آپ ڈریں نہیں ہم ایک

بَیْنَنَا بِالْحَقِّ وَلاَ تُشْطِطْ
وَاھْدِنَآاِلٰی سَوَآئِ الصِّرَاطِ اِنَّ
ھٰذَآاَخِیْ لَہٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ
نَعْجَۃً وَّلِیَ نَعْجَۃٌ وَّاحِدَۃٌ ۔
فَقَالَ اَکْفِلْنِیْھَا وَعَزَّنِیْ فِی
الْخِطَابِ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَکَ
بِسُؤَالِ نَعْجَتِکَ اِلٰی نِعَاجِہٖ ط
وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْخُلَطَآئِ لَیَبْغِیْ
اِلَّاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُو
الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّاھُمْ وَظَنَّ
دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰہُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّہٗ
وَخَرَّ رَاکِعًاوَّ اَنَابَ۔ فَغَفَرْنَالَہٗ
ذَالِکَ وَ اِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی
وَحُسْنَ مَاٰبٍ۔
(ص۔ع۲)

جھگڑے کے دوفریق ہیں ہم میں سے ایک نے دوسرے پرزیادتی کی ہےسو آپ ہم میں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں اور بے انصافی نہ کریں اور ہم کوسیدھی راہ بتادیں یہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانویں دنبیاں اور میرے پاس صرف ایک ہے، یہ کہتا ہے کہ وہ ایک دنبی بھی میرے حوالے کردے اور گفتگو میں مجھ کو دبالیتا ہے ۔داؤد نے کہا کہ جو تیری دنبی کو اپنی دنبیوں کے ساتھ ملانے کی غرض سے مانگتا ہے وہ واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے اور بلاشبہ شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کیا کرتے ہیں مگر ہاں وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور نیک کاموں کے پابند ہیں وہ زیادتی نہیں کرتے اور ایسے لوگ بہت

ہی کم ہیں اور داؤد سمجھ گیا کہ ہم نے
اس کو آزمایا ہے تو ہو اپنے رب سے
معافی طلب کرنے لگا اور سجدے میں
گر پڑا ہم نے اس کی وہ بات جس
سے وہ توبہ کر رہا تھا معاف کر دی اور
اس کے لئے ہمارے ہاں بڑا قرب
ہے اور بڑی اچھی باز گشت
ہے۔(سجدہ)

(نوٹ) قارئین سے گزارش ہے کہ یہ آیت سجدے کی ہے جو شخص بھی اس کو پڑھے اس پر سجدہ لازم ہے)

ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کا واقعہ ذکر فرمایا ہے۔قرآن کریم میں یہ واقعہ جس انداز سے بیان کیا گیا ہے اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت گاہ میں دو فریقوں کو جھگڑتے ہوئے بھیج کر ان کا کوئی امتحان کیا تھا۔حضرت داؤدؑ نے اس امتحان پر متنبہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا اور سجدے میں گر پڑے۔

مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ آپ اپنے ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع فرماتے تھے اور کبھی ذرا سی بھی لغزش ہو جائے تو فوراً استغفار کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔اس لئے بعض محقق اور محتاط مفسرین نے ان آیات کی تشریح میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خاص حکمت اور مصلحت سے اپنے جلیل القدر پیغمبر کی اس لغزش اور امتحان کی تفصیل کو کھول کر بیان نہیں فرمایا،اس لئے ہمیں بھی اس کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے اور جتنی بات قرآن میں مذکور ہے صرف اتنی بات پر ایمان رکھنا چاہئے۔حافظ ابن کثیر جیسے محقق نے بھی اپنی تفسیر میں اسی پر عمل کی ہے اور بلاشبہ سب زیادہ محتاط اور سلامتی کا راستہ یہی ہے۔ (معارف القرآن)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس لغزش کی تشریح اس طرح بیان فرمائی ہے کہ مقدمہ کے دو فریق دیوار پھاند کر اندر داخل ہوئے اور طرزِ مخاطبت بھی انتہائی گستاخانہ اختیار کیا کہ شروع ہی سے حضرت داؤد علیہ السّلام کو انصاف کرنے اور ظلم نہ کرنے کی نصیحتیں شروع کر دیں۔اس انداز کی گستاخی کی بنا پر کوئی عام آدمی ہوتا تو انھیں جواب دینے کے بجائے الٹا سزا دیتا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کا یہ امتحان فرمایا وہ بھی غصہ میں آ کر انھیں سزا دیتے ہیں یا پیغمبرانہ عفو و تحمل سے کام لے کر ان کی بات سنتے ہیں۔آپؑ اس امتحان میں پورے اترے،لیکن اتنی سی

فروگذاشت ہوگئی کہ فیصلہ سناتے وقت ظالم کو خطاب کرنے کے بجائے مظلوم کو مخاطب فرمایا جس سے ایک گونہ جانبداری مترشح ہوتی تھی مگر اس پر فوراً متنبہ ہوا اور سجدے میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف فرمادیا۔(بیان القرآن)

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنا نظم اوقات ایسا بنایا ہوا تھا کہ چوبیس گھنٹے میں ہر وقت گھر کا کوئی نہ کوئی فرد عبادت ذکر و تسبیح میں مشغول رہتا تھا۔ایک روز انھوں نے باری تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے پروردگار دن اور رات کی کوئی ایسی گھڑی نہیں گزرتی جس میں داؤد کے گھر والوں میں سے کوئی نہ کوئی آپ کی عبادت نماز اور تسبیح اور ذکر میں نہ ہو۔ باری تعالیٰ نے فرمایا کہ داؤدؑ یہ سب کچھ میری توفیق سے ہے، اگر میری مدد شامل حال نہ ہوتو یہ بات تمہارے بس کی نہیں، ایک دن میں تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دوں گا۔اس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ وہ آپ کی عبادت میں مشغول ہونے کا وقت تھا اس ناگہانی قضیہ سے ان کی ملاقات کا نظم تبدیل ہو گیا حضرت داؤد جھگڑا چکانے میں مشغول ہو گئے اور آلِ داؤد کا کوئی اور فرد بھی اس وقت عبادت اور ذکر الہٰی میں مصروف نہ تھا، حضرت داؤد علیہ السلام کو تنبیہ ہوئی کہ جو فخریہ کلمہ زبان سے نکل گیا تھا یہ مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔اس لئے آپ نے استغفار فرمایا۔اس توجیہ کی تائید عبداللہ بن عباسؓ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے جو مستدرک حاکمؒ میں صحیح سند منقول ہے۔

(معارف القرآن ۷/۵۲۰)

استغفار

بہرحال آزمائش اور امتحان کی وجہ کچھ بھی ہو حضرت داؤد علیہ السّلام سجدے میں گرے اور رونا شروع کردیا یہاں تک کہ نہ کچھ کھایا اور نہ پیا آٹھویں پہر روتے ہی رہے اور اپنے پروردگار کو پکارتے رہے اور اپنی توبہ کی قبولیت کے لئے درخواست کرتے رہے،لوگ ان کو بیمار سمجھ کر ان کی عیادت کو آتے حالانکہ وہ بیمار نہ تھےلیکن اللہ کے خوف نے آپ کا یہ حال کردیا تھا۔بنی اسرائیل کے بڑے بڑے راہب بھی ان کے ساتھ رونے میں شریک ہوتے تھے۔حضرت داؤدؑ اپنی ایک معمولی لغزش پر اس قدر متاثر ہوئے اور حضرت حق کے امتحان کی تاب نہ لاسکے بار بار فرماتے۔

سبحٰنک الٰھی اذا ذکرت خطیئتی ضاقت علیّ الارض بما رحبت واذا ذکرت رحمتک ارتد ت علی روحی سبحانک الٰھی اتیت اطباء عبادک لید اولی خطیئتی وکلھم علیل بذنبی۔ (کشف الرحمن)	تیری ذات پاک ہے اے اللہ جب میں اپنی خطا کو یاد کرتا ہوں تو میرے اوپر زمین باوجود اپنی کشائش کے تنگ ہوجاتی ہے، اور جب تیری رحمت کو یاد کرتا ہوں تو میری روح مجھ میں واپس آجاتی ہے۔الٰہیٰ میں تیرے طبیب بندوں کے پاس میں گیا تا کہ وہ میری مرض کی دوا کریں مگران تمام طبیبوں کو اپنے گناہوں کی وجہ سے بیمار پایا۔

آپ کا یہ رونا ایک عرصہ جاری رہا۔آخر حضرت حق کی عنایت نے دستگیری فرمائی اور ارشاد فرمایا۔

فَغَفَرْ نَا لَهٗ ذَالِکَ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ۔ (صٓ)	پھر ہم نے وہ لغزش اسکی معاف کردی اور بلاشبہ اس کیلئے ہمارے پاس خاص قرب ہے اور بڑی اچھی بازگشت ہے۔

بنی اسرائیل کی نافرمانی اوراس کی سزا

بنی اسرائیل کا ایک گروہ شہر ایلیا میں دریا کے کنارے آباد تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کا امتحان لیا اور حکم دیدیا کہ ہفتے کے دن مچھلیوں کا شکار نہ کریں، ادھر مچھلیاں بھی ہفتے کے دن دریا کے کنارے پر آجاتیں اور آگے پیچھے بالکل غائب ہوجاتیں، اور ہفتے کو یہ مچھلیاں پکڑنے سے روک دیئے گئے۔

مچھلی دریا کے کنارے رہنے والوں کو ویسے بھی مرغوب ہوتی ہے، جب کچھ دن ان کو مچھلیاں نہ ملیں تو ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔جب اس حسرت سے بے تاب ہوئے تو آپس میں مشورہ کیا کہ کسی حیلہ سے مچھلیاں پکڑی جائیں تاکہ حرام فعل سے بھی باز رہیں اور مچھلی کے شکار کو دریا کے کنارے پر گڑھے کھودے جائیں اور نالیوں سے ان گڑھوں کو دریا سے ملا دیا جائے ۔چنانچہ دریا کا پانی ان گڑھوں میں بھر جاتا اور پانی کے ہمراہ مچھلیاں بھی ان میں آجاتیں جب مچھلیاں خوب بھر جاتیں تو ان نالیوں کو بند کر دیتے تا کہ مچھلیاں نکل نہ جائیں ۔اور اتوار کے دن ان

مچھلیوں کو پکڑ لیتے اور فروخت کرتے اور خود بھی کھاتے اور کہتے کہ ہم نے ہفتے کے دن شکار نہیں کیا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے بھی مہلت دیدی تاکہ باز آجائیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ اس شہر کے لوگوں میں اس بدعملی کی بنا پر تین گروہ ہو گئے تھے۔ ان میں سے تقریباً بارہ ہزار نصیحت کرنے والے تھے۔ اور ایک جماعت ایسی تھی جو نصیحت کرنے والوں کو کہتی کہ تم انکو نصیحت کیوں کرتے ہو ان کو تو خود خدا سنبھالیگا۔

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا نِ اللّٰہُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا۔	اور جب ان میں سے ایک جماعت نے جو نافرمانی نہیں کرتی تھی نصیحت کرنے والوں سے کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو خدا ہلاک کرنے والا ہے یا ان کو سخت عذاب کرنے والا ہے۔

اور وہ ان کو جواب دیتے کہ

مَعْذِرَةً اِلٰی رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۔	تمہارے رب کے روبرو اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوسکیں اور اس توقع پر بھی کہ شاہد یہ باز آجائیں۔

منع کرنے والوں نے حق امر بالمعروف ونہی عن المنکر ادا کیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے اپنے اور اس بدذات گروہ کے درمیان ایک دیوار کھینچ لی تھی اور اپنے کسی کو ان کے پاس نہیں جانے دیتے تھے اور نہ ان میں سے کسی کو اپنے پاس آنے دیتے تھے۔ یہ تقریباً ستر ہزار افراد تھے جو اس گناہ اور جرم عظیم میں مبتلا تھے چوں کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو مہلت دی ہوئی تھی اس لئے یہ اس کام کو حلال سمجھتے تھے۔ کہتے ہیں کہ چالیس یا ستر برس تک وہ اس نافرمانی پر قائم رہے یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السّلام کی نبوّت اور خلافت کا زمانہ آپہنچا۔ آپ نے اُن کے حال پر مطلع ہو کر ان کو نصیحت فرمائی اور اس سے منع فرمایا اور عذابِ خداوندی سے ڈرایا۔ لیکن وہ باز نہ آئے اور کہنے لگے کہ ہم تو عرصہ سے یہ کام کرتے آئے ہیں۔ اور یہ لوگ مچھلیوں کے اس کاروبار سے کافی تونگر ہو گئے تھے اور ان لوگوں نے صاف انکار کر دیا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان لوگوں پر بددعا فرمائی حق تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ (عزیزی)

جیسا کہ ارشاد ہے۔

لُعِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ۔

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی روش اختیار کی تھی ان پر داؤدؑ اور عیسیٰؑ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔

بندر

اللہ تعالیٰ نے ان سے انتقام لیا۔ ارشاد ہے۔

فَلَمَّا عَتَوۡا عَنۡ مَّا نُهُوۡا عَنۡهُ قُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً خٰسِئِيۡنَ۔

پھر جس کام سے انھیں منع کیا گیا وہ اس کام میں حد سے بڑھ گئے تو ہم نے ان کو کہا کہ تم ذلیل وخوار بندر ہو جاؤ۔

تفسیر عزیزی میں مذکور ہے کہ مچھلیوں کا گوشت ان کے پیٹ میں فاسد ہوا اور ایک دم ان کی جلد کی طرف دفع ہو کر ان کی کھال نے بندروں کی کھال کا اور شکلوں نے بندروں کی شکلوں کا روپ دھار لیا اور بولنے کی قوت بھی ان سے زائل ہو گئی۔

ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جوان افراد بندر اور بوڑھے خنزیر بن گئے۔ تین دن میں اسی حالت میں مر گئے۔

ابن کثیر میں ہے کہ مسلم جماعت نے اس حیلہ جو فرقہ کا مکمّل بائیکاٹ کر دیا اور ان سے بالکل الگ ہو گئے۔ بستی کے درمیان ایک دیوار کھینچ لی اور اپنے آنے جانے کے لئے ایک دروازہ کھول رکھا۔ اس پر بھی ایک مدت اس طرح گزر گئی۔ ایک دن جب مسلمان صبح کو جاگے تو دیکھا کہ کافی دن چڑھ گیا ہے۔ لیکن ان لوگوں کے ابھی دروازے بند ہیں اور نہ ہی ان کی آوازیں آ رہی ہیں۔ یہ لوگ متحیّر تھے کہ آج کیا بات ہے۔ آخر جب کافی دیر گزر گئی تو لوگوں نے دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو تمام لوگ بمع عورتوں اور بچوں کے بندر ہو گئے ہیں، ان کے گھر جو راتوں کو بند تھے اسی طرح بند ہیں اور وہ کل انسان بندروں کی صورت میں ہیں جن کی دُمیں نکلی ہوئی ہیں۔ بچے چھوٹے بندروں کی شکل میں۔ مرد بڑے بندروں کی شکل میں اور عورتین بندریاں بنی ہوئی ہیں۔ ہر ایک پہچانا جاتا کہ یہ فلاں مرد ہے یہ فلاں عورت ہے اور یہ فلاں بچہ ہے۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ آسمانی آواز آئی کہ تم بندر بن جاؤ۔ چنانچہ سب کے سب بندر بن گئے اور جو لوگ انھیں اس مکر و حیلے سے روکتے تھے اب وہ آئے اور کہنے لگے کہ دیکھو کہ ہم پہلے ہی تمہیں نہیں روکتے تھے، تو سر ہلاتے کہ ہاں۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جوان بندر بن گئے تھے اور بوڑھے سؤر بن گئے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ تھوڑی مدت میں وہ سب ہلاک ہو گئے اور ان کی نسل نہیں ہوئی۔ یہ سب باتیں دن میں یوں ہی ناک رگڑتے رگڑتے مر گئے۔ (ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ وابن جریر۔ وابن ابی حاتم سے بسند صحیح روایت ہے کہ

لم یعش من مسخ قط فوق ثلاثة ایام ولم یاکل ولم یشرب ولم نیسل۔	کوئی بھی مسخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہی نہ اس نے کھایا نہ اس نے پیا نہ اس کی نسل چلی۔

یہ بندر جواب ہیں اور اس وقت تھے یہ تو جانور ہیں جو اسی طرح پیدا کئے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لاترتکبو ماتر تکتب الیهود فتستحلوا محارم اللّٰہ بادنی الحیل۔	تم وہ نہ کرو جو یہودیوں نے کہا حیلے حوالوں سے اللہ کے حرام کو حلال نہ کر لیا کرو، یعنی شرعی احکام میں حیلہ جوئی سے بچو۔

یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

(ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے ان کا عبرتناک انجام ذکر کر کے موجودہ لوگوں کے لئے اور آئندہ والوں کے لئے ارشاد فرمایا کہ

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ (البقرہ)	پھر ہم نے اس واقعہ کو ان لوگوں کیلئے جو وہاں موجود تھے اور جو پیچھے آنے والے تھے ایک عبرت واقعہ بنا دیا اور ڈرنے والوں کیلئے موجب نصیحت بنایا۔

عبادتِ الٰہی

جیسا کہ گزشتہ واقعات میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السّلام نے اللہ کی عبادت کے لئے اپنا نظام الاوقات ایسا بنوایا ہوا تھا کہ چوبیس گھنٹے میں ہر وقت گھر کا کوئی نہ کوئی فرد عبادت ذکر اور تسبیح میں مشغول رہتا تھا ۔خاندان کے افراد پر اوقات تقسیم کر دیئے تھے اس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کا مصلیٰ کسی وقت بھی نماز پڑھنے والے سے خالی نہ رہتا تھا۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نمازوں میں اللہ کے نزدیک محبوب تر نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی ہے۔ وہ نصف رات سوتے پھر ایک تہائی رات عبادت میں کھڑے رہتے۔ پھر آخری چھٹے حصّے میں سوتے۔ اور سب روزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر روزہ داؤد علیہ السلام کا ہے، کہ وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ (ابن کثیر)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام پر اپنی بے بہا نعمتوں کا ذکر کر کے شکر کا حکم دیا کہ

اعملو اال داود شکرا وقلیل — اے آلِ داؤد شکر کا عمل کرو۔ اور
من عبادی الشکور۔ — میرے بندوں میں شکر کرنے والے
(السبا) — بہت کم ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار میں آپ کا شکر کس طرح پورا کرسکتا ہوں۔ جبکہ میرا شکر قولی ہو یا عملی ہو وہ بھی آپ ہی کی عطا کردہ نعمت ہے اور اس پر بھی مستقل شکر واجب ہے۔ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اَلْاٰنَ شَکَرْتَنِیْ یَادَاوٗدُ۔ یعنی اے داؤد اب آپ نے شکر ادا کر دیا۔

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر تشریف لائے اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص ان کو پورا کر لے تو جو فضیلت آل داؤد کو عطا کی گئی تھی اس کو بھی مل جائے گی، صحابہ کرام نے عرض کی کہ وہ تین بڑے کام کیا ہیں فرمایا کہ رضا و غضب دونوں حالتوں میں انصاف پر قائم رہنا۔ اور غنا و فقر کی دونوں حالتوں میں اعتدال و میانہ روی اختیار کرنا ۔اور خفیہ اور اعلانیہ دونوں میں اللہ سے ڈرنا۔ (قرطبی۔ معارف القرآن)

عمر مبارک

مشہور محدث حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روز اول میں جب آدم علیہ السلام کی صلب سے ان کی ذریت

کونکال کران کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے ایک خوبصورت چمکتی ہوئی پیشانی والے شخص کو دیکھ کر دریافت کیا کہ پروردگار یہ کون شخص ہے۔ جواب ملاتمہاری ذریّت سے بہت بعد آنے والی ہستی داوٗد ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی کہ اس کی عمر کیا مقرر کی گئی ہے۔ تو ارشاد ہوا کہ ساٹھ سال۔ تو حضرت آدمؑ نے عرض کی کہ الٰہی میں اپنی عمر کے چالیس سال اس نوجوان کو بخشتا ہوں۔ مگر جب آدمؑ کی وفات کا وقت آ پہنچا تو آدمؑ نے ملک الموت سے کہا کہ ابھی تو عمر کے چالیس سال باقی ہیں۔ فرشتہ موت نے کہا کہ آپ بھول گئے آپ نے تو اپنی عمر کے چالیس سال اپنے بیٹے داوٗد کو دے دیئے تھے۔ لہٰذا اب آپ کی عمر پوری ہوگئی ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عمر مبارک سو سال کی ہوئی۔ (قصص القرآن)

وفات

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت داوٗد علیہ السلام بہت ہی غیرت والے تھے، جب آپ گھر سے باہر جاتے تو دروازہ بند کر کے جاتے۔ پھر کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ ہوتی۔ ایک مرتبہ اسی طرح آپ باہر تشریف لے گئے تو تھوڑی دیر کے بعد ایک بیوی صاحبہ کی نظر اٹھی تو دیکھتی کیا ہیں کہ گھر کے بیچوں بیچ ایک صاحب کھڑے ہیں تو پریشان ہوگئیں اور دوسروں کو بھی دکھایا تو سب آپس میں کہنے لگیں کہ یہ کہاں سے آ گئے دروازے تو بند ہیں۔ خدا کی قسم داوٗد کے سامنے ہماری سخت رسوائی ہوگی۔ اتنے میں حضرت داوٗد علیہ السلام بھی آ گئے۔ آپ نے انھیں کھڑا دیکھا تو پوچھا کہ تم کون ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ ہوں جسے کوئی روک نہیں سکتا، اور وہ ہوں جسے کسی بڑے سے بڑے کی پرواہ نہیں۔ حضرت داوٗد علیہ السلام سمجھ گئے اور فرمانے لگے کہ مرحبا ہو مرحبا ہو آپ ملک الموت ہیں۔ اسی وقت اس نے آپ کی روح قبض کر لی۔ سورج نکل آیا اور آپ پر دھوپ آ گئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت داوٗدؑ پر سایہ کریں تو پرندوں نے اپنے پر کھول کر ایسی گہری چھاؤں کی زمین پر اندھیرا سا چھا گیا۔ پھر حکم کیا کہ ایک ایک کر کے اپنے پروں کو سمیٹ لو۔ (ابن کثیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کا انتقال ہفتے کے دن ہوا اور وہ اس دن مقررہ عبادت میں مشغول تھے۔ اور پرندوں کی ٹکڑیاں اپنے پروں کو ملائے ہوئے ان پر سایہ فگن تھیں آپ نے اسی حالت میں انتقال فرمایا۔ (قصص القرآن)

مدفن

توریت کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داوٗدؑ اپنے باپ دادا کے ساتھ شہر سہون میں دفن ہوئے۔

آپ کا عرصۂ سلطنت

قصص القرآن نے مختلف مکتب تواریخ کے حوالے سے دو روائیتیں نقل کی ہیں، ایک کے مطابق آپ نے اسرائیلیوں پر چالیس سال حکومت کی، اور دوسری روایت کے مطابق ستر حکمت کی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا اِنَّکَ اَنۡتَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡم ط

★★★★★

حضرت سلیمان علیہ السلام

آپ کا ذکر قرآن پاک میں مندرجہ ذیل مقامات پر آیا ہے۔

۱۔	پارہ۱	سورہ البقرہ	رکوع ۱۲
۲۔	پارہ۶	سورہ النساء	رکوع ۲۳
۳۔	پارہ۱۷	سورہ انبیاء	رکوع ۵
۴۔	پارہ۱۹	سورہ نمل	رکوع ۲۔ ۳
۵۔	پارہ ۲۲	سورہ سبا	رکوع ۲
۶۔	پارہ ۲۳	سورہ ص	رکوع ۳

بچپن اور وراثت داؤد

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام میں ذکاوت اور فصل خصومات میں اصابت رائے کا کمال فطرت ہی سے ودیعت کر دیا تھا۔ چنانچہ گزشتہ صفحات کے واقعات اس کے لئے روشن براہین ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے آپ کے اس جوہر کو پہنچان لیا تھا اس لئے بچپن ہی سے آپ کو امور مملکت میں شریکِ کار رکھتے تھے۔ خصوصاً فصل خصومات میں آپ سے ضرور مشورہ فرماتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب جوان ہو گئے تو والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت اور حکومت دونوں میں حضرت داؤد علیہ السلام کا جانشین بنا دیا اور اس طرح فیضانِ نبوت کے ساتھ ساتھ اسرائیلی حکومت بھی آپ کے قبضہ میں آ گئی۔

جس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ہے۔

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوٗدَ۔ اور سلیمان داؤد کا روارث ہوا۔

ابن کثیر یہاں فرماتے ہیں کہ وراثت سے نبوت اور سلطنت کی وراثت مراد ہے مالی وراثت مراد نہیں، ورنہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اور بھی بہت سی اولاد تھی وہ کیوں محروم رہتی۔ صحاح ستہ میں متعدد جلیل القدر صحابہ سے یہ روایت منقول ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نحن معشر الانبیاء لا نورث ماترکنافھو صدقہ۔ (الحدیث)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی وراثتِ مال کا سلسلہ نہیں چلتا، اور ہم جو کچھ چھوڑ دیتے ہیں وہ صدقہ ہو جاتا ہے۔

خصائص سلیمانؑ

حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ نے بعض خصوصیات اور امتیازات سے حضرت سلیمانؑ کو بھی نوازا۔اور اپنی نعمتوں میں سے بعض ایسی نعمتیں عطا فرمائیں جو ان کی زندگی کی طرۂ امتیاز بنیں۔

منطق الطیر

اللہ تعالیٰ نے آپ کو پرندوں کی بولیاں بھی سکھائیں تھیں۔امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس مقام پر مختلف پرندوں کی بولیاں اور حضرت سلیمانؑ کا اس پر یہ فرمایا کہ یہ پرندہ یہ بات کہہ رہا ہے۔تفصیل سے نقل کیا ہے۔اور تقریباً ہر پرندے کی بولی کسی نصیحت کا کوئی جملہ ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَقَالَ يَاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (نمل)

اس نے کہا اے لوگو ہم کو پرندوں کی بولیاں سمجھنے کی تعلیم دی گئی ہے اور ہمیں ہر قسم کی ضروری چیزیں دی گئیں۔

تفسیر معارف القرآن میں ہے کہ آیت منطق الطیر میں پرندوں کی بولی کی تخصیص ہُد ہُد کے واقعہ کی وجہ سے ہے جو ایک پرندہ ہے۔ورنہ حضرت سلیمانؑ کی تو پرندے چرندے اور تمام حشرات الارض کی بولیاں سکھائی گئی تھیں۔

تسخیر ریاح

حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت حقہ کی خصوصی امتیازات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو ان کے حق میں مسخر کر دیا تھا اور وہ ان کے زیر فرمان کر دی گئی تھی۔چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب چاہتے تو صبح کو ایک مہینہ کی مسافت اور شام کو ایک مہینہ کی مسافت کے برابر سفر کر لیتے۔

تختِ سلیمانی

تفسیر ابن کثیر میں تختِ سلیمانؑ جو ہوا پر چلتا تھا اس کی کیفیت یہ بیان کی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے لکڑی کا ایک

بہت بڑا وسیع تخت بنوایا تھا جس پر خود مع اعیان سلطنت اور مع لشکر و الاتِ حرب کے سب سوار ہو جاتے، پھر ہوا کو حکم دیتے ہوا اس عظیم الشان وسیع و عریض تخت کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر جہاں کا حکم ہوتا وہاں لے جا کر اتار دیتی۔ یہ ہوائی تخت صبح سے دوپہر تک ایک مہینہ کی مسافت طے کر لیتا تھا اور اسی طرح دوپہر سے شام تک ایک مہینہ کی، یعنی ایک دن میں دو مہینوں کی مسافت ہوا کے ذریعے طے ہو جاتی تھی۔

ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ اس تخت پر چھ ہزار کرسیاں رکھی جاتی تھیں جس پر سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اہل ایمان سوار ہوتے تھے اور ان کے پیچھے اہل ایمان جن بیٹھے تھے۔ پھر پرندوں کو حکم ہوا کہ وہ پورے تخت پر اپنے پروں سے سایہ کریں تاکہ آفتاب کی تپش سے تکلیف نہ ہو۔ پھر ہوا اس عظیم الشان مجمع کو اٹھا کر جہاں حکم ہوتا پہنچا دیتی تھی۔

بعض روایات میں ہے کہ اس پورے ہوائی سفر کے دوران حضرت سلیمان علیہ السلام سر جھکائے ہوئے اللہ کے ذکر و شکر میں مشغول رہتے، دائیں بائیں نہ دیکھتے اور اپنے عمل سے تواضع کا اظہار فرماتے تھے۔

اسی کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيحَ غُدُوُّهَا	اور ہم نے سلیمانؑ کیلئے ہوا کا صبح کا چلنا
شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ	اور شام کا چلنا ایک ایک مہینہ کی مسافت تھی۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام صبح کو بیت المقدس سے روانہ ہوتے تو دوپہر کو اصطخر میں قیام فرماتے اور دوپہر کا کھانا کھاتے۔ پھر یہاں سے بعد ظہر واپس جاتے تو کابل میں پہنچ کر رات ہوتی تھی۔ اور بیت القدس اور اصطخر کے درمیان اتنی مسافت ہے جو تیز سواری پر چلنے والا ایک ماہ میں طے کر سکتا ہے۔ (ابن کثیر)

تفسیر معالم تنزیل میں مقاطین بن حبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے دو فرسخ ریشمی فرش بناتے اس کے درمیان سونے کا منبر رکھتے اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام بیٹھے تھے۔ اور اارد گرد تین ہزار طلائی نقرائی کُرسیاں بچھائی جاتیں جب پر علماء فضلاء بیٹھتے تھے۔ پرندے ان پر سایہ کرتے پھر ہوا تخت کو اٹھا کر لے جاتی اور یہ بھی معالم تنزیل میں ہے کہ سلیمان علیہ السلام صبح دمشق سے سوار ہو کر اصطخر جو دمشق سے ایک ماہ کا راستہ ہے وہاں قیلولہ فرما کر پھر بابل جاتے پھر سمرقند میں رات گزارتے ایک بار صبح عراق سے سوار ہو کر

شہر مرو میں دوپہر کو پہنچے اور عصر کی نماز بلخ میں پڑھ کر چیسن تشریف لے گئے رات وہاں گزار کر صبح سمندر کے ساحل کے راستے قندھار پہنچے۔

وہاں سے مان گئے پھر ایران پہنچے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تسخیر ہوا کا معجزہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس عمل کے صلہ میں عطا ہوا تھا کہ ایک روز حضرت سلیمانؑ اپنے گھوڑوں کا معائنہ کر رہے تھے اس میں اس قدر مشغول ہوئے کہ عصر کی نماز قضاء ہوگئی۔(معارف القرآن)

کما قولہ تعالیٰ

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ	جب اس کے روبرو شام کے وقت ایسے
الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ فَقَالَ اِنِّيْ	اصیل گھوڑے پیش کئے گئے جو تیز رفتار
اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ	تھے،تو سلیمانؑ نے کہا کہ میں اپنے رب
رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ	کے ذکر سے اس مال کی محبت میں لگ کر
۔رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا	غافل ہو گیا ہوں یہاں تک کہ سورج
بِالسُّوْقِ	پردے میں چھپ گیا۔ذرا ان کو میرے
وَالْاَعْنَاقِ۔	پاس واپس لاؤ۔چنانچہ سلیمانؑ نے ان کی
(ص)	گردنوں اور پ پنڈلیوں پر ہاتھ صاف
	کرنا شروع کر دیا۔

کہتے ہیں کہ یہ دریائی گھوڑوں کے میل سے حاصل کئے گئے تھے۔یہ تیز اور سبک رفتار ہوتے تھے ان پر سوار ہو کر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی میں تیر رہے ہوں۔بعض نے کہا ہے کہ یہ وہ گھوڑے تھے جو داؤد علیہ السلام نے جب جالوت کو شکست دی تو قوم عمالقہ سے ہاتھ لگے۔بہر حال ان کے دیکھنے میں ایسے مشغول ہوئے کہ ان کی عبادت کا وقت جو وہ عصر کے بعد کیا کرتے تھے فوت ہو گیا۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کسی علاقے پر جہاد کرنے کی غرض سے گھوڑوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے کہ اس دوران مقررہ عبادت کا وقت ہو گیا تو افسوس کرنے لگے اور فرمایا کہ ان کو میرے پاس لاؤ ،چنانچہ آپ نے گھوڑوں کو قتل کرنا شروع کر دیا اور کہتے ہیں کہ نو سو گھوڑے ذبح کئے گئے۔(کشف الرحمن)

اور اس کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جو علامہ سیوطیؒ نے معجم طبرانیؒ اسماعیلیؒ اور ابن مردویہؒ کے حوالہ سے نقل کی ہے۔

عن ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ عن البنی صلی اللہ علیہ وسلم فی قولہ فطفق مسحا بالسوق والا عناق ۔قال قطع سوقھا عناقھا بالسیف۔	ابی بن کعب سے روایت ہے کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر فَطَفِقَ مَسحًا بِالسُّوقِ وَالاَعنَاقِ۔ فرمایا ان کی پنڈلیوں اور گردنوں کو تلوار سے کاٹا۔

(معارف القرآن)

حضرت سلیمان علیہ السلام ایک فریضہ الٰہی یعنی جہاد کی ترتیب میں لگے ہوئے تھے کہ دوسرے فریضہ سے غافل ہو گئے اور یہ ایسی چیز ہے جو واقعہ ہو جاتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوۂ خندق میں خندق کھودتے ہوئے کئی نمازیں قضا ہو گئیں تھیں۔لیکن کسی خاص شغل کی وجہ سے اگر ایسا ہو جائے تو بڑے حضرات خصوصًا انبیاء علیہم السلام کو اس کا بڑا ملال ہوتا ہے۔چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے ہم کو ہماری نمازوں سے مشغول رکھا۔مَلاَ اللّٰہُ قُبُوْرَھُمْ وَبُیُوْتَھُمْ نَارًا۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دیں۔(کشف الرحمن)

بہر حال حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو ذبح کر ڈالا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس صلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کیلئے ہوا کو مسخر کر دیا۔جو گھوڑے سے کہیں زیادہ تیز رفتار ہے۔

تسخیر جن وحیوانات

حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا ایک بڑا امتیاز جو کائنات میں کسی کو نصیب نہ ہوا تھا کہ ان کے زیر نگیں صرف انسان ہی نہ تھے بلکہ جن اور حیوانات بھی تابع وفرمانبردار تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ بے مثل شرف عطا فرمایا کہ ان کی حکومت انسانوں کے علاوہ جن،حیوانات اور ہوا پر بھی تھی اور یہ سب بحکم خدا آپ کے مطیع تھے۔اور یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک مرتبہ درگاہ الٰہی میں یہ دعا کی۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ۔

اے رب مجھے معاف فرما اور مجھ کو ایسی سلطنت عطا کر جو میرے سوا کسی اور کیلئے مناسب نہ ہو۔ بیشک تو بڑا ہی دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمالیا اور ایک ایسی عجیب وغریب حکومت عطا فرمائی کہ جوان سے نہ پہلے کسی کونصیب ہوئی اور نہ بعد میں کسی کو میسر آئے گی۔ چنانچہ جنات بھی آپ کے تابع فرمان تھے۔ حضرت سلیمانؑ ان سے سخت سخت کام لیتے تھے۔ بعض دریاؤں میں غوطے لگا کر ان میں سے جوہر نکالتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ط وَمَنْ یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِ نَانُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ۔یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَایَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ
وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ط
(سبا)

اور جنات میں سے بعض وہ جن تھے جو سلیمانؑ کے رب کے حکم سے سلیمان کی نگرانی میں مختلف قسم کے کام کرتے تھے، اور ان میں سے جو ہمارے حکم کی سرتابی کریگا اس کو ہم دہکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے وہ جنات سلیمانؑ کیلئے جو وہ چاہتے بنایا کرتے تھے بڑی بڑی اونچیں عمارتیں اور تصویریں اور بڑے بڑے لگن جیسے حوض اور بڑی بڑی دیگیں جو بھاری ہونیکی وجہ سے ایک ہی جگہ پر تھیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے

وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ۔

اور جنات میں سے بعض وہ تھے جو سلیماں کیلئے سمندر میں غوطہ لگاتے تھے۔

تیسری جگہ ارشاد ہے۔

وَالشَّيٰطِيۡنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ۔ وَّاٰخَرِيۡنَ مُقَرَّنِيۡنَ فِى الۡاَصۡفَادِ۔ (ص)	اسی طرح جنات کو بھی جو عمارت تعمیر کرنے والے اور غوطہ لگانے والے تھے ان کو زیر فرمان کر دیا تھا اور ان کو بھی زنجیروں میں بندھے رہتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام ان سے بڑے بڑے قلعے اور مساجد تعمیر کرواتے تھے اور دوسری بڑی بڑی عمارتیں بھی وہ بناتے تھے۔ (محاریب) کی تفسیر قلعوں اور مساجد سے کی گئی ہے۔ (تماثیل) سے مراد یا تو مجسمے ہیں یا دوسری تصویریں ہیں جو دیواروں پر بطور آرائش کے جو اس زمانے میں بھی بنائی جاتی ہیں۔ اور ایسا کرنا ان کی شریعت میں اُس وقت جائز ہوگا، اور آخری شریعت محمدی کی طرح اس وقت تماثیل کا بنانا حرام نہ ہوگا۔ (کشف الرحمن)

جفان کالجواب۔ پانی بھرنے کے بڑے برتن ایسے بنائے جاتے تھے جن میں چھوٹے حوض کے برابر پانی آجاتا۔ قدور رٰسیٰت۔ اتنی بڑی بڑی دیگیں بناتے تھے جو ہلانے سے نہ ہلیں، اور ممکن ہے کہ یہ دیگیں پتھر کو تراش کر پتھر ہی کے چولہوں پر لگی ہوئی بناتے ہوں جو قابل حمل ونقل ہوں۔ (معارف القرآن)

اس طرح حضرت سلیمان علیہ السّلام ہر قسم کی عمارت بنانے والے جنات سے جو چاہتے تعمیر کراتے۔ اور غوطہ لگانیوالوں سے دریاؤں سے موتی وغیرہ نکلواتے۔ کچھ سزا یافتہ جنات جو خدمت میں کوتاہی کرتے ان کو سزاءً قید کرا دیا کرتے تھے یا وہ جو جنات جو لوگوں کو ستاتے تھے ان کو زنجیروں سے باندھ کر دریا میں قید کروا دیا کرتے تھے تاکہ ان کو ادب سکھائیں اور فساد سے باز رکھیں۔ بہرحال اِن طاقتوں کے حاصل ہونے کی وجہ سے سلاطین عالم ان کے سامنے پست اور عاجز ہو گئے تھے۔

(کشف الرحمن)

تانبے کا چشمہ

قولہ تعالیٰ وَاَسَلۡنَا لَهٗ عَيۡنَ الۡقِطۡرِ ۔ اور بہا دیا ہم نے سلیمان کے لئے چشمہ تانبے کا۔

تانبے جیسی سخت دھات کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے پانی کی طرح بہنے والا سیلاب بنا دیا جو پانی کے چشمے کی طرح جاری تھا اور گرم بھی نہ تھا کہ آسانی سے اس کے برتن اور دوسری چیزیں بنا سکیں۔

ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ چشمہ اتنی دور تک جاری ہوا کہ اس کی مسافت تین دن اور تین راتوں میں طے ہوتی ۔ یہ ارضِ یمن میں تھا۔ اور مجاہد کی روایت میں ہے کہ یہ چشمہ صنعاءیمن سے شروع ہوا اور تین دن تین رات کی مسافت

تک پانی کے چشمے کی طرح جاری رہا۔

(معارف القرآن)

یہ تانبا انہی کے وقت سے کام میں آ رہا تھا۔حضرت سدیؒ کا قول ہے کہ یہ تین دن تک بہتا رہا۔(ابن کثیر)

لشکر سلیمانی

قرآن کریم آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر تین قسم کا ہوتا تھا انسانوں کا، جنوں کا ،اور پرندوں کا۔جیسے کہ آیت سے ظاہر ہے۔

وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ۔ (نمل)	اور سلیمان کیلئے اس کے لشکر جنات میں سے اور انسانوں میں سے اور پرندوں میں سے جمع کئے گئے اور ہو (مرتب کرنیکی غرض سے) روکے جاتے تھے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام جب سفر کرتے تو ان کے لشکر میں جنات بھی ہوتے اور انسان بھی ہوتے اور پرندے بھی شامل ہوتے۔اور ان کی روانگی سے قبل اس تمام لشکر کی ترتیب و تنظیم کی غرض سے روکا جاتا تھا پھر روانگی میں بھی اس ترتیب کو مدنظر رکھا جاتا تھا کہ پہلی صف والے آگے نہ نکل جائیں۔یا آگے والے پیچھے نہ رہ جائیں۔اس طرح میمنہ اور میسرہ میں فرق نہ آجائے ۔دائیں طرف والے بائیں طرف نہ ہو جائیں اور بائیں طرف والے دائیں طرف نہ آجائیں۔جیسا کہ آجکل منظم حکمومتوں کی فوج بھی منظم ہوا کرتی ہے۔اور اس کا چلنا اور ٹھہرنا اور دائیں بائیں مڑنا ایک قاعدے اور ضابطے کے تحت ہوتا ہے۔آجکل تو صرف انسانوں کی فوج ہوتی ہے۔حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں انسانوں کے ساتھ جنات اور طیور بھی ہوتے تھے۔(کشف الرحمن)

وادی نمل

قولہٗ تعالیٰ۔

حَتّٰیۤ اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ	یہاں تک کہ سلیمان اور اس کے لشکر
قَالَتْ نَمْلَۃٌ یّٰۤاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا	چیونٹیوں کے ایک میدان پر پہنچے تو ایک
مَسٰکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ	چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو اپنے اپنے
سُلَیْمٰنُ وَ جُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا	سوراخوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ
یَشْعُرُوْنَ۔	سلیمانؑ اور اس کے لشکر تم کو کچل نہ
(النمل)	ڈالیں اور ان کی خبر بھی نہ ہو۔

جب ان لشکر کو لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام چلے تو ایک جنگل پر گزر ہوا جہاں چیونٹیوں کا لشکر تھا۔ لشکرِ سلیمان کو دیکھ کر ایک چیونٹی نے دوسروں سے کہا جاؤ اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ لشکرِ سلیمانؑ چلتا ہوا تمھیں روند ڈالے اور انھیں علم بھی نہ ہو۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس چیونٹی کا نام حرمس تھا۔ (ابن کثیر)

یہ مخلوق باوجود اپنی کثرت کے نہایت منظم ہے۔ باقاعدہ ان کی فوج ہوتی ہے اور جاسوس ہوتے ہیں، خطرے کے وقت سراغ سپاہی باہر نکلتا ہے۔ اور حالات سے اندر والوں کو مطلع کر دیتا ہے۔

اس موقع پر اطلاع دہندہ نے بڑی احتیاط سے کام لیا۔ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ کہہ کر اس امر کا ظاہر کر دیا کہ سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر ظالم نہیں کہ جان بوجھ کر کسی کو تکلیف پہنچائیں۔ ہاں بے خبری میں ایسا ہوسکتا ہے کہ تم لشکر کی روندن میں آ کر پس جاؤ اور گزرنے والوں کو خبر بھی نہ ہو۔ حضرت سلیمانؑ نے یہ بات سن لی اور چیونٹی کی فراست اور کلام میں احتیاط پر آپ کی ہنسی آ گئی اور اللہ کی اس نعمت سے متاثر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دوام الشکر کی توفیق طلب کی۔ اور حضرت حق کے پسندیدہ کاموں کے بجالانے کی دعا کی اور انبیاءؑ کی جماعت میں شامل رہنے کی بھی دعا کی۔

ہُد ہُد

حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج میں یہ مہندس کا کام کرتا تھا۔ یہ بتلایا تھا کہ پانی کہاں ہے۔ زمین کے اندر کا پانی اسے اس طرح دکھائی دیتا تھا جسے زمین کے اوپر کی چیزیں لوگوں کو نظر آتی ہیں۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام جنگل میں ہوتے تو اس سے دریافت فرماتے کہ پانی کہاں ہے یہ بتلا دیتا کہ فلاں جگہ پر ہے۔ حضرت سلیمانؑ اسی وقت جنات کو حکم دیتے اور کنواں کھود لیا جاتا۔

ایک دن اسی طرح جنگل میں تھے پرندوں کی تفتیش ہوئی تا کہ پانی کی تلاش کا حکم دیں۔ اتفاق سے ہُد ہُد

موجود نہ تھا۔اس پر آپؑ نے فرمایا کہ آج ہُدہُد موجود نہ تھا۔اس پر آپؑ نے فرمایا کہ آج ہُدہُد نظر نہیں آتا کیا پرندوں میں وہ کہیں چھپ گیا ہے یا واقع میں وہ حاضر ہی نہیں۔جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ۔لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاْذْبَحَنَّهٗ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ۔	اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہنے لگا کہ مجھے کیا ہو گیا ہے میں ہُدہُد کو نہیں دیکھتا کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے یقیناً اس کو سخت سزا دونگا یا اس کو ذبح کر ڈالونگا۔یا وہ میرے روبرو کوئی معقول دلیل پیش کرے۔

ابن کثیر میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس ہُدہُد کا نام عنبر تھا۔

آپؑ نے فرمایا کہ اگر اس نے اپنی غیر حاضری کی معقول وجہ بتائی تو خیر، ورنہ اسے سخت سزا دوں گا۔اتنے میں ہُدہُد آ گیا پرندوں نے کہا آج تیری خیر نہیں بادشاہ سلامت تیری سزا کا عہد کر چکے ہیں، اس نے کہا کہ یہ بتاؤ کہ ان کے الفاظ کیا تھے۔انھوں نے بیان کئے تو خوش ہو کر کہنے لگا کہ پھر تو میں بچ جاؤں گا۔چنانچہ ہُدہُد حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پیش ہوا اور کہنے لگا کہ اے نبی اللہ میں ایک ایسی خبر لے کر آیا ہوں جو آپ کے پاس نہیں۔میں سبا سے آرہا ہوں اور پختہ یقینی خبر لایا ہوں۔اس کی بادشاہی ایک عورت کو میں نے کرتے ہوئے پایا ہے۔اس کے وزیر اور مشیر تین سو بارہ شخص ہیں۔اور ان میں سے ہر شخص کے ماتحت بارہ ہزار کی جمعیت ہے۔اس کی زمین کا نام مأرب ہے یہ صنعا سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔دینوی ہر قسم کی ضروریات اسے مہیا ہیں۔اس کی نہایت شاندار قسم کا تخت ہے جس پر وہ ملبوس کرتی ہے۔سونے سے منڈھا ہوا اور جڑاؤ اور مروارید کی کاری گری اس پر ہوئی ہے۔یہ اسی ہاتھ اونچا اور چالیس ہاتھ چوڑا ہے۔اور چھ سو عورتیں ہر وقت اس کی خدمت میں کمر بستی رہتی ہیں۔اس کا دیوان خاص جس میں یہ تخت ہے بہت بڑا محل ہے بلند و بالا کشادہ ہے۔اس کی مشرقی حصّے میں تین سو ساٹھ طاق ہیں اور اتنے ہی مغربی حصّے میں بھی ہیں۔اسے اس طرح بنایا گیا ہے کہ ہر روز سورج ایک طاق سے نکلتا ہے اور اسی کے مقابل والے طاق سے غروب ہوتا ہے۔اہل دربار صبح و شام اسے سجدہ کرتے ہیں سب لوگ آفتاب پرست ہیں خدا پرست کوئی نہیں۔(ابن کثیر)

اس کی ملکہ کا نام بلقیس بنت شراحیل تھا اس کا دادا سب پورے ملک یمن کا بادشاہِ عظیم تھا جس کی اولاد میں چالیس لڑکے ہوئے جو سب کے سب بادشاہ بنے۔اس کے والد نے ایک جنیہ عورت سے نکاح کر لیا تھا اسی کے بطن

سے بلقیس پیدا ہوئی۔

جنیہ سے نکاح کرنے کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ایک یہ کہ یہ اپنی حکومت وسلطنت کے غرور میں لوگوں سے کہتا تھا کہ تم میں میرا کوئی کفو نہیں اس لئے میں نکاح ہی نہیں کروں گا۔کیونکہ غیر کفو میں نکاح مجھے پسند نہیں۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اس کا نکاح ایک جنیہ سے کرادیا۔ (معارف القرآن بحوالہ قرطبی)

ملکہ بلقیس کے نام حضرت سلیمانؑ کا خط

ہُد ہُد کی خبر سنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تحقیق شروع کردی کہ اگر یہ سچا ہے تو قابلِ معافی ہے اگر جھوٹا ہے تو قابل سزا ہے۔اس سے فرمایا کہ یہ میرا خط ملکہ بلقیس کو دے آ۔ ہُد ہُد اس خط کو لیکر سفر پر روانہ ہوگیا وہاں پہنچ کر ملکہ بلقیس کے محل میں گیا۔وہ اس وقت خلوت خانے میں تھی اس نے ایک طاق میں سے وہ خط اس کے سامنے رکھ دیا اور ادب کے ساتھ ایک طرف ہوگیا۔خط کا مضمون یہ تھا۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ۔

یہ خط سلیمانؑ کی طرف سے ہے اور اس کا مضمون یہ ہے کہ شروع اللہ کے نام سے ہے جو بیحد مہربان نہایت رحم کرنوالا ہے تم لوگ میرے مقابلہ میں تکبر نہ کرو اور حکم بر اد رہو کر میرے پاس چلے آوَ۔

جب تک بسم اللہ شریف نازل نہ ہوئی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بِاسْمِکَ اللّٰھُمَّ سے تحریر فرماتے تھے۔

مضمون خط صرف اسی قدر تھا کہ میرے سامنے سرکشی نہ کرو میری بات مان لو تکبرّ سے کام نہ لو، موٴحد مخلص اور مطیع بن کر میرے پاس چلے آوَ۔(ابن کثیر)

بلقیس کا ردِّعمل

بلقیس نے مُہر توڑ کر خط پڑھا۔مضمون کو دیکھ کر اپنے امراء اور وزاء کو جمع کیا اور کہنے لگی کہ ایک باوقعت خط میرے سامنے ڈالا گیا ہے۔پھر خط کا مضمون پڑھ کر سب کو سنایا اور ان سے مشورہ طلب کیا، اور کہنے لگی کہ تم جانتے ہو کہ میں جب تک تم سے مشورہ نہ لوں تنہا کسی امر کا فیصلہ نہیں کرتی۔

قرآن کریم نے اس کو اس طرح ذکر کیا ہے۔

قَالَتْ یٰاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْٓ اَمْرِیْ مَاکُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰی تَشْهَدُوْنِ ۔ قَالُوْ نَحْنُ اُوْلُوْ قُوَّةٍ وَّاُوْلُوْ ابَاْسٍ شَدِیْدٍ وَّالْاَمْرُ الَیْکِ فَانْظُرِیْ مَاذَاتَاْمُرِیْنَ۔

بلقیس نے کہا اے اہل دربار تم مجھ کو میرے معاملہ میں مشورہ دو۔ میں اس وقت تک کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کیا کرتی جب تک تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو۔ اہل دربار نے کہا کہ ہم پورے طاقتور اور سخت جنگجو ہیں اور حکم کا اختیار آپکو حاصل ہے سو آپ دیکھ لیں جو ہم کو حکم دینا ہو۔

اہل دربار نے جواب دیا کہ مرعوب ہونے کی ضرورت نہیں، جہاں تک لڑائی کا تعلق ہے تو دشمن سے مقابلہ کے لئے ہم بالکل آمادہ اور تیار ہیں اور ہتھیاروں سے لیس ہیں۔لیکن لڑائی کا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے اب آپ خود سوچ لیں۔اہل دربار نے اپنے تعاون کا یقین دلایا لیکن سمجھ دار ملکہ نے خط ملنے کا ایک کھلا معجزہ بھی دیکھ لیا تھا اور یہ بھی معلوم کرلیا تھا کہ حضرت سلیمانؑ کے لشکر کے مقابلہ میں میرا لاؤلشکر کوئی حقیقت نہیں رکھتا، اگر لڑائی کی نوبت آئی تو علاوہ ملک کی بربادی کے میں بھی سلامت نہ رہ سکوں گی۔

اس لئے اس نے وزیروں اور مشیروں سے کہا۔

قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَکَذٰلِکَ یَفْعَلُوْنَ۔

اس نے کہا کہ بادشاہ جب کسی بستی میں فاتحانہ داخل ہوتے ہیں تو وہاں کے عزت دار باشندوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے۔

اس وقت لڑنا اور اعلان جنگ کرنا مناسب نہیں۔کیونکہ اگر فریق مخالف کی فتح اور غلبہ حاصل ہو گیا تو فتح حاصل کرنے والوں کی عام حالت یہ ہے کہ جس بستی میں وہ غلبہ کے بعد گھستے ہیں تو اسے برباد کر ڈالتے ہیں۔وہاں کے بڑے بڑے عزت دار لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں۔ان سے حقارت آمیز سلوک اور برتاؤ کرتے ہیں۔یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے ہمارے شہر کو تہ و بالا کر دیں گے۔یہاں کے اہلِ مناصب کے ساتھ کس قدر تحقیر آمیز برتاؤ کریں گے اس

لئے فی الحال جنگ کا اعلان مناسب نہیں۔ میں سرِ دست ان لوگوں کی طرف کچھ تحائف بھیجتی ہوں تا کہ ان کا ذوق معلوم ہو جائے کہ وہ کیا چیز پسند کرتے ہیں۔ اگر کچھ لے دے کر پیچھا چھوٹ جائے تو اچھا ہے چنانچہ اس نے ہر قسم کے تحائف روانہ کئے۔ جن میں بیش قیمت جواہرات، گھوڑے، خوبصورت باندیاں تھیں۔ (کشف الرحمن)

قاصدوں کی دربار سلیمانی میں حاضری

تاریخی اسرائیلی روایات میں بلقیس کی طرف سے آنے والے قاصدوں اور تحفوں کی بڑی تفصیلات مذکور ہیں۔ اتنی بات پر سب روایات متفق ہیں کہ تحفے میں کچھ سونے کی اینٹیں اور کچھ جواہرات کے علاوہ ایک سو غلام اور ایک سو کنیزیں تھیں۔ مگر کنیزوں کو مردانہ اور اور غلاموں کو زنانہ لباس میں بھیجا تھا اور ساتھ ہی بلقیس کا ایک خط بھی تھا جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے امتحان کے لئے کچھ سوالات تھے۔ تحفون کے انتخاب میں بھی ان کا امتحان مقصود تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اس کے تحفوں کی تفصیلات ان کے پہنچنے سے پہلے بتلادی تھیں۔ حضرت سلیمانؑ نے جنات کو حکم دیا کہ دربار سے نوفرسخ تقریباً تیس میل کی مسافت میں سونے چاندی کی اینٹوں کا فرش بنادیا جائے، اور راستہ میں دو طرفہ عجیب الخلقت جانوروں کی کھڑا کر دیا جائے جن کا بول براز بھی سونے چاندی کی اینٹوں پر ہو۔ اسی طرح اپنے دربار کو خاص اہتمام سے مزیّن کرادیا۔ اپنے دائیں بائیں چار چار ہزار سونے کی کرسیاں ایک طرف علماء کے لئے اور دوسری طرف وزراء اور عمال سلطنت کے لئے بچھائی گئیں۔ جواہرات سے پورا ہال مزیّن کر دیا گیا۔

بلقیس کے قاصدوں نے جب سونے چاندی کی اینٹوں پر جانوروں کو کھڑا دیکھا تو اپنے لائے ہوئے تحفوں سے شرمانے لگے۔ بعض روایات میں ہے کہ اپنی سونے کی اینٹیں وہیں ڈال دیں۔ پھر جوں جوں آگے بڑھتے گئے دو طرفہ وحوش وطیور کی صفیں دیکھیں۔ پھر جنات کی صفیں دیکھیں تو بے حد مرعوب ہو گئے۔ مگر دربار تک پہنچے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر ہوئے تو آپ خندہ پیشانی سے پیش آئے اور مہمانوں کا اکرام کیا مگر ان کے تحفے واپس کر دیئے اور بلقیس کے سب سوالوں کے جوابات دیئے۔ (معارف القرآن بحوالہ قرطبی)

قاصدوں سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے تو اس لئے پیغام بھیجا تھا کہ وہ مشرکانہ افعال چھوڑ کر اسلام قبول کر لیتے۔ لیکن اگر وہ مال کی لالچ دے کر دیں حق سے بچنا چائیں تو تم واپس جاؤ اور ان کا اطلاع دے دو کہ جو بات ہو گی میدان جنگ میں ہی ہو گی۔ یہ ہر چیز ان کو واپس جا کر دے دو اور کہہ دو کہ مقابلہ کے لئے تیار رہیں۔ یاد رکھو میں وہ لشکر لے کر چڑھائی کروں گا کہ وہ سامنے آ ہی نہیں سکیں گے۔ انھیں ہم سے جنگ کرنے کی طاقت ہی نہیں۔ ہم انھیں ان کی سلطنت سے بیک بینی دو گوش ذلت وحقارت سے نکال دیں گے ان کے تحت وتاج کو روند

دیں گے۔

قاصد دوبارہ پہنچتا ہے تو دوبارہ بلقیس کو پیغامِ نبوت سناتا ہے تو وہ سمجھ لیتی ہے اور کہتی ہے کہ واللہ یہ سچے پیغمبر کا مقابلہ کر کے کوئی بچ نہیں سکتا۔اسی وقت قاصد دوبارہ بھیجا کہ میں اپنی قوم کے سرداروں سمیت حاضر خدمت ہوتی ہوں۔(ابن کثیر)

بلقیس کی روانگی

چنانچہ بلقیس نے اپنا ایک نائب بنا کر سلطنت کے انتظامات اس کو سپرد کئے۔اور اپنا بیش قیمت سونے کا تخت سات محلوں میں مقفل کیا اور اپنے نائب کو اس کی حفاظت کے لئے خاص تاکید کی۔اور بارہ ہزار سرداروں کو جن میں سے ہر ایک کی ماتحتی میں ہزاروں آدمی تھے اپنے ساتھ لئے اور ملک سلیمانؑ کی طرف چل دی۔جنات قدم قدم اور دم دم کی خبریں آپ کو پہنچا رہے تھے۔

ملکہ کا تخت

جب آپ کو معلوم ہوا کہ وہ قریب پہنچ چکی ہے تو آپ نے اپنے دربار میں جس سے وانس موجود تھے فرمایا ۔جیسا کہ ارشاد ہے۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِىْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ۔	سلیمانؑ نے کہا اے اہل دربار کوئی ہے تم میں سے کہ قبل اس کے وہ لوگ مطیع ہو کر میرے پاس آئیں ۔بلقیس کا تخت میرے پاس لے آوٗ۔

یہ سن کر ایک طاقتور سرکش جن جس کا نام (کوزن) تھا جو مثل ایک بڑے پہاڑ کا تھا۔بول پڑا کہ اگر آپ حکم کریں تو آپ کے دربار برخاست کرنے سے پہلے میں لے آتا ہوں۔حضرت سلیمانؑ لوگوں کے فیصلہ کرنے اور جھگڑا چکانے اور انصاف دینے کو صبح سے دوپہر تک دربار عام میں تشریف رکھا کرتے تھے۔اس نے کہا کہ میں اس تخت کو اٹھا لانے کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار ہوں اس میں سے کوئی چیز بھی نہیں چراوٗں گا۔حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس سے بھی پہلے وہ میرے پاس پہنچ جائے۔حضرت سلیمان علیہ السلام کی اس تخت کو منگوانے سے یہ غرض تھی کہ اپنے زبردست معجزے کا اور پوری طاقت کا ثبوت بلقیس کو دکھائیں کہ اس کا تخت جسے اس نے سات مقفل مکانوں میں رکھا

تھا وہ اس کے آنے سے پہلے دربارِ سلیمانی میں موجود ہے۔ (ابن کثیر)

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْکِتٰبِ اَنَا اٰتِیْکَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْکَ طَرْفُکَ ط

ایک شخص نے جس کے پاس کتاب کا علم تھا عرض کیا کہ میں اس تخت کو آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کئے دیتا ہوں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آصفؔ بن برخیا تھے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے کاتب تھے۔ یہ ولی اللہ تھے اور اسم اعظم جانتے تھے بنی اسرائیل میں سے تھے۔ انھوں نے کہا آپ اپنی نگاہ دوڑائیے جہاں تک پہنچے نظر کر لیجئے ابھی آپ دیکھ ہی رہے ہوں گے کہ میں اسے لا دوں گا۔ پس حضرت سلیمان نے یمن کی طرف جہاں اس کا تخت تھا نظر کی ادھر یہ وضو کر کے دعا میں مشغول ہوئے اور کہا یا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ یا فرمایا یَا اِلٰھَنَا وَ اِلٰهُ کُلِّ شَیْءٍ اِلٰھًا وَّاحِدًا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ اِئْتِنِیْ بِعَرْشِھَا۔ اسی وقت وہ تخت بلقیس کا سامنے آ گیا۔ ذرا سی دیر میں وہ تخت یمن سے بیت المقدس پہنچ گیا۔ لشکر سلیمان کے دیکھتے ہوئے زمین میں سے نکل آیا (ابن کثیر)

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے اپنے سامنے پایا تو فرمایا۔

ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ وَمَنْ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ ط

یہ بھی میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھ کو آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔ جو شکر کرتا ہے اپنے فائدے کے لئے کرتا ہے اور جو کفر کرتا ہے تو میرا رب بے پرواہ اور کرم کرنے والا ہے۔

اس کے تمام اموال و دولت میں تخت شاہی کا انتخاب شاید اس لئے کیا گیا کہ وہ اس کی سب سے زیاد[redacted]ظ چیز تھی۔ جس کو سات محلّات شاہی کے وسط میں [redacted]ظ کر کے رکھا گیا تھا کہ اس کے اپنے آدمیوں کا بھی وہاں گزر نہ تھا۔ اس کا بغیر دروازہ یا قفل توڑے ہوئے منتقل ہو جانا اور اتنی مسافت بعیدہ پر پہنچ جانا حق تعالیٰ شانہٗ ہی کی قدرت سے ہو سکتا ہے یہ اس کو حق تعالیٰ شانہٗ کی قدرت عظیمہ پر یقین کا سب سے بڑا ذریعہ ہو سکتا تھا اس کے ساتھ اس پر بھی یقین لازم تھا کہ سلیمانؑ کو حق تعالیٰ ہی کی طرف سے کوئی خاص

منصب حاصل ہوا ہے کہ ان کے ساتھ پر ایسی فوق العادت چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں۔(معارف القرآن)

قوم سبا کا مذہب آفتاب پرستی تھا اور وہ اس فلسفہ کی قائل تھی کہ کائنات میں خیر وشر کی قدرت وطاقت کواکب کے ہاتھ میں ہے اور چونکہ آفتاب ان میں سب سے بڑا اور کائنات پر اثر انداز ہے اس لئے وہی اس قابل ہے کہ اس کی پرستش کی جائے۔اس لئے سلیمان علیہ السلام ملکہ کو یہ بتانا چاہتے تھے کہ کائنات کی ان چھوٹی اور بڑی اشیاء پر صرف ایک حقیقت کا تسلّط ہے اور وہ خدائے کائنات ہے اور آفتاب وماہتاب کواکب وسیارگان یہ سب اس کی مخلوق اور قدرت کے مظاہر ہیں۔لہذا انسان کی سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ حقیقت کو چھوڑ کر مظاہر کی پرستش کرنے لگتا ہے کیونکہ وہ اس کے سامنے مشاہد ومحسوس ہیں۔حالانکہ وہ صرف حقیقت کے وجود اور اس کی ہستی کے لئے دلیل ہیں۔اسی لئے تغیر وتبدّل کسی چیز کا یا طلوع وغروب ناپائیداری وبے ثباتی مظاہرے کے رگ وریشہ میں سرایت کئے ہوئے ہے۔اور حقیقت ذات واحد ان تمام تغیرات سے پاک اور بالاتر ہے۔یہی سوچ کر انھوں نے ملکہ کے شاہی تخت کو یمن سے اٹھا منگوایا۔تاکہ اس کے نزدیک سے ایک مثال دے کر اس کو بتائیں اور اس پر ثابت کریں کہ دیکھ میرے اس دعوے کی دلیل خود یہ تیرا تخت شاہی ہے۔غور کر کہ یہ تیری حکومت اور سلطنت کا مظہر ہے اور اس لئے تخت شاہی کہلاتا ہے۔مگر جوں ہی تو اپنے ملک سے غائب ہوئی۔یہ مظہر بے حقیقت ہو کر رہ گیا،کل تیری بادشاہی کا مظہر تھا آج وہ میرے دربار کی زینت بنا ہوا ہے۔(قصص القرآن)

چنانچہ آپ نے حکم دیا کہ اس میں کچھ تغیر وتبدل کر دو تاکہ بلقیس کی آزمائش کریں کہ وہ اس کی پہچان سکتی ہے یا نہیں۔

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ؁	حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ بلقیس کیلئے اس کے تخت میں کچھ تبدیلی کر دو تاکہ ہم دیکھیں کہ اس کو اس کا پتہ لگتا ہے یا انہی لوگوں میں شمار ہے جن کو راہ نہیں ملتی۔

چنانچہ کچھ ہیرے جواہر بدل دیئے گئے رنگ وروغن میں تبدیلی کر دی گئی۔اوپر نیچے سے بھی کچھ بدل دیا گیا کچھ کمی زیادتی بھی کر دی گئی تاکہ بلقیس کی آزمائش کریں کہ وہ اپنے تخت کو پہچان سکتی ہے یا نہیں پہنچان سکتی۔

دربار میں حاضری اور قبول اسلام

ملکہ سبا بلقیس جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہوئی تو اس سے پوچھا گیا۔

اَھٰکَذَا عَرْشُکِ ط قَالَتْ کَاَنَّہٗ ھُوَ۔ وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِھَا وَکُنَّا مُسْلِمِیْنَ۔	جب حاضر ہوئی تو کہا گیا کہ تیرا تخت ایسا ہی ہے تو اس نے جواب دیا کہ گویا کہ ہو بہو وہی ہے اور ہم لوگوں کو تو اس واقعہ سے قبل ہی معلوم ہو گیا ہے، اور ہم حکم برادر ہو چکے ہیں۔

دنیاوی چیزوں کی پہچان میں جب یہ حال ہے تو خدا کی ذات وصفات کے پہچاننے میں تم نے کتنی غلطی نہ کی ہو گی؟ چنانچہ وہ آئی اور اس سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کا ایسا ہی تخت ہے؟ وہ اس کو نہ پہچان سکی۔ دھوکے میں آ گئی۔ کہا ایسا میرا تخت ہے اس کو اس کے مشابہ بتلایا۔ یہ نہیں کہا کہ یہ وہی ہے۔ مگر تھوڑی دیر بعد بلقیس کو معلوم کرایا گیا کہ یہ وہی تخت ہے۔ اس پر اس نے بطور معذرت کہا وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ۔ کہ حضور ہمیں کیا آزماتے ہیں۔ ہم کو تو اس حالت سے پہلے ہی معلوم ہو گیا کہ آپ بڑے طاقتور ہیں اور خدا کے برگزیدہ ہیں۔ وَکُنَّا مُسْلِمِیْنَ۔ اور ہم یہاں حاضر ہونے سے پہلے ہی آپ کے فرمان بردار ہو چکے ہیں۔

بعض مفسرّین کہتے ہیں کہ وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ حضرت سلیمان کا کلام ہے کہ ہمیں پہلے ہی معلوم تھا کہ تو نہ بتلا سکے گی۔ اور ہم ہمیشہ سے اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ (تفسیر حقانی)

وَصَدَّ ھَا مَا کَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اِنَّھَا کَانَتْ مِنْ قَوْمٍ کٰفِرِیْنَ۔	اور اس کو اب تک ایمان لانے سے اس چیز نے روک رکھا تھا جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی کیونکہ وہ کافروں کی قوم میں سے تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو غیر اللہ کی عبادت سے روک دیا۔ یا یہ کہ بلقیس کو ایمان لانے سے آفتاب پرستی نے روکا تھا۔ یہ دونوں اقوال ثابت ہیں۔

قِيۡلَ لَهَا ادۡخُلِى الصَّرۡحَ فَلَمَّا رَاَتۡهُ حَسِبَتۡهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتۡ عَنۡ سَاقَيۡهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرۡحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنۡ قَوَارِيۡرَ ؕ قَالَتۡ رَبِّ اِنِّىۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِىۡ وَاَسۡلَمۡتُ مَعَ سُلَيۡمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ۔

اس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو پھر جب اس نے محل کے صحن کو دیکھا تو اس کو لہریں پڑتا ہوا پانی سمجھا اور اس نے اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں، سلیمانؑ نے کہا یہ محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں۔ اس پر بلقیس کہنے لگی۔اے میرے پروردگار میں اپنی جان پر ظلم کرتی رہی اور میں سلیمانؑ کے ساتھ ہو کر اللہ رب العالمین پر ایمان لائی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسا محل بنایا تھا جس کا صحن پانی کا حوض تھا جس میں رنگ برنگ کی مچھلیاں تھیں مگر اس کو صاف بلور یا سفید شیشے سے پاٹ دیا تھا اور اس کے اوپر سے آتے جاتے تھے۔ جب بلقیس کو دربار میں بلایا تو اس محل کے صدر میں تخت بچھوا کر اس پر بیٹھے۔ بلقیس کو آنے کا حکم دیا جس کا راستہ اسی حوض پر سے تھا۔ شیشہ و بلّور میں پانی کا لہرانا اور مچھلیوں کا پھرنا دیکھ کر یہ سمجھی کہ یہ حوض ہے۔ اس لئے پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ پانی گھٹنے سے کم ہی ہے۔ کپڑا اٹھایا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یہ پانی کا حوخ شیشوں سے بنا ہوا ہے کپڑا اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ عورت تھی اور اس پر بادشاہِ ملک کے عین دربار میں اس کی بے عقلی اور گنوار پن ثابت ہو جانے سے اس کی سخت ندامت ہوئی اور سمجھ گئی کہ میری عقل خاک بھی نہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے روبرو صاف کہہ دیا کہ اے رب! میں اس وقت تک بڑی خطاوار تھی۔ اب سلیمانؑ کے ساتھ اللہ رب العٰلمین پر ایمان لائی۔ سلیمانؑ کے ساتھ یہ مراد یہ ہے کہ آپ کی راہنمائی اور ہدایت سے ایمان لائی۔ (تفسیر حقانی)

نکاح

ابن عساکر نے حضرت عکرمہ سے روایت کی ہے کہ اس کے بعد بلقیس حضرت سلیمانؑ کے نکاح میں آ گئی۔ اور اس کو اس کے ملک پر برقرار رکھ کر واپس یمن بھیج دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ہر مہینے وہاں تشریف لے جاتے اور تین روز قیام فرماتے۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے لئے یمن میں تین ایسے عمدہ محل تیار کرائے کہ جس کی مثال نہیں تھی۔ (معارف القرآن)

مخلوق خدا کی ضیافت

وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی یا اللہ کہ میں تیری مخلوق کی ضیافت کرنا چاہتا ہوں مقصود خدا کی مخلوق کو دیکھنا تھا پروردگار عالم نے فرمایا کہ مخلوق کو روزی پہنچانا یہ میرا کام ہے حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا کہ تو نے مجھے بہت کچھ دیا ہے تیری ہی نعمتیں ہیں۔ پروردگار عالم نے دعا منظور فرمائی پھر حضرت سلیمان علیہ االسلام نے بہت بڑا میدان صاف کرایا جس میں آٹھ ماہ برابر آدمی چل سکے اس میدان میں فرش بچھائے گئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا بھی کی کہ خدایا کھانا خراب نہ ہو اور جنوں نے ستر ستر گز لمبی سات لاکھ دیگوں میں کھانا پکا کر پکا کر ڈھیر لگا دیئے جیسے کہ پہاڑ ہوتا ہے جب کھانا تیار ہوا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے مخلوق کو بلایا اتنے میں سب سے پہلے ایک مچھلی آئی عرض کرنے لگی کہ میں بھوکی ہوں مجھے اجازت دو کہ میں کھانا کھا لوں آپ علیہ السلام نے فرمایا صبر کر کہ اور مخلوق بھی آجائے تو ملکر کھانا کھا لینا۔ مچھلی نے عرض کیا کہ میں بہت بھوکی ہوں میرے سے صبر نہیں ہوتا مجھے اجازت ہو تو میں کھالوں۔ سلیمان علیہ السلام نے اجازت دیدی مچھلی وہ سب کھانا ایک ہی لقمہ کر گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام حیران رہ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ مچھلی نے کہا کہ مجھے خدا روزانہ ایسے تین لقمہ عنایت فرماتا ہے۔ آج ایک ہی لقمہ ملا حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ یہ میں نے ساری مخلوق کے لئے کھانا تیار کیا تھا وہ تو سارا کھا گئی۔ مچھلی نے کہا کہ آج آپ کی دعوت ہے آپ مجھے سیر کرائیں۔ مچھلی نے کہا آپ مجھے سیر نہیں کرا سکتے تو ساری مخلوق کو کیسے سیر کرو گے۔ بس اس وقت سلیمان علیہ السلام سجدہ میں گر گئے اور خدا کی جناب میں اپنی ناتوانی کا اقرار کیا۔ (دائرۃ المعارف)

قوم سبا

سبا ایک آدمی کا نام ہے۔ سبا کا اصل نام عبدالشّمس تھا۔ اس کا نسب اس طرح ہے۔ عبدالشّمس بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ سبا نے اپنے زمانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سنائی تھی۔ (معارف القرآن)

امام احمد حضرت ابن عباسؓ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سبا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ یہ کسی مرد یا عورت کا نام ہے یا زمین کے کسی حصّے کا۔ فرمایا یہ ایک مرد کا نام ہے جس کی اولاد میں دس لڑکے ہوئے جن میں سے چھ یمن میں آباد رہے اور چار شام میں۔ یمن والوں نام مدحج۔ کندہ۔ آزر۔ اشعری۔ انمار۔ حمیر۔ ان چھ لڑکوں سے چھ قبیلے پیدا ہوئے جو انہی مذکورہ ناموں سے مشہور ہیں۔ شام والوں کے نام۔ لخم۔ جذام۔ عاملہ۔ غسان

۔ہیں ان کی نسل سے قبائل بھی انہی ناموں سے مشہور ہوئے۔(معارف القرآن)

بخاری و مسلم میں بھی اسی طرح آیا ہے کہ حمیر کے خاندان میں یمن کی سلطنت رہی۔تفسیر حقانی کے مطابق شدّاد بن الماطاطہ بن سبا اس ملک کا بادشاہ ہوا۔ پھر اس کا بیٹا حارث الریش بادشاہ ہوا۔ یہی طبع اوّل ہے پھر اس کا بیٹا صعب ہوا۔ یہی ذوالقرنین ہے۔ پھر اس کا بیٹا ذوالمنار ہوا۔ پھر اس کا بیٹا افریقس بادشاہ ہوا۔ اس کے بعد اس کا بھائی ذوالاغار۔ پھر شرح بیل۔ پھر الہدہاد۔ پھر بلقیس بادشاہ ہوئی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس آئی تھی۔

سبا کی اولاد میں سے جو یہ سلاطین گزرے ہیں ان میں سے بعض خدا پرست اور نیک بھی تھے۔ جیسے تبّع اور ذوالقرنین۔ اور بعض بت پرست تھے۔ اور بعض کی سلطنت عرب سے تجاوز کر کے مصر۔ شام۔ ایران اور ہندو تک پھیلی تھی۔ ان شاہانِ تبّع کی یادگار عمارات غمدان وغیرہ تک باقی ہیں۔(تفسیر حقانی)

سدّ مارب

ابن کثیر کے بیان کے مطابق ملک یمن میں اس کے دارالحکموت صنعاء سے تین میل کے فاصلے پر ایک شہر مارب تھا جس میں یہ سبا قوم آباد تھی۔ دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں یہ شہر آباد تھا۔ دونوں پہاڑوں کے درمیان سے اور اوپر سے بارش کا سیلاب آتا تھا۔ یہ شہر ہمیشہ ان سیلابوں کی زد میں رہتا تھا۔ اس شہر کے بادشاہوں نے جن میں ملکہ بلقیس کا نام خصوصیّت سے ذکر کیا جاتا ہے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک بند (ڈیم) نہایت مستحکم مضبوط تعمیر کیا جس میں پانی اثر نہ کرتا تھا۔ اس بند نے پہاڑوں کے درمیان سے آنے والے پانی کو روک کر پانی کا ایک عظیم الشان ذخیرہ بنا دیا۔ بارش کا پانی بھی پہاڑوں سے نکل کر اسی میں جمع ہوتا۔ اس بند کے اندر اوپر اور نیچے پانی نکالنے کے لئے تین دروازے رکھے گئے تاکہ پانی کا یہ ذخیرہ شہر کے لوگوں کے اور ان کی زمینوں کے کام آئے۔ پہلے اوپر کا دروازہ کھول کر پانی لیا جاتا۔ جب اوپر کا پانی ختم ہو جاتا تو اس کے نیچے کا۔ پھر سب سے نیچے کا تیسرا دروازہ کھولا جاتا۔ یہاں تک کہ دوسرے سال کی بارشوں کا زمانہ آجاتا۔ بند کے نیچے ایک بہت بڑا تالاب تعمیر کیا گیا تھا جس میں پانی کے بارہ راستے بنا کر بارہ نہریں شہر کے مختلف اطراف میں پہنچائی گئی تھیں۔ اور سب نہروں میں پانی یکساں انداز میں چلتا اور شہر کی ضرورتوں کے کام آتا۔(تفسیر مظہری)

شہر کے دائیں بائیں جو پہاڑ تھے ان کے کناروں پر باغات لگائے گئے تھے جن میں پانی کی نہریں جاری تھیں۔ یہ باغات ایک دوسرے سے متصل دو طرفہ پہاڑوں کے کناروں پر تھے۔ یہ باغات تعداد میں بہت تھے اور ان میں ہر طرح کے درخت اور ہر قسم کے پھل اس کثرت سے پیدا ہوتے تھے کہ آئمہ سلف قتادہ وغیرہ کے بیان کے

مطابق ان باغوں میں ایک عورت اپنے سر پر خالی ٹوکری لے کر چلتی تو درختوں سے ٹوٹ کر گرنے والے پھلوں سے خود بخود بھر جاتی (ابن کثیر)

اس قوم کا حال قرآن مجید میں اس طرح بیان کیا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ط كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ بَلْدَةٌ طَيِ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ □ بَةٌ وَرَبٌّ غَفُوْرٌ۔

بلاشبہ اہل سبا کیلئے ان کے وطن میں بڑی بڑی نشانیاں موجود تھیں باغوں کی دو طرفہ قطاریں تھیں جو دائیں اور بائیں جانب مسلسل چلی گئی تھیں۔ اپنے رب کی دی ہوئی روزی کھاؤ اور اس کا شکر بجالاؤ۔ عمدہ اور پاکیزہ شہر ہے اور معاف کرنے والا رب غفور ہے۔

قرآن کریم نے ان باغوں کو اگرچہ تعداد میں زیادہ تھے جَنَّتَانِ دو باغوں سے اس لئے تعبیر کیا ہے کہ ایک رخ کے تمام باغوں کو بوجہ اتصال کے ایک باغ اور دوسرے رخ کو دوسرا باغ قرار دیا ہے۔

حق تعالیٰ نے ان کو اپنے انبیاء کے ذریعہ حکم دیا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اس رزق وسیع کو استعال کرو اور اس کی شکر گزاری اعمال صالحہ اور اطاعت احکام الٰہیہ کے ساتھ کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اس شہر کو بلدہِ طیّبہ بنا دیا ہے جس میں سردی وگرمی کا بھی اعتدال تھا اور آب وہوا بھی ایسی صحت بخش تھی کہ ان کے پورے شہر میں مچھر، مکھی، پسو، سانپ اور بچھو جیسے موذی جانوروں کا نام ونشان نہ تھا بلکہ باہر سے آنے والے مسافر جب اس شہر میں پہنچتے تو اگر ان کے کپڑوں میں جوئیں یا دوسرے موذی حشرات ہوتے تو یہاں پہنچ کر خود بخود مر جاتے تھے۔

(ابن کثیر)

ملکہ سبا کی خوشحالی اور فوج کی قوت کا ذکر اس کے تذکرہ میں گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اس قوم میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لئے تیرہ ہزار انبیاء کرام تشریف لائے۔

اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمتوں اور انبیاء علیہم السلام کی تنبیہات کے باوجود ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرکشی

اور روگردانی اختیار کی۔

سیل عَرِم

قولہ تعالیٰ۔

فَاَعۡرَضُوۡا فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ سَیۡلَ الۡعَرِمِ وَ بَدَّلۡنٰہُمۡ بِجَنَّتَیۡہِمۡ جَنَّتَیۡنِ ذَوَاتَیۡ اُکُلٍ خَمۡطٍ وَّ اَثۡلٍ وَّ شَیۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِیۡلٍ ؕ

پس انھوں نے بے پرواہی اختیار کی تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیج دیا اور ان کے دو طرفہ باغوں کے بدلے میں دو اور باغ ان کو دیئے۔ جن میں بدمزہ پھل اور جھاؤ اور کچھ قلیل بیری کے درخت رہ گئے۔

ائمہ تفسیر نے بیان کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو سزا دینے کے لئے سدِّ مآرب یعنی عَرِم کو توڑ کر سیلاب سے تباہ کرنے کا ارادہ کیا تو اس پانی کے عظیم الشّان بند پر اندھے چوہے مسلط کر دیئے جنہوں نے اس کی بنیاد کو کھوکھلا اور کمزور کر دیا۔ جب بارش اور سیلاب کا وقت آیا تو پانی کے دباؤ نے اس کمزور بنیاد کو توڑ کر رخنے پیدا کر دیئے اور بالآخر اس بند کے پیچھے جمع شدہ پانی اس پوری وادی میں پھیل گیا جس میں یہ شہر مآرب واقع تھا۔ تمام مکانات منہدم ہو گئے اور درخت تباہ ہو گئے اور دو طرفہ پہاڑوں کے درمیان جو باغات تھے ان کا پانی بھی خشک ہو گیا۔

تاریخی واقعات میں ہے کہ کچھ ہوشیار اور دوراندیش قسم کے لوگوں نے چوہوں کو دیکھتے ہی یہ جگہ چھوڑ کر کسی دوسری طرف منتقل ہونے کا قصد کر لیا اور تدریجاً انتظام کر کے نکل گئے اور کچھ سیلاب کے شروع میں چلے گئے اور بہت سے وہیں سیلاب کی نذر ہو گئے غرضیکہ یہ پورا شہر تباہ ہو گیا۔ شہر کے کچھ باشندے جو دوسرے ملکوں میں چلے گئے ان کی کچھ تفصیل پیچھے گزر چکی ہے کہ چھ قبیلے ان کے یمن میں پھیلے اور چار شام میں۔ مدینہ طیبہ کی آبادی بھی انہی قبائل سے شروع ہوئی۔

(معارف القرآن)

مکانات وغیرہ کی تباہی کے ساتھ ساتھ ان کے باغات بھی مکمل طور پر تباہ کر دیئے گئے۔ باغات کی جگہ ایسے درخت اگا دیئے جن کے پھل بدمزہ اور خراب تھے۔

خمط

یہ درخت اراک کی ایک قسم ہے جس پر کچھ پھل ہوتا ہے اور کھایا جاتا ہے۔ مگر اس درخت کے پھل بھی بدمزہ تھے۔ اور عبیدہ نے فرمایا کہ خمط ہر ایسے درخت کو کہا جاتا جو خاردار ہو اور کڑوا بھی ہو۔

اثل

اس کو اردو میں جھاؤ کہتے ہیں۔ اس پر کوئی پھل کھانے کے قابل نہیں ہوتا سدر قلیل، اس سے جنگل بیری مراد ہے۔ اس میں کانٹے زیادہ اور پھل کم ہوتا ہے اور ترش ہوتا ہے۔ (معارف القرآن)

اللہ تعالیٰ نے ایک انعام ان لوگوں پر سدّ مأرب کا کیا تھا جس کی وجہ سے ان میں خوشحالی پیدا ہوئی اور دوسری طرف ان کو سفری سہولتیں بھی میسّر تھیں اب ان کا ذکر ہے۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَافِيْهَا السَّيْرَ ؕ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًاامِنِيْنَ ؕ (سورہ السبا)	اور ہم نے اہل سبا اور ان بستیوں کے مابین جن میں ہم نے برکت رکھی تھی بہت سی ایسی بستیاں آباد کر رکھی تھیں جو راہ میں نظر آتی تھیں۔ اور ہم نے سفر کی رعایت سے ان بستیوں کے درمیان اندازہ اور مناسب فاصلہ رکھا تھا کہ تم لوگ ان میں رات اور دن میں امن وامان کے ساتھ سفر کرو۔

اَلْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَافِيْهَا سے مراد ملک شام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول رحمت کا ذکر متعدد آیتوں میں ملکِ شام ہی کے لئے آیا ہے۔ ان لوگوں کو اپنی تجارت وغیرہ کے لئے سفر اکثر کرنا پڑتا تھا۔ عام دنیا کے حالات کے مطابق شہر مأرب سے شام کا طویل فاصلہ ہے راستے بھی ناہموار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قوم سبا پر یہ انعام فرما دیا تھا کہ ان کے شہر مأرب سے لیکر ملک شام تک تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بستیاں بنا دی تھیں۔ یہ بستیاں برلب سڑک تھیں اس لئے ان کو قُرًى ظَاهِرَةً فرمایا ان مسلسل بستیوں کا یہ فائدہ تھا کہ ان کا مسافر گھر سے نکل کر دوپہر میں آرام کرنا یا کھانا کھانا چاہتا تو آسانی سے کسی بستی میں پہنچ کر معمول کے مطابق کھانا کھا کر آرام کر سکتا تھا۔ پھر اسی طرح ظہر کے بعد روانہ ہو کر آفتاب کے غروب ہونے تک اگلی بستی میں پہنچ کر رات گزار سکتا تھا۔ پھر راستے بھی سب مامون تھے کسی چور

ڈاکو کا وہاں گزر نہ تھا۔ رات دن میں ہر وقت بے فکری سے سفر کیا جا سکتا تھا۔ (معارف القرآن)

لیکن ان ظالموں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی نا قدری کی اور خود یہ دعا مانگی۔

رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا۔ اے ہمارے پروردگار ہمارے سفروں کو دراز کردے۔

قریب قریب گاؤں نہ رہیں۔ جنگل بیابان آئیں جس میں مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو ایسا تباہ و برباد کر دیا گیا کہ دنیا میں ان کی عیش و عشرت۔ دولت و نعمت کے قصّے ہی رہ گئے اور یہ لوگ افسانہ بن گئے۔

وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ط اور ہم نے ان کو بالکل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

شہر مارب کے بسنے والے کچھ ہلاک ہو گئے اور کچھ ایسے منتشر ہوئے کہ ان کے ٹکڑے مختلف ملکوں میں پھیل گئے۔ ابن کثیر وغیرہ نے اس جگہ ایک کاہن کا طویل قصہ نقل کیا ہے کہ سیلاب کا عذاب آنے سے پہلے اس کاہن کو اس کا علم ہو گیا تھا۔ اس نے ایک عجیب تدبیر کے ذریعے اپنے مکانات اور تمام جائیداد فروخت کر دی۔ جب رقم اس کے ہاتھ آ گئی تو اس نے اپنی قوم کو آنے والے سیلاب و عذاب سے باخبر کیا اور کہا کہ جس کو اپنی جان سلامت رکھنا ہے وہ فوراً یہاں سے نکل جائے۔ اس نے لوگوں کو یہ بھی بتلایا کہ تم میں جو لوگ سفرِ بعید اختیار کرنے کا مقام کا ارادہ کریں وہ عمان چلے جائیں اور جو لوگ ایسی سواریاں چاہیں جو کیچڑ میں ثابت قدم رہیں اور قحط کے زمانے میں کام آئیں اور جلدی سفر کی ضرورت کے وقت ساتھ دیں۔ تو وہ یثرب (مدینہ منورہ) چلے جائیں جس میں کھجور کثرت سے ہے۔ اور جو شراب۔ خمیری روٹی اور پھل چاہیں وہ ملکِ شام کے مقامِ بُصرٰی میں چلے جائیں۔ قوم نے اس مشورہ پر عمل کیا۔ قبیلہ آزر کے لوگ عمان کی طرف چلے گئے۔ اور غسان بُصرٰی کی طرف۔ اور اوس و خزرج و بنو عثمان یثرب ذات النخل کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ بطن مرّہ کے مقام پر پہنچ کر بنو عثمان نے تو اسی جگہ کو پسند کر لیا اور یہیں رہ پڑے۔ بطن مرّہ مکہ مکرمہ کے قریب ہے۔ اسی انقطاع کی وجہ سے بنو عثمان کا لقب خزاعہ ہو گیا۔ اور اوس اور خزرج یثرب پہنچ کر مقیم ہو گئے۔

اسی طرح یہ قوم ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ نہ سدِ مارب رہا اور نہ وہ باغات رہے اور نہ سفری سہولتیں باقی رہیں جب خدا تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے تو اللہ تعالیٰ نے سدِّ مارب تباہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے باغات کو بھی نیست و نابود کر دیا اور قوم سبا مختلف حصّوں میں بٹ گئی۔ ارشاد ہے۔

ذَالِکَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا کَفَرُوْ اوَهَلْ نُجٰزِیْ اِلَّا الْکَفُوْرَ

ہم نے ان کو یہ سزا ان کی ناسپاسی کے سبب دی ۔جس کے وہ مرتکب ہوئے ۔اور ہم ایسی سزا صرف اسی کو دیا کرتے ہیں جو سخت ناسپاس ہو۔

قرطبی نے بحوالہ قشیری نقل کیا ہے کہ قوم سبا کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی آزمائش

سورۃ صٓ میں حضرت سلیمانؑ کی آزمائش اور خدا تعالیٰ کی جانب سے ابتلاء کا ایک مجمل واقعہ اس طرح مذکور ہے۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ۔ (صٓ)

اور یقیناً ہم نے سلیمانؑ کو آزمائش میں مبتلا کیا تھا اور ہم نے اس کے تخت پر ایک ناقص الخلقت دھڑ لا ڈالا پھر سلیمانؑ نے اللہ کی جانب رجوع کیا۔

آزمائش کے سلسلہ میں صرف اتنا ذکر کیا گیا ہے کہ کوئی دھڑ حضرت سلیمانؑ کی کرسی پر ڈال دیا گیا تھا۔اب وہ دھڑ کیا تھا۔اس کے کرسی پر ڈالنے کا کیا مطلب تھا اور اس کے آزمائش کیونکر ہوئی ۔یہ تفصیلات نہ قرآن مجید میں موجود ہیں اور نہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہیں۔اس لئے بعض محقق مفسرین مثلاً حافظ عماد الدین ابن کثیر کا رجحان یہاں بھی اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے جس بات کو مجمل چھوڑا ہے اس کی تفصیلات میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بس اتنی بات پر ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کی کوئی آزمائش کی تھی جس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے اللہ تعالیٰ کی طرف پہلے سے زیادہ رجوع فرمایا۔(معارف القرآن)

حضرت سلیمانؑ کا ایک واقعہ صحیح بخاری وغیر میں مذکور ہے اس واقعہ کے بعض حصوں کو قرآن کی اس آیت سے ملتا جلتا دیکھ کر بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر قرار دیا ہے۔چنانچہ کشف الرحمن میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے ماتحت امراء اور سرداروں سے ان کی بعض کوتاہیوں کے سلسلے میں ناراض ہوئے اور انھوں نے فرمایا کہ میں آج کی رات اپنی ستر یا سو بیویوں سے ہمبستری کروں گا۔ ہر ایک بیوی سے ایک ایک لڑکا پیدا ہوگا۔تو ان کو جہاد میں استعمال کیا

جائے گا۔اس موقع پر فرشتے نے قلب پر القاء کیا کہ انشاء اللہ کہہ لیجئے مگر سلیمانؑ کو خیال نہ رہا اور زبان سے انشاء اللہ نہ کہا۔نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ایک بیوی کے ہاں کچا بچہ پیدا ہوا اور خادمہ نے اس کچے بچے کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر لاکر رکھ دیا۔ چنانچہ اس پر حضرت سلیمانؑ بہت نادم ہوئے کہ کسی بیوی کو حمل قرار نہ ہوا۔اور جس کو ہوا اس کے ہاں بھی عجیب الخلقت اور کچا بچہ پیدا ہوا۔انھوں نے اس پر حق تعالیٰ کی جناب میں رجوع کیا اور مغفرت طلب کی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو ان کی تمام بیویوں سے لڑکے پیدا ہوتے جو جوان ہو کر گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کرتے۔ یہ ایک طبعی امر تھا جب کوئی بڑا آدمی اپنے ملازموں اور امراء کی غیر وفادارانہ روش سے ناراض ہوتا ہے تو اس کو اپنی اولاد کا خیال آتا ہے۔ چنانچہ اسی خیال کی بنا پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ خواہش کی کہ جب گھر کے جہاد کرنے والے ہوں گے تو پھر کسی سردار کی کوتاہی اور غیر وفادارانہ روش کا اندیشہ نہ رہے گا۔لیکن انشاء اللہ سہواً نہ کہنے کی بنا پر صورت حال بدل گئی اور اللہ تعالیٰ کے روبرو رجوع کرنے لگے۔

ابن کثیر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی ہیں،جن میں دو تو انھیں مل گئیں اور ہمیں امید ہے کہ تیسری ہمارے لئے ہو۔

۱۔ مجھے ایسا حکم دے جو تیرے حکم کے موافق ہو۔

۲۔ مجھے ایسا ملک دے جو میرے بعد کسی کیلئے لائق نہ ہو۔

۳۔ جو شخص اپنے گھر سے اس مسجد کی نماز کے ارادے ہی سے نکلے تو جب وہ لوٹے تو ایسا ہو جائے گویا کہ آج ہی پیدا ہوا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ یہ دعا ہمارے لئے خدا نے دی ہو۔اس مسجد سے مراد بیت المقدس ہے جس کا ذکر انشاء اللہ عنقریب آئیگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی

حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی ہاتھی کے دانت کی تھی۔ درّ و یاقوت زبرجد لؤلؤ سے مرصّع تھی اور چاروں طرف اس کے سونے کی کھجور کے درخت بنے ہوئے تھے جن کے خوشے بھی موتیوں کے تھے۔اس کرسی کے پہلے درجے پر دائیں جانب دو درخت صنوبر کے سونے کے تھے اور بائیں جانب دو سونے کے شیر بنے ہوئے تھے ان کے سروں پر زبرجد کے دو ستون بنے ہوئے تھے۔اور کرسی کے دونوں جانب انگور کی سنہری بیلیں تھیں جو کرسی کو ڈھانپے

ہوئے تھیں اس کے خوشے بھی سرخ موتیوں کے تھے۔ پھر کرسی کے اعلیٰ درجے پر سونے کے دو بہت بڑے شیر بنے ہوئے تھے جن کے اندر مشک وعنبر بھرا ہوتا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب کرسی پر آتے تو دونوں شیر حرکت کرتے۔ ان کے گھومنے سے ان کے اندر سے مشک وعنبر چاروں طرف چھڑکا جاتا پھر دو منبر سونے کے بچھا دیئے جاتے ایک آپ کے وزیر کا اور ایک اس وقت کے سب سے بڑے عالم کا۔ پھر کرسی کے سامنے ستر منبر سونے کے اور بچھا دیئے جاتے۔ جن پر بنو اسرائیل کے قاضی۔ علماء اور ان کے سردار بیٹھتے۔ ان کے پیچھے پینتیس سونے کے منبر اور ہوتے جو خالی رہتے تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام جب تشریف لاتے تو پہلے زینے پر قدم رکھتے ہی کرسی ان تمام چیزوں سمیت گھوم جاتی۔ شیر اپنا داہنا قدم آگے بڑھا دیتے اور گدھ اپنا بائیاں پر پھیلا دیتا جب دوسرے درجے پر قدم رکھتے تو شیر اپنا بائیاں ہاتھ پھیلا دیتے اور گدھ اپنا داہنا پر پھیلاتا جب آپ تیسرے درجے پر چڑھ جاتے اور کرسی پر بیٹھ جاتے تو ایک بڑا گدھ آپ کا تاج لیکر آپ کے سر پر رکھتا۔ پھر کرسی تیزی سے گھومتی، وہ ایک سونے کی لاٹ پر تھی جسے صحر نامی ایک جن نے بنایا تھا۔ اس کے گھومتے ہی نیچے والے مور گدھ سب اوپر آجاتے اور سر جھکاتے اور پروں کو پھڑ پھڑاتے جس سے آپ کے جسم پر مشک وعنبر کا چھڑکاؤ ہو جاتا۔ پھر ایک سونے کا کبوتر تورات اٹھا کر آپ کے ہاتھ میں دیتا جسے آپ ملاقات فرماتے۔

(ابن کثیر ۶۴ / ج ۴)

بیت المقدس کی تعمیر

خدا تعالیٰ کا منشا ہوا کہ میری عبادت گاہ پختہ بنے۔ مگر داؤد علیہ السّلام کو دشمنوں کے قتال وجدال سے اس کی تعمیر کی مہلت نہ ملی۔ گو سامان مہیّا تھا اس لئے آخری وقت حضرت سلیمانؑ کو وصیت کی اور ہو ساز و سامان بھی حوالے کیا اور ہیکل کا نقشہ بھی دیا جس کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہیکل بنائی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی تخت نشینی کے چار برس اور دو ماہ بعد ہیکل کی تعمیر شروع کی اور خروج موسیٰؑ اور مصر سے پانچ سو بانوے برس بعد اور ابراہیمؑ کے عراق سے نکل کر ملک کنعان میں آباد ہونے سے ایک ہزار بیس برس بعد، طوفان نوحؑ سے ایک ہزار چار سو چالیس برس بعد، اور آدمؑ کی پیدائش سے تین ہزار ایک سو دس برس بعد ہیکل کی تعمیر ہوئی۔

(نمبر ۲) حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کام کیلئے تیس ہزار آدمی مقرر کئے تھے جو کوہ لبنان پر لکڑیاں چیرتے اور تراشتے تھے اور یہاں بھیجتے تھے۔ ان کے علاوہ وہ لوگ بھی تھے جن کو حضرت داؤدؑ نے مقرر کیا تھا، ستر ہزار آدمی بار برداری اور اسّی ہزار آدمی

سنگ تراشی کا کام کرتے تھے۔اور تین ہزاران کے محافظ تھے۔اور بادشاہ کا حکم تھا کہ سنگ تراش ہیکل کی بنیاد کیلئے بڑے بڑے پتھر تراشیں اوران کو وہیں درست کر کے شہر میں لائیں۔اس کی تعمیر میں ملک سور کے بادشاہ حیرام نے بھی لکڑیوں کی امداد کی تھی۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے بڑے بڑے پتھر ہیکل کی بنیاد کے لئے درست کرائے اور بڑی گہری زمین کھدوا کر اس کی بنیاد رکھی تا کہ یہ مدتوں قائم رہے۔یہ عمارت سنگِ مرمر سے تیار ہوئی تھی۔طول وعرض و بلندی میں ساٹھ ہاتھ تھی او پر ایک اور مکان بطور بالا خانے کے بنایا تھا وہ بھی ساٹھ ہاتھ بلند تھا۔اس طرح اس کی بلندی ایک سو بیس ہاتھ ہوئی۔اس کا رخ مشرق کی جانب تھا اور اس ہیکل کے سامنے بیس ہاتھ چوڑا اور بارہ ہاتھ لمبا اور ایک سو بیس ہاتھ اونچا برآمدہ تھا۔ہیکل کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے کمرے بنائے جو تین منزلہ تھے۔تمام ہیکل کی چھت سرّ و کے مصفا شہتیروں اور تختوں سے بنائی گئی۔اور سونے کی چادروں سے چھت اور دیواروں کو منڈھ دیا گیا جس سے تما ہیکل روشن ہوگئی۔اور تعمیر ایسی حکمت سے کی گئی کہ کہیں جوڑ نہ معلوم ہوتا تھا۔اور بالا خانے پر جانے کے لئے دیوار کے متصل ایک زینہ بنایا تھا۔

نمبر ۴۔اس سلسلے کے لئے حضرت سلیمانؑ نے حیرام نامی کاریگر ملک سوایہ سے بلوایا اس کے والدین اسرائیلی تھے۔یہ شخص ہر کام نہایت عمدگی سے کرتا تھا۔اس نے ہیکل کا یہ کام حضرت سلیمان علیہ السلام کی مرضی کے مطابق کیا اور دوستون جو بلندی میں اٹھارہ ہاتھ اور احاطہ میں بارہ ہاتھ تھے بنائے،ان کے اوپر پانچ ہاتھ اونچے سوسن کے درخت کی صورت بنائی،اور ایک جالی کہ جس پر کھجور اور سوسن کے پھول بنائے تھے اوران پر دوسوانار بنائے۔ان ستونوں پر سے ایک برآمدے کے دائیں طرف رکھا گیا اس کا نام بوعز تھا۔

نمبر ۵۔حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک بڑا حوض نصف کرہ کی طرح پیتل کا ڈھلا ہوا بنوایا اس کا قطر یعنی نصف گولائی دس فٹ تھا جس کا قطر دس فٹ تھا اور چاروں طرف بارہ بیل ڈھلے ہوئے تھے تین تین ہر طرف اور یہ حوض ان کی پشت پر تھا اس کو بحر کہتے تھے۔

نمبر ۶۔اور حوض کے لئے دس چوکونے ستون بنائے تھے ان کی لمبائی پانچ ہاتھ چوڑائی چار ہاتھ اور بلندی چھ ہاتھ تھی۔ ان کے چاروں کونوں میں بھی چھوٹے چھوٹے ستون بنائے،دوستونوں کے درمیان ایک بیل اور دو کے درمیان ایک بیل اور دو کے درمیان ایک شیر ببّر اور دو کے درمیان ایک عقاب تھا،اور چھوٹے ستونوں میں بھی چھوٹے قد کے جانور بنائے تھے اور ان دس ستونوں کیلئے دس حوض بنائے تھے جن میں پانچ حوض ہیکل کے دائیں طرف اور پانچ بائیں طرف اور بڑا حوض سامنے تھا اور اس میں سب لوگ اپنے ہاتھ پاؤں دھوکر وضو کر کے۔قربان گاہ میں جاتے تھے اور حوضوں میں ان جانوروں کو دھوتے تھے جن کی قربانی کرنا ہوتی تھی۔

نمبر ۷۔ سوختنی قربانی کے لئے آپ نے ایک اور قربان گاہ پیتل کی بنائی جس کا طول وعرض بیس ہاتھ اور بلندی دس ہاتھ تھی اور اس کے تصرّف کیلئے دیگ اور چمچے اور دست پناہ وغیرہ یہ سب چیزیں نہایت عمدہ پیتل سے بنائیں اور دوسرے کاموں کے لئے دس ہزار میز بنائے جن پر شیشیاں اور پیالیاں رکھی جاتی تھیں اور دس ہزار شمعدان جن میں سے ایک بڑا شمعدان رات دن ہیکل میں روشن رہتا تھا۔ یہ جنوب میں رکھا گیا اور سونے کے میز شمال کی جانب اور قربان گاہ ان کے درمیان رکھی اور باقی برتن اس مکان میں رکھے جو چالیس ہاتھ لمبا تھا۔ اور ہیکل کے چاروں طرف تین ہاتھ بلند ایک دیوار بنائی تاکہ ہر کوئی اس میں جانے نہ پائے کیونکہ وہ مقام متبرّک تھا وہاں خاص اور پاک شدہ لوگ جاتے تھے اس دیوار کے باہر ایک غار بنا کر زمین کو بلند کرا کے ایک دوسری چھوٹی ہیکل تعمیر کرائی اس کے اندر بڑے بڑے کمرے بنائے چار دروازے لگائے اور چھوٹی ہیکل کے سامنے دور دور تک دوطرفہ مکانات کی قطار بنائی اور اس کو چاندی کا ملمع کیا۔ یہ عظیم الشان ہیکل سات برس میں بن کر تیار ہوئی۔ جب کام مکمل ہو گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے تمام بنی اسرائیل کو جمع کیا اور ان کی دعوت کی اور بڑی دھوم دھام سے صندوق شہادت (تابوت سکینہ) اندر رکھا۔ جب لوگ سب چیزیں بترتیب اندر رکھ کر باہر آئے تو ایک سیاہ ابر کا ٹکڑا ہیکل کے اندر گیا جس سے اندھیرا ہو گیا۔ اب لوگوں کو بھی اس کی مقبولیت کا یقین ہوا تب سلیمان علیہ السلام نے سجدہ میں سر رکھ کر دعا کی کہ اے اللہ! اس مکان میں جس وقت تیرے بندے عبادت کرنے آئیں اور دعا مانگیں تو ان سب کو بندگی قبول کرنا اور ان کی دعائیں اور ان کی حاجات برلانا۔ اگرچہ تو اپنے تمام بندوں کی نگہبانی کرتا ہے اور جو تجھ سے ڈرتے ہیں تو ان کا زیادہ تر نگہبان اور ان پر بڑا مہربان ہے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا پھر بے شمار جانور قربان کئے جن کو سب کے روبرو آسمان سے آگ اتر کر کھا گئی جس سے سب کو مقبول ہونے کا یقین ہو گیا۔ پھر تمام لوگوں کو رخصت کیا وہ خوشی خوشی کے نعرے مارتے ہوئے اپنے اپنے شہروں اور گھروں کو چلے گئے۔ اس دن سے زیادہ خوشی کا کوئی دن بنی اسرائیل کے لئے نہ ہوا ہوگا اس دن آفتابِ اقبال و دولت نصف النہار پر تھا پھر زوال شروع ہوا۔

(تفسیر حقانی از تاریخ بیت المقدس)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا پیشہ

حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ پر ایسے عظیم احسانات کئے اور پھر یہاں تک فرمایا کہ اس بے انتہا دولت وثروت کے صرف وخرچ داد ودہش اور روک کر رکھنے میں تم سے کوئی باز پرس نہیں ہے، مگر ان تمام باتوں کے باوجود حضرت سلیمان علیہ السلام اس دولت وحکومت کو مخلوق خدا کی خدمت کیلئے امانت الٰہی سمجھ کر ایک حبہ بھی اپنی

ذات پر صرف نہیں فرماتے بلکہ اپنی روزی ٹوکریاں بنا کر حاصل کیا کرتے تھے۔(قصص القرآن)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات

آپ کی وفات کا ایک عجیب طرح کا واقعہ ہے اور اس میں بہت سی ہدایات ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جن کو ایسی بے مثال حکومت وسلطنت حاصل تھی کہ صرف ساری دنیا پر ہی نہیں بلکہ جنات وطیور اور ہوا پر بھی ان کی حکومت تھی۔ مگر ان سب سامانوں کے باوجود موت سے ان کو بھی نجات نہ تھی اور یہ کہ موت تو مقررہ وقت آتی ہے بیت المقدس کی تعمیر جو حضرت داؤد علیہ السلام نے شروع کی پھر حضرت سلیمانؑ نے اس کی تکمیل کی۔ اس میں تعمیر کا کچھ کام باقی تھا اور یہ تعمیر کا کام جنات کے سپرد تھا جن کی طبیعت میں سرکشی غالب تھی حضرت سلیمانؑ کے خوف سے کام کرتے تھے۔ آپ کی وفات کا جنّات کو علم ہو جاتا تو فوراً کام چھوڑ دیتے اور تعمیر رہ جاتی۔ اس کا انتظام حضرت سلیمان علیہ السلام نے باذنِ ربّانی یہ کیا کہ جب موت کا وقت آیا تو موت کی تیاری کر کے اپنے محراب میں داخل ہو گئے جو شفاف شیشے سے بنی ہوئی تھی۔ باہر سے اندر کی سب چیزیں نظر آتی تھیں اور اپنے معمول کے مطابق عبادت کیلئے ایک سہارا لیکر کھڑے ہو گئے کہ روح پرواز کرنے کے بعد بھی اس عصا کے سہارے اپنی جگہ پر جمے رہے۔ سلیمان علیہ السلام کی روح وقت مقررّہ پر قبض کر لی گئی مگر وہ اپنے عصا کے سہارے اپنی جگہ جمے ہوئے باہر سے ایسے نظر آتے تھے کہ عبادت میں مشغول ہیں۔ جنّات کی یہ مجال نہ تھی کہ پاس آ کر دیکھ سکتے۔ حضرت سلیمانؑ کو زندہ سمجھ کر کام میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ سال بھر گزر گیا اور تعمیر بیت المقدس کا کام مکمل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے دیمک کو عصائے سلیمانی پر مسلط کر دیا۔ دیمک نے عصا کر لکڑی کو اندر سے کھوکھلا کر دیا۔ عصا کا سہارا ختم ہوا تو سلیمان علیہ السلام گرِ گئے۔ اس وقت جنات کو آپ کی موت کی خبر ہوئی۔(معارف القرآن)

ارشاد ربّانی ہے

فَلَمَّا قَضَيۡنَا عَلَيۡهِ الۡمَوۡتَ مَادَلَّهُمۡ عَلٰى مَوۡتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الۡاَرۡضِ تَاۡكُلُ مِنۡسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّتَبَيَّنَتِ الۡجِنُّ اَنۡ لَّوۡ كَانُوۡا يَعۡلَمُوۡنَ الۡغَيۡبَ مَالَبِثُوۡا فِى الۡعَذَابِ الۡمُهِيۡنِ۔	پھر جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کیا تو سلیمان کی موت پر جنات کو کسی نے بھی آگاہ نہیں کیا مگر ایک گھن کے کیڑے نے جو سلیمان کی لکڑی کو کھا رہا تھا، پھر سلیمانؑ گر پڑے تب جنات کو اس امر کی حقیقت ظاہر ہوئی کہ اگر وہ غیب کی باتیں جانتے ہوتے تو اس ذلت آمیز مصیبت وتکلیف میں مبتلا نہ رہتے۔

اوپر تاریخ بیت المقدس کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر مکمّل کر لی تھی۔ جبکہ مندرجہ بالا واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعمیر کے دوران ہی وفات پا چکے تھے۔ یہ اس کے منافی نہیں اس لئے کہ اصل تعمیر ہونے کے بعد بھی بڑی تعمیرات میں کچھ کام باقی رہ جاتا ہے ممکن ہے کہ کچھ ایسا ہی کام باقی ہو جس کے لئے سلیمان علیہ السلام نے مذکورہ بالا تدبیر اختیار کی۔ بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ جنّات کو یہ معلوم ہوا کہ سلیمان کی موت کو عرصہ ہو گیا ہے اور ہم بے خبر رہے۔ تو مدّت موت معلوم کرنے کے لئے یہ تدابیر اختیار کی کہ ایک لکڑی پر دیمک چھوڑ دی ایک دن رات میں جتنی لکڑی دیمک نے کھائی اس سے حساب لگا لیا کہ عصاءِ سلیمانی پر ایک سال اس طرح گزرا ہے۔

(معارف القرآن)

اور اس واقعہ سے جنات کے علم غیب کو بھی رفع کرنا مقصود تھا۔ جنات کو اللہ تعالیٰ نے دور دراز کی مسافت چند لمحات میں قطع کر لینے کی قوّت عطا فرمائی ہے اور وہ بہت سے ایسے حالات وواقعات سے واقف ہوتے تھے جن کو انسان یہ سمجھتے کہ یہ غیب کی خبر ہے اور جنات کو بھی غیب کا علم ہے۔ خود جنات کو بھی علم غیب کا دعویٰ ہو تو بعید نہیں۔ موت کے اس عجیب واقعے نے اس کی بھی حقیقت کھول دی۔ خود جنات کو بھی پتہ چل گیا اور سب انسانوں کو بھی کہ جنات عالم الغیب نہیں ہیں کیونکہ اگر ان کو علمِ غیب ہوتا تو سلیمان علیہ السلام کی موت سے ایک سال پہلے ہی باخبر ہو جاتے اور یہ سال بھر کی محنت ومشقت جو ان کو زندہ سمجھ کر برداشت کرتے رہے اس سے بچ جاتے۔ (معارف القرآن)

مدّت سلطنت

بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء تاریخ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی عمر کل ترپین سال کی ہوئی۔ ان کی سلطنت وحکومت چالیس سال رہی، اور آپ نے تیرہ سال کی عمر میں سلطنت کا کام سنبھال لیا تھا۔ (معارف القرآن بحوالہ قرطبی)

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

حضرت سلیمانؑ اور بنی اسرائیل کا بہتان

حق تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ایک عجیب بادشاہی دی تھی، تمام مخلوقات خواہ جن ہوں یا انسان جانور ہوں یا ہوا سب کے سب ان کے زیر حکم تھے، ان کے عہد میں شیاطین جن بھی انسانوں کی صورت میں متشکل ہو کر بڑے بڑے مشکل کام کیا کرتے۔ اس وجہ سے آدمیوں کا جنوں میں اختلاط ہو گیا تھا اور آپس میں نشت و برخاست کیا کرتے تھے اور شیاطین آدمیوں کے سامنے عجیب وغریب کام ظاہر کرتے تھے۔ اور منتر جس میں صریح شرک کے الفاظ تھے جیسے کہ بتوں اور شیطانوں کے نام آدمیوں کے روبرو پڑھتے تھے جس کی وجہ سے عجیب وغریب چیزیں ظاہر ہوتی تھیں۔ ان منتروں کی وجہ سے کسی کی گردن توڑنے کسی کا پاؤں باندھ لیتے۔ کسی کے پیٹ میں آ کر درد پیدا کرتے اور جس وقت ان پر منتر پڑھا جاتا تو چھوڑ دیتے۔ رفتہ رفتہ اس حرکت کی خبر حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی ہوگئی۔ آپ نے اپنے وزیر آصف بن برخیا کے ذریعہ ان کو جمع فرمایا اور حکم دیا کہ اس قسم کی جادو کی چیزیں جتنی جس کے پاس ہوں حاضر کریں، تو آپ نے جمع کر کے لکھوا کر اپنی کرسی کے نیچے دفن کرا دیں۔ اور حکم دے دیا کہ جن وانسان آپس میں نشت وبرخاست نہ کریں۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی زندگی تک تو معاملہ اسی طرح رہا۔ لیکن آپ کی وفات کے بعد جنات نے انسانوں کو یہ باور کرایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جادو کے ذریعہ ہم پر حکومت کی تھی اور جادو ہی کے ذریعہ یہ تمام سلطنت حاصل کی تھی، ہوا وحشی جانور اور جن وانس سب ان کے مسخر تھے۔ اور اس تمام سحر کو اپنی کرسی کے نیچے دفن کر کے اس جہان سے چلے گئے ہیں۔ اب تدبیر یہ ہے کہ اس جگہ کو کھود کر ان کتابوں کو نکالو اور ان پر عمل کرو کہ حضرت سلیمانؑ کی طرح تمہارے ہاتھ سے بھی عجائب وغرائب ظاہر ہوں۔ چنانچہ انسانوں نے اسی طرح کیا اور ان منتروں کو پڑھنا شروع کیا اور عجیب خواص پائے۔ یہاں تک کہ توراۃ اور علوم دین کا شغل بالکل موقوف ہو گیا اور تمام ہمت ان کی عام سحر کے سیکھنے میں صرف ہوتی۔ پہلے تو شیطان ان کی خوب تابعداری کرتے تھے اور آثار بھی خوب ظاہر ہوتے تھے۔ اور جب انھوں نے دیکھا کہ اب یہ لوگ گمراہی کے گڑھے میں گر گئے ہیں تو تابعداری کم کر دی۔

(تفسیر عزیزی)

غرضیکہ جنات نے بنی اسرائیل کو مکمل یقین دلا یا تھا کہ حضرت سلیمانؑ محض ایک جادوگر تھے اور ان کی حکومت محض ایک جادو تھی اور ان کا نبوت کے ساتھ کوئی واسطہ نہ تھا۔ چنانچہ شہر بن حوشب سے ابن جریر نے روایت کی ہے کہ یہودی آپس میں کہتے تھے کہ دیکھو محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق کو باطل کے ساتھ ملاتے ہیں اور سلیمانؑ ایک جادوگر تھا اور بزور سحر ہوا پر سوار ہوتا تھا۔ (عزیزی)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی ہر طرح سے صفائی بیان فرمائی اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر یہ بنی اسرائیل کا ایک الزام قرار دیا اور ارشاد فرمایا۔

وَاتَّبَعُوْامَا تَتْلُو الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ (البقرہ)	اور یہ (یہودی) اس علم کے پیچھے ہو لئے جو حضرت سلیمانؑ کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور حضرت سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا لیکن شیاطین نے کفر کا ارتکاب کیا، ان شیاطین کی حالت یہ تھی کہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔

قرآن عزیز میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی برأت بیان فرمادی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا دامن اس سے پاک ہے اور یہ کہ بنی اسرائیل نے شیاطین کی پیروی اختیار کی تھی۔

الحمدللہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ تکمیل کو پہنچا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ط

ڑڑڑڑز

رت شعیا علیہ السلام اور

حضرت یونس علیہ السَّلام

قرآن مجید میں آپ کا ذکر چھ سورتوں میں کیا گیا ہے۔

۱۔	پارہ ۶	سورہ النسآء	رکوع ۲۳
۲۔	پارہ ۷	سورہ الانعام	رکوع ۱۰
۳۔	پارہ ۱۱	سورہ یونس	رکوع ۱۰
۴۔	پارہ ۱۷	سورہ الانبیاء	رکوع ۶
۵۔	پارہ ۲۳	سورہ الصّافات	رکوع ۵
۶۔	پارہ ۲۹	سورہ القلم	رکوع ۲

چار سورتوں میں نام ذکر کیا گیا جبکہ سورہ انبیاء میں ذالنون اور القلم میں صاحب الحوت کہا گیا۔ حوت اور نون عربی میں مچھلی کو کہا جاتا ہے چونکہ آپ پر مچھلی کا حادثہ گزرا تھا اس لئے ''مچھلی والا'' آپ کا لقب ہو گیا۔ (قصص القرآن)

نسب

مؤرخین اسلام اور اہل کتاب اس پر متفق ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام کے نسب سے اس سے زیادہ اور کوئی بات ثابت نہیں کہ آپ کے والد صاحب کا نام متیٰ ہے۔ حضر عبداللہ بن عباسؓ کی ایک روایت جو بخاری شریف میں مذکور ہے اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ اہل کتاب حضرت یونس علی السلام کو یوناہ اور ان کے والد کا نام امتیٰ بتاتے ہیں لیکن یہ عربی اور عبرانی زبانوں کی لفظی تعبیر کا فرق ہے۔

(قصص القرآن)

زمانہ کا تعین

فتح الباری میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یونس علیہ السلام کے زمانہ کا تعیّن تاریخی روشنی میں مشکل ہے۔ البتہ بعض مورخین نے یہ کہا کہ جب ایران میں طوائف الملوکی کا دور تھا اس وقت نینوا میں حضرت یونس علیہ السّلام کا ظہور ہوا۔

نبوت

جب حضرت یونس علیہ السلام کی عمر اٹھائیس سال کی تھی اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔(قصص القرآن)

حضرت یونسؑ کا نینوا میں ورود

تفسیر عزیزی میں مذکور ہے کہ حضرت یونسؑ کے زمانہ میں اولوالا پیغمبر بنی اسرائیل میں حضرت شعیا علیہ السلام تھے اور حزقیا بادشاہ وقت ان کا مطیع تھا اور ان دنوں میں بنی اسرائیل فلسطین اور اردن میں جو شام کے ملک میں بہت بہتر بستیاں ہیں رہتے تھے۔ اتفاق سے نینویٰ اور موصل کے لوگ جو عراق اور شام کے درمیان میں بستے تھے۔ بنی اسرائیل پر چڑھ آئے اور ان کے مال واسباب لوٹ کر لے گئے اور ان کے بہت سے افراد بھی گرفتار کر کے لے گئے تو حزقیاہ بادشاہ نے حضرت شعیا علیہ السلام سے عرض کیا اور ان سے ان قیدیوں کے چھڑانے کی تدبیر پوچھی اور کہا کہ جب تک ہمارے قیدی وہاں سے چھوٹ کر نہ آئیں گے تب تک ہم ان پر بذریعۂ فوج چڑھائی نہیں کر سکتے۔ تو حضرت شعیاء علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کی مملکت میں اس وقت پانچ آدمی پیغمبر ہیں۔ ان میں سے ایک کو ان کے پاس بھیجو تا کہ وہ اس کے سمجھانے سے راہِ راست پر آجائیں اور تمہارے قیدیوں کو چھوڑ دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ پھر آپ ہی ان میں سے کسی کا انتخاب کریں تو حضرت شعیا علیہ السلام نے حضرت یونس علیہ السلام کا نام پیش کیا اور فرمایا کہ امانت دار بھی ہیں اور اللہ کے ہاں آپ کا بڑا رتبہ ہے اور اس زمانے کے پیغمبروں میں عبادت اور ریاضت کی زیادتی میں بھی ممتاز ہیں اور اگر وہ لوگ ان کی نصیحت نہ مانیں تو ہوسکتا کہ وہ بڑے بڑے معجزے اور غیبی کرشمے دکھا کر ان کو راہِ راست پر لے آئیں۔ چنانچہ بادشاہ نے حضرت یونس علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت شعیا علیہ السلام کا پیغام سنایا۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر حضرت شعیاؑ نے حکم الٰہی سے مجھے مقرر کیا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ وہاں جانے سے میرے اوقات عبادت میں خلل پڑے گا۔ تو بادشاہ نے کہا کہ آپ کے مقرر کرنے کا حکم الٰہی تو نہیں ہے لیکن حضرت شعیا علیہ السلام نے اسی طرح فرمایا ہے۔ لہذا آپ کو ہر صورت میں جانا ہوگا۔ چنانچہ آپ نے رنجیدہ خاطر بمع بال بچوں کے اس شہر میں پہنچ کر وہاں کے بادشاہ سے ملاقات کی اور فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تیری طرف بھیجا ہے بنی اسرائیل کو قید سے آزاد کر دے۔

بادشاہ کا جواب

بادشاہ نے کہا کہ اگر تم اس بات میں سچے ہوتے تو حق تعالیٰ ہمیں اتنی قدرت کس لئے دیتا کہ ہم تمہارے ملک پر چڑھائی کرتے اور ان کے آدمیوں کو گرفتار کر کے لاتے۔کیا اس وقت حق تعالیٰ کو اتنی قدرت نہ تھی کہ بنی اسرائیل کی حمایت کرتا اور ہمیں منع کرتا جو کہ اب تمہیں بھیجا ہے۔غرضیکہ حضرت یونسؑ تین روز تک اس کے دربار میں آتے جاتے رہے لیکن اس نے ہرگز بات نہ مانی۔تب حضرت یونس علیہ السلام کو غصّہ آیا اور حق تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کیا کہ الٰہی یہ سب میری بات نہیں سنتے اور بنی اسرائیل کو قید سے نہیں چھوڑتے۔حق تعالیٰ نے فرمایا کہ انھیں میرے عذاب سے ڈراؤ کہ اگر وہ تمہاری بات نہ مانیں گے اور ایمان نہ لائیں گے تو ان پر عذاب آئے گا۔

حضرت یونس علیہ السلام نے اس شہر کے تمام گلی کوچوں اور بازاروں میں پھر کر لوگوں سے فرمایا کہ میں تمھیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ تم لوگ اپنے بادشاہ کو یہ بات پہنچا دو کہ اگر وہ میری بات نہ مانے گا اور میرے کہنے پر ایمان نہ لائے گا تو حق تعالیٰ کا ان پر عذاب نازل ہوگا۔لوگوں نے کہا کہ کچھ مدّت مقرر کر دو۔تو فرمایا کہ چالیس دن تک ایمان لاتے ہو بہتر ہے ورنہ سب کے سب ہلاک ہو جاؤ گے۔رفتہ رفتہ یہ بات بادشاہ تک پہنچ گئی لیکن اس نے اور اس کے ساتھیوں نے اس کو ہنسی مذاق میں ٹال دیا اور کہنے لگے کہ یہ فقیر دیوانہ ہے۔ایک بات اس کے جی میں آگئی ہے اب یہ اسی کی رٹ لگائے پھرتا ہے۔اور حضرت یونس علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کی الٰہی میں نے جو ان سے چالیس دن کا وعدہ کیا ہے تو میرے اس وعدے کو سچّا کر ورنہ میں تو ان کی نظروں میں رسوا ہو جاؤں گا اور یہ لوگ مجھے قتل کر ڈالیں گے۔حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم نے اتنی جلدی کیوں کی ابھی تم کو صبر کرنا چاہیے تھا۔تقدیر میں ان کے ایمان لکھا ہوا ہے۔آخر یہ لوگ راہِ راست پر آئیں گے۔حضرت یونسؑ کو اس بات کا بڑا رنج ہوا کہ میں تو سب کے سامنے جھوٹا ثابت ہو جاؤں گا۔

جب ایک ماہ گزر گیا تو آپ نے اس شہر سے اپنے گھر والوں سمیت بارہ کوس دور نکل کر ڈیرہ لگا لیا کہ دیکھیں ان کا کیا انجام ہوتا ہے۔اور ہمیشہ یہ دعا کرتے رہے کہ الٰہی میرا وعدہ سچا فرما۔ورنہ میں رسوا ہو جاؤں گا۔(تفسیر عزیزی)

حکمتِ الٰہی

اب خالق کائنات کی حکمت دیکھئے کہ وہ اپنے نبی کی بات کو بھی سچا کر دکھاتے ہیں اور نینوا کے باشندوں کو ایمان بھی نصیب کرتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیزؒ تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں کہ جب پینتیسواں دن ہوا اور صبح کو لوگ اٹھے تو دیکھا کہ عذاب

کے کچھ نشانات شروع ہیں اور آگ اور دھواں آسمان سے برستا ہے۔اور جب وہ دھواں اور آگ مکانوں کی چھتوں کے قریب آپہنچا تو بادشاہ اور اس کے تمام ارکان دولت گھبرا کر باہر نکل آئے اور حکم دیا کہ اس گودڑی والے فقیر کو تلاش کرو اور اس کو جلدی لاؤ تاکہ ہم اس کے ہاتھ پر توبہ کریں اور تمام قیدی اس کے حوالے کریں۔شہر کے دروازے کو بند کر دیا اور ہر گلی اور کوچے میں ڈھونڈنا شروع کیا لیکن حضرت یونس علیہ السلام کا کہیں نام و نشان بھی نہ پایا۔

گریہ وزاری

جب ناامید ہوئے تو سب ننگے سر اور پاؤں میدان میں نکلے اور بچوں کو ماؤں سے جدا کیا اور جانوروں کے بچوں کو بھی جدا کیا اور سب نے اپنا گریبان چاک کیا اور سر کو سجدے میں رکھ کر رونا پیٹنا اور فریاد وزاری شروع کر دی اور سچے دل سے توبہ کی۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ عذاب الہیٰ دیکھ کر یہ لوگ اپنے ایک عابد کے پاس گئے اور کہنے لگے کہ ہمیں ایک دعا لکھ دیجئے جس کی برکت سے عذاب ٹل جائے تو اس نے یہ دعا لکھ دی۔ یَاحَیُّ حِیْنَ لَاحَیَّ یَاحَیُّ مُحیِ الْمَوْتیٰ یَاحَیُّ لَآاِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔ چالیس دن تک انھوں نے فریاد وزاری کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی خلوصِ نیت اور توبہ کی صداقت کو دیکھ کر آیا ہوا عذاب ان سے ہٹا لیا۔(ابن کثیر)

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَلَوْلاَ كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ط لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ۔	کوئی بستی ایسی نہیں ہوئی کہ مشاہدہ عذاب کے وقت اس کے لوگ ایمان لاتے اور ایمان ان کو نفع دیتا ہو سوائے یونس کی قوم کے۔کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان پر سے رسوائی کے عذاب کو اٹھا لیا اور ایک مدت تک ان کو سودمند رکھا۔

یہ قصہ عاشورہ کے دن محرم کی دسویں تاریخ کو ہوا تھا۔اس عذاب کے دفع ہونے کے بعد بادشاہ اور ارکان

دولت اور تمام رعایا خوشی خوشی شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ نے حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں جاسوسوں کو چاروں طرف روانہ کر دیا اور یہ بھی ان سے کہہ دیا کہ جو شخص حضرت یونسؑ کی اطلاع دیگا اس کو انعام کے طور پر ایک روز اپنی سلطنت دوں گا تا کہ وہ جو چاہے خزانے سے مال و دولت حاصل کر لے۔ (تفسیر عزیزی)

ایک غلط اطلاع پر حضرت یونسؑ کا ردِ عمل

تفسیر کشف الرحمن میں ہے کہ شیطان نے حضرت یونس علیہ السلام کو مطلع کر دیا کہ وہ قوم تو چنگی بھلی ہے ان پر عذاب نہیں آیا۔ اور تفسیر عزیزی میں ہے کہ گنواروں کے ذریعہ یہ اطلاع آپ کو ملی مگر یہ معلوم نہ ہوا کہ قوم پر اس لئے عذاب نہ آیا کہ وہ ایمان سے بہرہ یاب ہوگئی ہے اور آپ کے لئے چشمِ براہ ہے۔ یہ سن کر آپ کبیدہ خاطر ہوئے کہ میں اپنی قوم میں جھوٹا ثابت ہوگیا اب ان کے پاس کیا منہ لیکر جاؤں گا۔ اور اب حضرت شعیا علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے پاس جاؤں تو بھی خفیف ہوں گے اس لئے کہ انھوں نے مجھے جس کام کے لئے بھیجا تھا وہ مجھ سے نہ ہوسکا۔ یہ سوچ کر دونوں طرف کا ارادہ موقوف فرمایا اور حکم الٰہی کی انتظار نہ کی اور بغیر اجازت الٰہی کے روم کی طرف چل پڑے۔ اور حق تعالیٰ کے عتاب میں گرفتار ہوئے۔ (عزیزی)

اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے اتنی بات یاد رکھیں کہ انبیاءؑ اور مقربانِ بارگاہِ الٰہی کی شان بہت بلند ہوتی ہے ان کو مزاج شناس ہونا چاہیے ان سے اس معاملہ میں اگر ادنیٰ کوتاہی بھی ہوتی ہے تو اس پر عتاب اور گرفت ہوتی ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کو حضرت یونسؑ کا یہ طرزِ عمل پسند نہ آیا کہ وحی کا انتظار کئے بغیر ایک فیصلہ کر لیا۔ اگر چہ یہ کوئی گناہ نہیں تھا مگر خلافِ اولیٰ ضرور تھا۔

تفسیر عزیزی میں ہے کہ اس سفر میں پہلے آپ کے نوکر اور خادم اور رفیق آپ سے الگ ہوئے سوائے ایک بی بی اور دو بچوں کے کوئی ساتھ نہ رہا۔ ایک بچے کو اپنے کاندھے پر اور دوسرے بچے کو بیوی کے کاندھے پر سوار کر کے اپنے ارادے سے روانہ ہوگئے۔

عتاب الٰہی

ایک دن دورانِ سفر ایک درخت کے نیچے ٹھہرے اور بچوں کو وہاں ٹھہرا کر خود قضاءِ حاجت کے لئے تشریف لے گئے اتفاق سے اس وقت وہاں کے بادشاہ کے بیٹے کی سواری جو شکار کے لئے گیا تھا اس درخت کے قریب سے ہو کر نکلی۔ شاہ زادے نے دیکھا کہ ایک نوجوان خوبصورت عورت دو بچوں کو لئے بیٹھی ہے۔ تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس عورت کو لے آؤ وہ آئے اور ان کو زبردستی اٹھا کر لے گئے۔ بی بی صاحبہ نے کہا کہ میں ایک پیغمبر کی بیوی

ہوں مجھے چھوڑ دو۔ مگر انھوں نے اس کی ایک نہ سنی اور لے گئے۔ شہزادے نے شراب کی مستی اور جوانی کی مستی میں کچھ نہ سنا اور اپنے ساتھ لے گیا۔ جب حضرت یونسؑ فارغ ہوکر آئے تو دیکھا کہ بیوی نہیں ہے بچوں سے پوچھا تو انھوں نے سارا قصّہ سنایا۔ آپ سمجھ گئے کہ عتابِ الٰہی کا معاملہ شروع ہو گیا ہے۔ ناچار دونوں بچوں کو لیکر چلے ایک کے بعد ایک کو کاندھے پر چڑھاتے جا رہے تھے۔ راستہ میں ایک نالہ آیا ایک بچے کو کنارے پر چھوڑا۔ دوسرے کو کاندھے پر بٹھا کر چاہا کہ پار چھوڑ آؤں جب نالے کے بیچ میں پہنچے تو دیکھا کہ کنارے والے بچے کو ایک بھیڑیا اٹھا کر لے جا رہا ہے یہ دیکھ کر آپ گھبرائے اور لوٹے کہ بچے کو بھیڑیئے سے چھڑائیں تو اس گھبراہٹ میں دوسرا بچہ جو آپ کے کاندھے پر تھا پانی میں گرِ پڑا اور پانی کے ریلے میں بہہ گیا۔ آپ نے بے حد کوشش کی لیکن دونوں بچے بھی آپ سے بچھڑ گئے۔ مایوس ہوکر تن تنہا دریائے روم کے کنارے جا پہنچے دیکھا کہ سوداگروں کا ایک جہاز جو روانہ ہو رہا تھا آپ نے جہاز والوں سے کہا کہ میں ایک فقیر ہوں مجھے بغیر کرائے کہ سوار کرلو۔ چنانچہ سوداگروں نے بخوشی سوار کرلیا کہ آپ کی برکت سے خدا ہمارا بھی بیڑا پار کرے گا اور جہاز سلامتی سے پہنچ جائے گا۔ غرضیکہ آپ کو سوار کرلیا گیا اور جہاز روانہ ہو گیا جب جہاز دریا کے بیچ میں پہنچا تو یکا یک ایک بڑا طوفان اٹھا اور موجیں آنا شروع ہو گئیں اور جہاز رک گیا اور باوجود تمام کوشش کے جہاز نہ چل سکا۔ تو کپتان اور ملاح نے مشورہ کیا کہ اب کیا ہونا چاہیے تو ملاح نے کہا کہ میں بارہا تجربہ کر چکا ہوں کہ کسی کا غلام اپنے مالک کی رضا کے بغیر کشتی یا جہاز میں سوار ہوتا ہے تو اس قسم کا معاملہ درپیش ہوتا ہے۔ لہذا جہاز میں پکار کر کہہ دو کہ اگر کوئی اپنے مالک سے بھاگ کر آیا ہے تو صاف کہہ دے اور ہم اس کو باندھ کر دریا میں پھینک دیں تا کہ جہاز رواں ہو اور ہم سب کی جان بچ جائے۔ اگر ایک آدمی کی ہلاکت سے صدہا کی جان بچتی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ چنانچہ جب جہاز میں آواز دی گئی تو حضرت یونسؑ سمجھ گئے کہ وہ غلام تو میں ہوں کہ خدا کے حکم کے بغیر اپنے فیصلہ پر چل پڑا ہوں۔ آپ نے جہاز والوں سے کہہ دیا کہ وہ غلام میں ہوں۔ لیکن ان کو یقین نہ آتا تھا سب نے کہا کہ ہم آپ پر ایسا گمان ہرگز نہیں کر سکتے آپ بزرگ ہیں۔ چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی تو حضرت یونسؑ کا نام نکلا۔ پھر بھی لوگوں نے نہیں مانا دوبارہ اور سہ بارہ قرعہ اندازی کی گئی ہر بار ہی آپ کا نام نکلتا رہا۔ آخر جہاز والوں نے مجبوراً آپکو دریا میں ڈال دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے پھر بھی آپ کو نہ پھینکا۔ آپ نے خود ہی کملی میں اپنی جان کو لپیٹ کر دریا میں کود پڑے اور مچھلی نے نگل لیا۔ اور جہاز آپ کے گرنے کے ساتھ ہی چل پڑا۔ اتفاق سے وہاں ایک بڑی مچھلی لقمے کے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی جوں ہی آپ دریا میں گرے وہ مچھلی آپ کو نگل گئی۔ (عزیزی)

جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِذْاَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ۔فَسَاھَمَ فَکَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ فَلْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَھُوَ مُلِیْمٌ۔

بیشک یونس بھی پیغمبروں میں سے تھا اس کا وہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے جب وہ اپنی قوم سے بھاگ کر ایک بھری ہوئی کشتی پر پہنچا۔پھر قرعہ اندازی میں شریک ہوا اور ہر دفعہ مغلوب ٹھہرا پھر اس کو مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے کو ملامت کرر ہا تھا۔

مچھلی کو خدا کا حکم

حق تعالیٰ نے اس مچھلی کو حکم دے دیا کہ ہم نے اسے تیری غذا کے لئے تیرے پیٹ میں داخل نہیں کیا بلکہ تیرے پیٹ کو اس کا قید خانہ مقرر کیا ہے۔خبردار! اس کو ایک بال برابر نقصان نہ پہنچے۔یہ تیرے پیٹ میں اس طرح رہے جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں طرح رہتا ہے۔چنانچہ مچھلی دریا میں اپنا منہ باہر نکال کر چلتی تھی تاکہ یونسؑ کا دم نہ گھٹے (تفسیر الرحمن)

وہ مچھلی روم کے دریائے بطائح میں پہنچی پھر وہاں سے دجلہ آئی۔(عزیزی)

ابن کثیر میں ہے کہ مچھلی بحر اخضر سے آئی تھی اور اس کے جناب باری کا فرمان صادر ہوا کہ وہ دریاؤں کو چیرتی اور پھاڑتی ہوئی جائے اور حضرت یونسؑ کو نگل لے۔لیکن نہ تو ان کا جسم زخمی ہو اور نہ کوئی ہڈی ٹوٹے۔چنانچہ اس مچھلی نے پیغمبر خدا کو نگل لیا اور سمندروں میں چلنے پھرنے لگی۔حضرت یونس علیہ السلام جب پوری طرح مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تو آپ کو خیال گزرا کہ میں مر چکا ہوں لیکن جب ہاتھ پاؤں کو ہلایا تو زندگی کا یقین کر کے وہیں کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور اللہ سے عرض کی کہ اے پروردگار! میں نے تیرے لئے ایسی جگہ کو مسجد بنایا جہاں کوئی نہ پہنا ہوگا۔اور ساتھ ہی تسبیحات شروع کر دیں۔

جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَذَالنُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ فَسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَکَذَالِکَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔
(سورۂ یونس)

اور مچھلی والے یونس کا تذکرہ کیجئے جب وہ اپنی قوم سے خفا ہو کر غصّے کی حالت میں چلا گیا اور اس نے یہ سمجھا کہ ہم اس پر کوئی دارو گیر نہ کریں گے پھر اس نے سخت تاریکیوں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور تو جملہ عیوب سے منزہ ہے۔ بیشک میں ہی قصور وار ہوں۔ پس ہم نے اس کی دعا قبول کر لی اور اس کو مصائب سے نجات دی اور ہم ایمان لانے والوں کو ایسی نجات دیا کرتے ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام کی خفگی کا معاملہ تین بار پیش آیا۔(۱) جب ان کو نینوٰ جانے کا حکم دیا۔(۲) جب قوم نے ایمان لانے سے انکار کر دیا۔(۳) جب ان کو اطلاع ملی کہ عذاب نہیں آیا۔(قصص القرآن)

ابن ابی حاتم کی ایک حدیث ہے کہ حضرت یونسؑ نے جب مچھلی کے پیٹ میں ان کلمات کو کہا تو دعا عرش خدا وندی کے ارد گرد منڈلانے لگی اور فرشتوں نے کہا خدایا یہ آواز تو کہیں بہت درد والی ہے لیکن اس آواز سے ہمارے کان نا آشنا ہیں۔فرمایا اب پہچان لو کہ یہ کس آواز ہے۔عرض کیا نہیں پہچانا۔فرمایا یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے۔فرشتوں نے کہا

وہی یونسؑ جس کے نیک اعمال اور مقبول دعائیں ہمیشہ آسمان پر چڑھتی رہتی ہیں۔خدایا ان پر تو ضرور رحم فرما۔ان کی دعا قبول فرمالے وہ تو آسانیوں میں بھی تیرا نام لیا کرتے تھے۔ان کو بلا سے نجات دیدے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں اسے نجات دوں گا۔چنانچہ مچھلی کو حکم ہوا کہ میدان میں حضرت یونس کو اُگل دے۔اس نے اُگل دیا۔(ابن کثیر)

حضرت یونس علیہ السّلام پر اللہ کا کرم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں تسبیحات نہ پڑھتے تو قیامت تک وہیں رہتے۔

فَلَوْ لَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ — پس اگر یہ بات نہ ہوتی کہ وہ یاد کرتا تھا پاک

لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ط — ذات کو تو اسی مچھلی کے پیٹ میں اس دن تک پڑا رہتا جس دن مردے زندہ کئے جائیں گے۔

اس آیت سے یہ سمجھنا غلط ہے کہ اگر یونسؑ تسبیح نہ کرتے تو وہ مچھلی قیامت تک زندہ رہتی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس مچھلی کے پیٹ ہی کو حضرت یونسؑ کی قبر بنا دیا جاتا۔ (معارف القرآن)

چالیس دن کے بعد آپ کو مچھلی کے پیٹ سے رہائی ملی۔ مچھلی کے پیٹ سے جب آپ نکلے تو آپ کا جسم اس قدر نرم ہو گیا تھا کہ مچھر یا مکھی کے بیٹھنے کی تاب بھی آپ کو نہ تھی۔ حق تعالیٰ نے اسی وقت کدو کی بیل اگا ئی جیسا کہ ارشاد ہے۔

وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ۔ — اور ہم نے اس پر ایک بیل دار درخت اگا دیا۔

کدّو کی بیل اس طور سے آپ کے بدن پر لپیٹی کہ اس کے پتوں نے پوشاک کے طور پر آپ کے بدن کو ڈھانپ لیا اور حق تعالیٰ نے ایک ہرنی کو حکم دیا کہ وہ اپنی چھاتی سے آپ کو دودھ پلاتی رہے۔ چنانچہ وہ ہرنی صبح و شام آپ کے پاس آتی اور دودھ پلا کر چلی جاتی۔ چالیس دن اس طرح گزرے تو آپ کے بدن میں قوت آ گئی اور آپ کے جسم پر کھال اور بال وغیرہ جم آئے اور آپ تندرست و توانا ہو گئے۔ اب ہرنی کو اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا اور حضرت یونسؑ کو حکم ہوا کہ پھر اپنی قوم میں جاؤ اور انہی میں رہو۔ چنانچہ آپ روانہ ہوئے راستے میں مٹی کے برتن بنانیوالے کو دیکھا کہ وہ برتنوں کو تیار کر کے پکا چکا تھا، آپ کو حکم ہوا کہ اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ایک بھاری لکڑی لیکر ان سب برتنوں کو توڑ ڈالے۔ پھر وہ جو جواب دے مجھے بتا دینا۔ آپ نے اس کو اسی طرح کہا تو اس نے غصّہ سے کہا کہ تو عجیب انسان ہے اتنی محنت اور مشقّت سے یہ میں نے تیار کئے ہیں اور مجھے ان سے نفع حاصل ہوتا ہے اور تو کہتا ہے کہ توڑ ڈال۔ تو حضرت یونسؑ نے یہ بات اللہ تعالیٰ سے عرض کر دی۔ تو فرمایا اس کمہار کو ہاتھ پاؤں اور دماغ میں نے دیا ہے۔ اور پانی

کو بھی میں نے پیدا کیا ہے۔ پھر اس نے مٹی اور پانی کو ملا کر برتنوں کی یہ شکل بنائی ہے وہ ان برتنوں کی کتنی قدر کرتا ہے کہ ان کو توڑنا اس کو گوارا نہیں۔ اور تیری خواہش یہ ہے کہ لاکھ سے بھی زیادہ انسان ہم ایک پل میں ہلاک کر دیں۔ پھر راستہ میں ایک باغ دکھائی دیا تو اس کو بھی یہی کہا۔ تو اس نے کمہار سے بھی زیادہ سخت جواب دیا۔ پھر ایک شہر میں پہنچے وہاں ایک عمدہ مکان دیکھا تو یہی کچھ اس مالک سے بھی کہا تو اس سے اور سخت جواب سننا پڑا۔ ان سب سے پوچھنے کا حضرت یونس علیہ السلام کو خدا نے کہا کہ وہ جو جواب دیں مجھے بتا دینا۔ چنانچہ یونسؑ نے ایسا ہی کیا۔ یونسؑ نے نہایت گریہ وزاری کی اور اللہ کے حضور میں اس غلطی کی معافی چاہی۔ پھر حق تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت سے سرفراز فرمایا۔ ارشاد ہے۔

لَوْلَآ اَنْ تَدَارَكَهٗ نِعْمَةٌ مِنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ۔ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔	اگر اس کے پروردگار کا فضل اس کی دست گیری نہ کرتا تو وہ چٹیل میدان میں پھینک دیا جاتا اور اس کا ابر حال ہوتا۔ پھر اس کے رب نے اسکو نواز دیا اور اس کو نیک لوگوں میں شامل رکھا۔

خدا کی مہربانیاں

خدا کی مہربانیاں ہونا شروع ہو گئیں یہاں تک کہ اس نالے پر پہنچے جہاں آپ کے دو بچے جاتے رہے تھے اس گاؤں کے لوگوں کو دیکھا کہ دونوں بچوں کو ساتھ لئے کھڑے ہیں۔ ان سے حال پوچھا تو انھوں نے کہا کہ ایک بزرگ یہاں سے جا رہے تھے ان کا ایک بچہ پانی میں بہہ گیا تھا جس کو ہمارے دھوبیوں نے پانی سے نکالا۔ اور دوسرا بچہ کنارے سے بھیڑیا اٹھا کر لے گیا تھا اس کو ہمارے چرواہوں نے بھیڑیئے سے زخمی چھڑوا لیا تھا پھر اس کا علاج کیا۔ اس دوران بچوں کی نگاہ آپ پر پڑی تو آپ کو بچوں نے پہنچان لیا تو لوگوں نے بچے آپ کے حوالے کر دیئے اور آپ کو عزت کے ساتھ نالے سے پار کر دیا۔ آپ حق تعالیٰ کا شکر ادا کر کے آگے بڑھے۔ جب اس درخت کے قریب پہنچے جہاں سے آپ اور بی بی صاحبہ کی مفارقت ہوئی دیکھا کہ کچھ لوگ چوکی کے طور پر اس درخت کے نیچے بیٹھے ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو اور کس لئے یہاں بیٹھے ہو۔ تو انھوں نے کہا کہ ہمارے شہزادے کی سواری ایک دن یہاں نکلی تھی کسی فقیر کی عورت یہاں بیٹھی تھی اس عورت کو شہزادہ زبردستی پکڑ کر لے گیا تھا اس دن سے

آج تک وہ پیٹ کے درد میں مبتلا ہے۔ بادشاہ نے یہ دیکھ کر ہم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے کہ اگر بزرگ کا کبھی ادھر سے گزر ہو تو ان کو ہمارے پاس لے آؤ کہ شہزادے کی تقصیر ان سے معاف کرائیں۔ اور ان کی عورت آج تک جو پردے میں بیٹھی ہوئی ہے ان کے حوالے کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ فقیر میں ہی ہوں۔ چنانچہ بڑی عزت واکرام کے ساتھ آپ کو بادشاہ کے پاس لے جایا گیا۔ بادشاہ بھی بہت تعظیم سے پیش آیا۔ پھر آپ سے دعا کی التجا کی حق تعالیٰ نے آپ کی دعا سے شہزادے کی شفا بخشی پھر بادشاہ نے آپ کی بیوی آپ کے حوالے کی اور بہت کچھ مال واسباب آپ کی نذر کر کے آپ کو رخصت کیا۔ آپ وہاں سے آگے چلے اور شہر نینوا اور موصل کی سرحد کے پاس پہنچے۔ پھر آپ نے ایک شخص کو ان بستیوں کے لوگوں کے پاس روانہ کیا تاکہ وہ آپ کے آنے کی خبر دے۔ بادشاہ اور اس کے ارکان آپ کے آنے کی خبر سن کر کئی منزل آپ کو لینے آئے اور نہایت تعظیم وتکریم سے آپ کو شہر لے گئے اور مدت تک آپکی فرمانبرداری کرتے رہے۔ (تفسیر عزیزی)

وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِأَةِ اَلْفٍ — اور ہم نے اس کو ایک لاکھ یا زیادہ پر

اَوْ یَزِیْدُوْنَ۔ — پیغمبر بنا کر بھیجا۔

تفسیر کشف الرحمن میں ہے کہ اگر عاقل وبالغ کو شمار کریں تو لاکھ تھے اور اگر سب کو شمار کریں تو زیادہ تھے۔ یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اَوْ بمعنے بَلْ ھُوَ کہ لاکھ بلکہ زیادہ تھے۔ یا یہ کہ اگر کسر کا اعتبار نہ کریں تو لاکھ تھے اور اگر کسر کا اعتبار کیا جائے تو لاکھ سے زیادہ تھے اور یہ جملہ وَ اَرْسَلْنٰہُ۔ مچھلی کے واقعہ کے بعد آیا ہے اس لئے بعض مفسرین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت یونسؑ کی بعثت اس واقعہ کے بعد ہوئی ہے۔ اور علامہ بغویؒ نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ اس آیت میں نینوا کی طرف بعثت کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ مچھلی کے واقعہ کے بعد انھیں ایک دوسری امت کی طرف بھیجا گیا تھا جنکی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ لیکن قرآن کریم کی آیت اور روایات سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ یہاں حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کے شروع ہی میں آپ کی رسالت کا تذکرہ صاف آیا ہے۔

وَ اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ — اور بیشک یونس پیغمبروں میں سے تھا۔

اور یہ بتا یا رہا ہے کہ مچھلی کا واقعہ رسول بننے کے بعد پیش آیا ہے۔ اس کے بعد وَ اَرْسَلْنٰہُ دوبارہ اس لئے لایا گیا ہے کہ حضرت یونسؑ کی تندرستی کے بعد انھیں دوبارہ وہیں بھیجا گیا تھا۔ اور یہ واضح کر دیا گیا کہ وہ لوگ معدودے چند افراد نہ تھے بلکہ ان کی تعداد لاکھ سے بھی اوپر تھی۔ (معارف القرآن)

وفات

آپ کی وفات بھی نینوا میں ہوئی اور وہیں آپ کی قبر مبارک ہے۔(قصص القرآن)

فضیلت یونسؑ

نبی اکرم صلی اللہ عیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص یہ ہرگز نہ کہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) یونسؑ بن متیٰ سے بہتر ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے نبی پر اس طرح فضیلت دینا سخت ممنوع ہے جس سے معقول بنی کی تنقیص لازم آتی ہو۔ یعنی یہ نہیں ہونا چاہئے کہ کسی پیغمبر کی محبت کے جوش میں دوسرے انبیاء کا مقابلہ کرتے ہوئے ایسی مدحت ومنقبت کرے کہ جس سے کسی دوسرے نبی کی شان رفیع کی تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔ اور ایسے موقعوں پر فضلیت کی ممانعت کی گئی ہے جبکہ یہ مسئلہ مناظرہ ومجادلہ کی شکل اختیار کرلے، کیوں کہ ایسی صورت میں احتیاط کے باوجود انسان بے قابو ہوکر دوسرے پیغمبر کے متعلق ایسی باتیں کہہ جائیگا جو ان کی توہین وتنقیص کا باعث ہوتی ہوں اور نتیجہ میں ایمان کی جگہ کفر لازم ہوگا۔ باقی انبیاء علیہم السّلام کے درمیان بعض خصائص کے اعتبار سے جو فرق مراتب قائم کیا ہے اور جس کے متعلق خود یہ باری تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ ؕ	یہ جتنے پیغمبر ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت اور بزرگی عطا فرمائی ہے۔

یہ امر محبوب ہے ممنوع نہیں اور ممنوع وہ ہے جس سے دوسرے انبیاء کی۔ تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم ؕ

اشعار

منہ نہ تو ہرگز نصیحت سے پھرا　دین کی باتیں سناتا رہ سدا
گالیاں دے یا کوئی مانے بُرا　جان یہ نعمت ہے ارثِ انبیاء
نوح اور یونس کاورثہ یار ہے

ایک دن یونس نے مانا تھا بُرا　بھاگے اپنی قوم سے ہو کر خفا
اس گھڑی آیا پھر یہ حکمِ خدا　واہ یونس تو ایذا سہہ نہ سکا
تو ہمار یار کچّا ہے

تو تو بھرتا تھا میری الفت کا دم　کیوں نہ ٹھہرا عشق میں ثابت قدم
راہ میرے گھر کی ہے رنج والم　درد ایذا ستم پر ہے ستم
دیکھ لے گل کی نشانی خار ہے

مومنو! مشہور ہے یونس کا غم　قوم نے ان کو دیا رنج والم
شہر سے باہر نکالا باستم　کھا گئی مچھلی مگر مارا نہ دم
دل میں ڈر ہے لب پہ استغفار ہے

سب ہیں محتاج اور خدا ہے بے نیاز　ہر مصیبت میں ہے وہی کا رساز
مانگ اس سے مانگنے سے رہ نہ باز　نردِبان بامِ وصلش کردراز
فضل اس کا ہر طرح درکار ہے

پیٹ میں مچھلی کے یونس کو نجات　دی اسی نے ہے کریم اس کی ذات
قوم بھی کر دی مسلمان اس کے ساتھ　بیشمار و بے تعداد ہیں اسکی صفات
اس کی بخششِ خاص بے مقدار ہے

حضرت نجمیا علیہ السلام وحضرت یرمیا علیہ السلام

اور

حضرت◆یز علیہ السلام

حضرت عزیزؑ کا ذکر قرآن مجید پارہ ۳ سورہ بقرہ رکوع ۳۰ میں ہے۔

نسب نامہ

آپ کے والد ماجد کے نام میں اختلاف ہے۔ابن عساکر جرّوہ بتاتے ہیں اور بعض سوریق اور بعض سرّوخا بتاتے ہیں۔اور صحیفہ عُذرا میں ہے کہ ان کا نام خلقیا تھا۔اور اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ آپ حضرت ہارونؑ بن عمران، کی اولاد میں سے ہیں۔(قصص القرآن)

حالاتِ زندگی

تورات اور حضرت وہب بن منبہ اور کعب الاحبار سے منقول روایات سے صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ آپ بخت نصر کے حملۂ بیت المقدس کے زمانہ میں صغیر سن تھے اور چالیس سال کی عمر میں بنی اسرائیل کے منصب ''فقیہ'' پر فائز ہوئے۔اس کے بعد آپ کو منصبِ نبوّت عطا ہوا۔آپ اور نحمیاء ؑ بنی اسرائیل کی رشد وہدایت کا فرض انجام دیتے اور اردشیر کے زمانہ میں اسرائیل کی مشکلات کے متعلق تعمیر بیت المقدس کے دور کے سلسلہ میں شاہی دربار میں اپنا اثر رسوخ استعمال کرتے رہے۔(قصص القرآن)

بنی اسرائیل کی سرکشی اور شرارت جب حد سے تجاوز کر چکی اور انھوں نے ظلم اور فساد کا بازار جب گرم کیا تو خدا نے اس وقت کے پیغمبر حضرت یرمیا علیہ السّلام پر وحی نازل کی بنی اسرائیل میں منادی کردو کہ وہ ان حرکت بد سے باز آجائیں ورنہ گزشتہ قوموں کی طرح ان کو بھی تباہ وبرباد کردیا جائیگا۔خدا کے نبی نے جب خدا کا پیغام ان کو پہنچایا تو انھوں نے کوئی بات بھی قبول نہ کی۔اور ظلم وشرارت میں اور اضافہ کردیا اور اللہ کے نبی سے مزاح کرنے لگے اور ان کو قید کرلیا۔اس حالت میں بھی حضرت یرمیا علیہ السّلام نے ان کو بتایا کہ وہ بابل کے بادشاہ کے ہاتھوں برباد ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمن کے ہاتھوں سزا دلائی۔

بیت المقدس کی ویرانی کا پہلا واقعہ

حضرت سلیمان علیہ السلام بانئ مسجد اقصیٰ کی وفات کے بعد بیت المقدس کے حاکم نے بے دینی اور بدعملی اختیار کرلی تو مصر کا بادشاہ اس پر چڑھ آیا اور بیت المقدس کا سامان سونا اور چاندی لوٹ کرلے گیا مگر شہر اور مسجد کو منہدم نہ کیا تھا۔

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ اس سے تقریباً چار سو سال بعد کا ہے کہ بیت المقدس میں بسنے والے بعض یہودیوں نے بت پرستی شروع کردی اور باقیوں میں نا اتفاقی اور باہمی جھگڑے ہونے لگے۔ اس کی نحوست سے پھر مصر کے کسی بادشاہ نے ان پر چڑھائی کردی اور کسی قدر مسجد اور شہر کو بھی نقصان پہنچایا۔

تیسرا واقعہ

یہ حضرت عزیز علیہ السلام کے دور کا واقعہ ہے۔ آپ کے دور میں بنی اسرائیل میں صدقیاہ نامی بادشاہ تھا اس نے بھی انبیاء کی بات نہ مانی اور خدا کی نافرمانی کرتا رہا تو اس پر بخت نصر مسلط ہوا جو بنی اسرائیل کے اوباش قسم کے بادشاہوں کیلئے قہرِ الٰہی کا نمونہ تھا۔ اس نے یروشلم اور ہیکل کے سب مال واسباب کو جمع کر کے تمام شہر اور ہیکل میں آگ لگا دی اور سب کو جلا کر راکھ کر دیا اور ہیکل اور شہر کی بنیادوں تک کو اکھاڑ کر میدان بنا دیا اور ہزار ہا مرد و زن کو قید کر کے بابل پہنچا دیا۔ اور ہیکل کے وہ برنجی ستون اور وہ حوض اور وہ ڈھلے ہوئے جالیدار پیتل کے سامان اور وہ بیل اور وہ کرولی جنکو زمانہ کے منتخب کاریگروں نے کس محنت سے بنایا تھا سب کو بابل روانہ کیا اور بیشتر کو توڑ پھوڑ دیا اور تورات کو بھی جلا دیا ۔یہ حادثہ عبرت خیز حضرت عیسیٰؑ سے بقول اکثر مورخین پانچ سو چھیاسی برس پہلے گزرا ہے یعنی تخمیناً چار سو پندرہ برس بعد تعمیر ہونے کے ہیکل برباد ہوئی۔ (تفسیر عثمانی)

حضرت خذیفہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بیت امقدس اللہ کے نزدیک بڑی عظیم القدر مسجد ہے۔ آپ نے فرمایا وہ دنیا کے سب گھروں میں ایک ممتاز اور عظمت والا گھر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ بن داؤدؑ کے لئے سونے چاندی اور جواہرات، یاقوت اور زمرّد سے بنایا تھا۔ پھر میں نے عرض کیا پھر یہ بیت المقدس سے یہ سونا چاندی اور جواہرات کہاں اور کس طرح گئے، تو آپ نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ گناہوں اور بداعمالیوں میں مبتلا ہو گئے۔ انبیاءؑ کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصرؔ بادشاہ کو مسلّط کر دیا جو مجوسی تھا۔ اس نے سات سو برس بیت المقدس پر حکومت کی۔ اس کا لشکر بیت المقدس میں داخل ہوا ۔مردوں کو قتل کیا اور عورتوں کو قید کر لیا۔ اور بیت المقدس کے تمام اموال اور سونے چاندی اور جواہرات کو لاکھ ستّر ہزار گاڑیوں میں بھر کر اپنے ملک لے گیا اور سو برس تک بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا کر طرح طرح کی مشقت ذلّت کے ساتھ ان سے لیتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فارس کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو بخت نصر کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا جس نے بابل کو فتح کر کے بنی اسرائیل کو بخت نصر کی قید سے آزاد کرایا اور جتنے اموال وہ بیت المقدس سے لایا تھا وہ

سب بیت المقدس پہنچادیئے۔(معارف القرآن)

اس واقعہ کو دیکھ کر انبیاء علیہم السّلام کی چیخیں نکل گئیں اور وہ اس تباہی و بربادی پر دل میں کُڑھتے رہے اور روتے رہے۔

حضرت عزیزؑ کا سو سال تک سوتے رہنا

حضرت عزیز علیہ السلام اثنائے سفر میں جب اس ویران شدہ بستی پر گزرے تو اس کو اس حالت میں دیکھا کہ لوگ مرکھپ گئے۔ سارے مکانوں کی چھتیں گِر گئیں اور چھتوں پر دیواریں آپڑیں۔ اس تباہ و برباد شدہ بستی کو دیکھ کر یہ خیال گزرا کہ اللہ تعالیٰ اس آبادی کی دوبارہ کس طرح زندہ کرے گا۔ جیسا کہ ارشاد ربّی ہے۔

اَوۡ کَالَّذِیۡ مَرَّ عَلٰی قَرۡیَۃٍ وَّہِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوۡشِہَا قَالَ اَنّٰی یُحۡیٖ ہٰذِہِ اللّٰہُ بَعۡدَ مَوۡتِہَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ ؕ قَالَ کَمۡ لَبِثۡتَ قَالَ لَبِثۡتُ یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ ؕ قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَۃَ عَامٍ فَانۡظُرۡ اِلٰی طَعَامِکَ وَ شَرَابِکَ لَمۡ یَتَسَنَّہۡ ۚ وَ انۡظُرۡ اِلٰی حِمَارِکَ وَ لِنَجۡعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ وَ انۡظُرۡ اِلَی الۡعِظَامِ کَیۡفَ نُنۡشِزُہَا ثُمَّ نَکۡسُوۡہَا لَحۡمًا ؕ

یا اسی طرح آپ نے اس کا واقعہ ملاحظہ نہیں کیا جو ایک بستی پر ایسی حالت میں گزرا کہ وہ اپنی چھتوں پر گِری پڑی تھی۔ اس نے کہا کہ اس بستی کو اللہ تعالیٰ اس کے مرے پیچھے کیوں کر زندہ کریگا اس پر اللہ نے اس شخص کو سو سال تک مردہ رکھا پھر زندہ کر اٹھایا اور اس سے پوچھا کہ تو کتنی مدّت اس حالت میں رہا ۔اس نے کہا ایک دن یا اس سے بھی کم۔ اللہ نے فرمایا نہیں بلکہ تو اس حالت میں سو سال رہا ہے۔ اب تو اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھ لے۔ ان میں ذرا تغیر نہ ہوا۔ اور اپنے گدھے کو بھی دیکھ لے۔ اور اس تمام کاروائی سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم تجھ کو اس

زمانے کے لوگوں کیلئے ایک نشانی
بنائیں۔ اور تو اپنے گدھے کی ہڈیوں
کی طرف دیکھ کہ ہم ان کو کس طرح
جوڑتے ہیں پھر ان پر کس طرح
گوشت چڑھاتے ہیں۔

بہرحال جب حضرت عزیز علیہ السلام اس ویران شدہ بستی پر سفر کرتے ہوئے گزرے تو آپ ایک گدھے پر سوار تھے۔ کچھ کھانے پینے کا سامان ان کے پاس تھا اور یہ سامان انجیر انگور اور انگور کا شربت وغیرہ تھا۔ بستی کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ دشمنوں نے اس کو بالکل تخت و تاراج کر دیا۔ اب یہ کس طرح آباد ہوگی۔ اس خیال کے بعد آپ نے یہاں قیا م کر لیا۔ آپ کو نیند آ گئی تو اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی جان قبض کر لی۔

جس وقت آپ سوئے تھے تو وہ چاشت کا وقت تھا۔ اور جب دوبارہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا تو دن کا کچھ حصّہ باقی تھا۔ آپ سمجھے کہ اگر کل سویا تھا تو آج ایک دن بعد آنکھ کھلی، اور آج ہی سویا تھا تو ایک دن سے کم ہی وقت گزرا ۔ حالانکہ سو سال کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے۔ زندہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بواسطۂ جبرئیل یا براہ راست ان سے دریافت کیا کہ تم یہاں کتنی دیر رہے ہو تو انھوں نے اپنے خیال کے مطابق عرض کر دیا کہ ایک دن یا اس سے بھی کم رہا۔ ا س پر ارشاد ہوا کہ تم اس حالت میں سو برس تک رہے ہو۔ اب قدرت کا کرشمہ دیکھو کہ کھانے پینے کی چیزوں میں نہ کسی قسم کی بدبو پیدا ہوئی اور نہ کھٹاس، اور اسی کے ساتھ اپنی سواری کے گدھے کو بھی دیکھو کہ وہ گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔ اور یہ کاروائی اس لئے کی گئی کہ ہم تجھ کو ایک نظیر اور ایک قدرت کا کرشمہ بتائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے گدھے کو ان کے سامنے زندہ کیا۔ آہستہ آہستہ ہر چیز سمٹ کر اپنی اپنی جگہ آ گئی۔ ہڈیاں ابھر کر جمع ہو گئیں ڈھانچہ بن کر اس پر گوشت پوست پیدا ہو گیا۔ اب جب بستی کی طرف نگاہ کی، تو دیکھا کہ بستی بھی خوب آباد تھی نئے نئے مکان بن چکے تھے جو لوگ بھاگ گئے تھے وہ پھر آ کر آباد ہو گئے۔ حملہ آور بادشاہ مر چکا تھا اور اب حکومت بھی دوسری تھی۔ حضرت عزیز علیہ السلام نے زندہ ہو کر بچوں کو بوڑھا دیکھا۔ اور لوگوں سے کہا کہ میں عزیز ہوں۔ تو لوگوں نے نہ مانا اور کہنے لگے کہ عزیز تو کہیں مرکھپ گیا ہے اور اس کا مدتوں سے کوئی پتہ نہیں۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ چونکہ تورات آپ کو حفظ تھی تو لوگوں نے مطالبہ کیا کہ اگر آپ عزیز ہیں تو ہم کو تورات لکھوا دو۔ کیوں کہ حملہ آور بادشاہ ہماری تورات کو بھی تباہ کر گیا تھا اور توریت کے حافظوں کو بھی قتل کر ڈالا تھا۔ اب ہمارے پاس توریت کا کوئی مکمّل نسخہ نہیں ہے۔ چنانچہ

حضرت عزیزؑ نے اپنے حافظہ سے توریت کا مکمل نسخہ قلم بند کرادیا۔ تب لوگوں کو یقین آیا کہ آپ واقعہ عزیزؑ ہیں۔(کشف الرحمن)

حضرت عزیزؑ اور عقیدہ ابنیت

گذشتہ سطور میں آچکا ہے کہ جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کرڈالا اور بنی اسرائیل کے مردوں، عورتوں اور بچوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہنکا کرلے گیا اور تورات کے تمام نسخوں کو جلا کر راکھ کردیا تھا۔ اور بنی اسرائیل کے پاس نہ کوئی تورات کا نسخہ بچا تھا اور نہ کوئی حافظ تھا جس کو اوّل سے لیکر آ کر تک توریت یاد ہو۔ چنانچہ اسیری کے پورے دور میں وہ تورات سے قطعاً محروم ہو چکے تھے۔ لیکن جب عرصہ دراز کے بعد ان کو اسیری سے نجات ملی اور وہ بیت المقدس میں دوبارہ آباد ہوئے تو اب ان کو یہ فکر ہوئی کہ خدائی کتاب تورات کس طرح حاصل کریں۔ تب حضرت عزیز علیہ السلام نے ان کو جمع کیا اور ان کے سامنے تورات کو اوّل سے لے کر آخر تک پڑھا اور تحریر کرایا۔ بعض اسرائیلی روایات میں ہے کہ جس وقت انھوں نے بنی اسرائیل کو جمع کیا تو سب کی موجودگی میں آسمان سے دو چمکتے ہوئے شہاب اترے اور حضرت عزیز علیہ السلام کے سینہ میں سما گئے۔ تب حضرت عزیزؑ نے بنی اسرائیل کو از سرِ نو تورات مرتب کردی۔ جب حضرت عزیزؑ اس اہم کام سے فارغ ہوئے تو بنی اسرائیل نے انتہائی مسرّت کا اظہار کیا۔ اور ان کے قلوب میں حضرت عزیز علیہ السلام کی قدر و منزلت سو گنا بڑھ گئی، اور آہستہ آہستہ یہ محبت گمراہی کی شکل اختیار کرگئی کہ انھوں نے اسی طرح عزیزؑ کو خدا کا بیٹا مان لیا جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ابن اللہ تسلیم کیا ہے۔(قصص القرآن)

اللہ تعالیٰ نے اس عقیدۂ ابنیت کو مختلف مقامات پر مختلف الفاظ سے ردّ فرمایا ہے۔ صرف حضرت عزیزؑ والی آیت تحریر کی جاتی ہے باقی کو طوالت کی بنا پر چھوڑا جاتا ہے۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِکَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ یُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ۔ (توبہ)	اور یہود کی ایک جماعت کہتی ہے کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے، اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں جو باتیں ان سے پہلے کے کافر کیا کرتے تھے انہی جیسی باتیں یہ بھی کہتے ہیں۔ خدا ان کو ہلاک کرے یہ کہاں پھرے جارہے ہیں۔

تمام یہود نے اس طرح نہیں کیا تھا بلکہ ایک خاص طبقہ نے جو کہ بقول بعض علماء یہود کے بنی قریظہ خاص طبقہ نے جو کہ بقول بعض علماء یہود کے بنی قریظہ نے یہ حرکت کی تھی۔(تفسیر حقانی)

اور اس جماعت نے اس عقیدہ کے لئے یہ دلیل قائم کر لی کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب ہم کو تورات لا کر دی تھی تو وہ الواح پر لکھی ہوئی تھی۔مگر حضرت عزیز علیہ السلام نے تو کسی لوح یا قرطاس پر مکتوب لا کر دینے کے بجائے حرف بحرف اپنے سینہ کی لوح سے ہمارے سامنے نقل کر دیا۔اور عزیزؑ میں یہ قدرت جب ہی ہوئی کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔آج بھی فلسطین میں یہود کا وہ فرقہ موجود ہے جو حضرت عزیز علیہ السلام کو اللہ کو بیٹا مانتا ہے۔(قصص القرآن)

اَلْعِیَاذُ بِاللهِ۔سُبْحَانَکَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِیْمٌ۔

وفات اور قبر

حضرت عزیز علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے لئے تورات کی تحریر عراق کے اندر دیر حزقیل میں کی تھی۔اور اسی نواح کے ایک قریہ سائرآباد میں ان کی وفات ہوئی۔اور بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قبر دمشق میں ہے۔(قصص القرآن)

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم ط

حضرت دَانیالؑ علیہ السّلام

حضرت دَانیال علیہ السلام بخت نصر کے زمانہ میں گزرے ہیں۔ایک دن آپ کہیں تبلیغ کرنے جارہے تھے کہ جنگل میں ایک طرف سے آواز آئی کہ اے دانیال اس طرف آؤ۔جب آپ اس طرف گئے تو دیکھا کہ جنگل میں ایک شاہی باغ ہے اور باغ میں شاہی محل ہے اس میں بڑا عالی شان تخت ہے اور تخت پر ایک نوجوان بادشاہ پڑا ہے اور اس کے پاس تخت پر ایک موتیوں کا برتن بھرا ہوا ہے اور وہاں ایک تلوار بھی پڑی ہوئی تھی۔تلوار پر قدرتی اس کا سارا واقعہ تحریر تھا۔کہ عاد کی قوم سے ایک بادشاہ تھا۔پروردگار عالم نے مجھ ہر قسم کی فراخی اور فراوانی عطا فرمائی تھی۔اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے میری طرف ایک پیغمبر بھی بھیجا تھا۔لیکن بدبختی سے میں نے اس کی کوئی بات نہ سنی،اس نے ہر طرح سے مجھے سمجھایا لیکن شقاوت اور بدبختی کی وجہ سے مجھ پر کسی بات کا اثر نہ ہوا۔آخر وہ پیغمبر ناراض ہوکر چلے گئے۔ پھر میرے ملک پر بارش بند ہوگئی اور قحط سالی شروع ہوگئی باغات وغیرہ خشک ہوگئے۔لیکن میں نے دوسرے ملکوں سے اناج اور سبزیاں وغیرہ منگائیں لیکن جس چیز کو بھی کھول کر دیکھا وہ مٹی ہوتی۔دوسرے ملکوں سے چل کر جب ہماری سرحد پر چیزیں پہنچتیں تو وہ آٹے چاول اور میوہ جات سے مٹی میں تبدیل ہوجاتیں۔دو چار دنوں میں میرے اہل وعیال۔نوکر چاکر اور رعیّت بھوک سے مرگئے اور صرف میں اکیلا اس تخت پر رہ گیا تھا اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص میرے سامنے آیا تو اس کے ہاتھ میں کسی چیز کے دانے تھے جو وہ کھا رہا تھا۔تو میں نے اس کو موتیوں سے بھرا ہوا ایک برتن پیش کیا کہ یہ بیش قیمت موتیوں کا برتن لے لے اور یہ اناج جو تیرے ہاتھ میں ہے مجھے دیدے لیکن اس نے انکار کردیا اور میرے سامنے اس نے وہ دانے کھالئے۔پھر میں بھی مرگیا۔

حضرت دانیالؑ کو پروردگار عالم جل جلالہ، نے یہ منظر دیکھایا کہ آپ لوگوں کے سامنے بیان کریں۔

دائرۃ المعارف میں ہے کہ حضرت دانیال علیہ السلام کو بخت نصر نے قید کردیا تھا لیکن دانیالؑ خوابوں کی تعبیر کے ماہر تھے۔بادشاہ نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا بت ہے جس کا سر سونے کا تھا اور ناف سے اوپر کا حصّہ چاندی کا تھا اور نیچے کا حصّہ تانبے کا اور ٹانگیں لوہے کی تھیں اور پاؤں مٹی کے اتنے میں آسمان کی طرف سے ایک پتھر گرا جس نے بُت کو پاش پاش کردیا اور بُت کے تمام اجزا اپنے اپنے عناصر سے مل گئے اور وہ پتھر اتنا بڑا ہوگیا کہ تمام زمین اس سے پُر ہو گئی۔بخت نصر اس خواب سے حیران ہوگیا۔کسی نے کہا کہ اس کی تعبیر دانیال علیہ السلام بتائیں گے فوراً ان کو قید سے نکالا گیا۔دانیال علیہ السلام کو نقیب نے کہا کہ بادشاہ کو سجدہ کریں آپ نے سجدہ سے انکار کردیا کہ سوائے خدا کے کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔اب دانیال علیہ السلام کے قتل کے لئے یہ بات کافی تھی لیکن بادشاہ نے معاف کردیا کیونکہ اس سے

تعبیر پوچھنی ہے۔ دانیال علیہ السلام نے خواب سن کر فرمایا کہ بت مختلف قوموں کو ظاہر کرتا ہے سونے سے مراد بخت نصر کی بادشاہی ہے۔ چاندی سے مراد وارث سلطنت ہیں اور تانبے سے مراد اہل روم ہیں اور لوہے سے مراد اہل ایران ہیں اور مٹی سے مراد از وزنی ہے شاید یہ بھی کوئی حکومت ہوگی اور پتھر سے مراد مذہب ہے جو بخت نصر کی سلطنت کو خاک کو ملا کر تمام روئے زمین پر پھیل جائے گا۔

حضرت عبدالرحمن بن حبیرؓ فرماتے ہیں کہ بابل کی زمین عراق میں بخت نصر نے ایک بڑا بت بنایا تھا اور لوگوں سے جبراً اس کا سجدہ کراتا تھا۔ جو اس بت کے آگے سجدہ نہ کرتا اس کو خندق میں جو آگ سے روشن تھی پھینکوا کر جلا دیتا تھا۔ حضرت دانیالؑ اور ان کے دونوں ساتھی غرریا اور مسابل نے بت کے آگے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ تو ان تینوں کو بھی خندق میں ڈال دیا۔ تو پروردگار عالم جل جلالہ، نے ان پر آگ کو ٹھنڈا کر دیا اور آگ میں ڈالنے والوں کو خود آگ میں ڈال دیا جو جل کر راکھ ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے یہ حضرت دانیال علیہ السلام بخت نصر کے زمانے میں گزرے ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْم ط

اختتام حصہ دوئم